دار العلوم دیوبند کے پرچہ سوالات کا بہترین حل

نور الحواشی

لحل أسئلة

اصول الشاشی

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

دعائیہ کلمات
حضرت مولانا حسین الدین صاحب قاسمی
مہتمم جامعہ انوار الصفہ شہر بجنور یوپی انڈیا

مرتب
(مفتی) ولی اللہ اختر القاسمی (بجنوری)
خادم الحدیث معہد عائشۃ الصدیقہ قاسم العلوم للبنات دیوبند

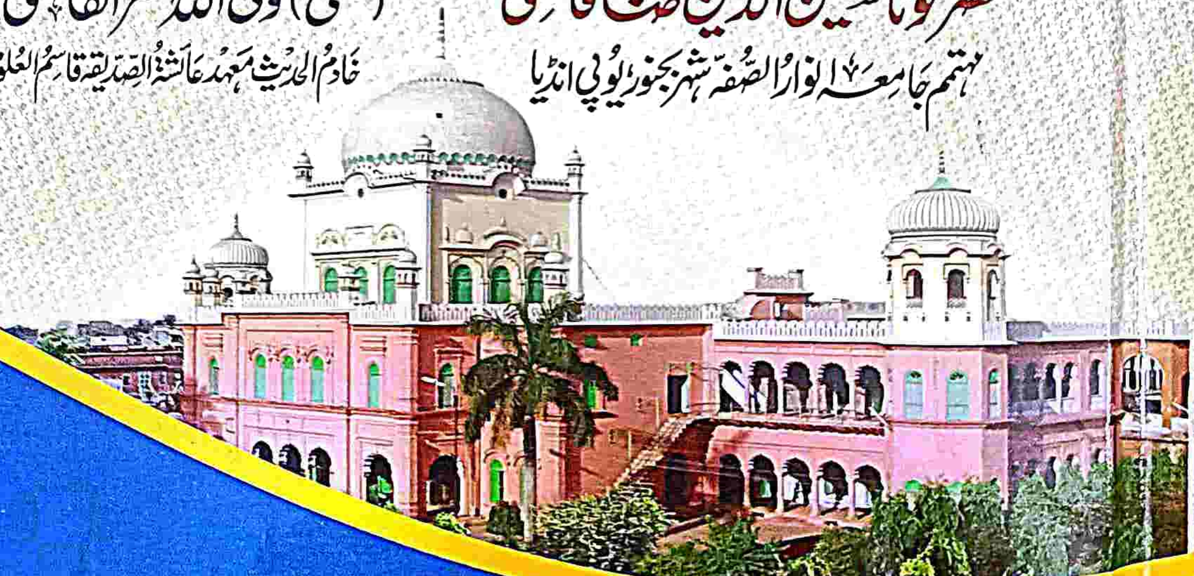

دار الکتاب دیوبند

Website:MadarseWale.blogspot.com

جو کتاب نیٹ پر موجود نہیں ہیں
یا کوئی کتاب آپکو چاہئے جو نیٹ پر
موجود نہ ہو تو آپ ہمیں میسیج کریں

ٹیلیگرام چینل
@New Madarsa
https://t.me/NewMadarsa

یا ٹیلیگرام گروپ
@New Madarsa Group
https://t.me/NewMadarsaGroup

Website:MadarseWale.blogspot.com

مَن يُرِدِ اللّٰهُ خيراً يُفقِّههُ فِي الدِّين

دارالعلوم دیوبند کے پرچہ سوالات کا بہترین حل

نُورُالحَواشِی

لحل اسئلة

اُصُولُ الشَّاشِی

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا حسین الدین صاحب قاسمی

مہتمم جامعہ انوار الصفہ شہر بجنور (یوپی)

مرتب

(مفتی) ولی اللہ اختر القاسمی (بجنوری)

خادم الحدیث: معہد عائشہ الصدیقہ قاسم العلوم للبنات دیوبند

ناشر

دارالکتاب دیوبند

سہارنپور یوپی ۲۴۷۵۵۴

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

Pinterest

Follow All Social Media Network:

NEW MADARSA

Blogger

Telegram

Instagram

facebook

काम देख कर follow करें

Website:MadarseWale.blogspot.com

تفصیلات

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ....: نور الحواشی لحل اسئلۃ اصول الشاشی

مرتب ....: (مفتی) ولی اللہ اختر القاسمی (بجنوری)

طبع اوّل ....: ۱۴۳۹ھ / ۲۰۱۸ء

صفحات ....: ۲۰۰

کمپیوٹر کتابت ....: اختر کمپیوٹرس دیوبند

مطبع ....: یاسر ندیم آفسیٹ پریس دیوبند

باہتمام ....: واصف حسین : مالک دار الکتاب دیوبند

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ناشر

دار الکتاب دیوبند

DARUL KITAB
DEOBAND-U.P.247554

Website:MadarseWale.blogspot.com

حسنِ ترتیب

انتساب	۲۱
عرض مرتب	۲۲
قلبی تاثرات: والدِ محترم حضرت مولانا حسین الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم	۲۴
مقدمہ	۲۵
علمِ اصول فقہ کی تعریف	۲۵
علم اصول فقہ کا موضوع	۲۵
علم اصولِ فقہ کی غرض وغایت	۲۵
علم اصول فقہ کی مختصر تاریخِ تدوین	۲۶
صاحب اصول الشاشی کا تعارف	۲۶
سوال (۱)	۲۹
ترجمۃ العبارۃ	۲۹
وضع کے اعتبار سے لفظ کی اقسام اور دلیل حصر	۲۹
خاص تعریف	۳۰
خاص کی تعریف میں ''معنی معلوم...مسمی معلوم..اور...علی النفراد''......	۳۰
خاص کی اقسام ان کی تعریفات اور مثالیں	۳۱

Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

کتاب اللہ کے خاص کا حکم	۳۱
سوال (۲)	۳۲
ترجمۃ العبارۃ	۳۲
''فروع'' کے فاعل اور مفعول اور ''ھذا'' کے مشار الیہ کی تعیین	۳۲
مطلب العبارۃ	۳۳
سوال (۳)	۳۵
ترجمۃ العبارۃ	۳۶
خاص کی تعریف اور حکم	۳۶
مطلب العبارۃ	۳۷
''والنکاح بعد الطلقات الثلاث'' سے مصنفؒ نے کس جانب اشارہ کیا ہے	۳۹
سوال (۴)	۴۰
ترجمۃ العبارۃ	۴۰
عام کی تعریف اور مثال	۴۰
عام کی اقسام، تعریفات اور احکام	۴۱
عام مخصوص منہ البعض کی تعریف	۴۱
عام مخصوص منہ البعض کا حکم	۴۱
عام غیر مخصوص منہ البعض کی تعریف	۴۲
عام غیر مخصوص منہ البعض کا حکم	۴۲
مال مسروق کی ہلاکت پر قطع ید کے بعد چور سے ضمان کیلئے کا حکم اور فقہاء کے مذاہب؟	۴۳

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

مذہب اول	۴۳
مذہب دوم	۴۴
سرقہ کی تعریف اور احناف کے نزدیک کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟	۴۴
سوال (۵)	۴۴
ترجمۃ العبارۃ	۴۵
مطلب العبارۃ	۴۵
سوال (۶)	۴۷
ترجمۃ العبارۃ	۴۷
مذکورہ مسئلہ کس قاعدہ پر متفرع ہے؟	۴۸
جانور کو ذبح کرتے ہوئے عامداً اور ناسیاً ترک تسمیہ کا حکم	۴۸
احناف کی جانب سے حضرت امام شافعیؒ کے مسلک اور دلیل کا جواب	۴۹
سوال (۷)	۵۰
ترجمۃ العبارۃ	۵۰
مطلب العبارۃ اور حرمت رضاعت کے ثبوت میں فقہاء کرام کے مذہب اور دلائل	۵۱
مذہب اول	۵۱
مذہب دوم	۵۱
مذہب اول کی دلیل اور وجہ استدلال	۵۱
مذہب دوم کی دلیل اور وجہ استدلال	۵۲
مذہب اول کی جانب سے مذہب دوم کی مذکورہ دلیل کا جواب	۵۲

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

سوال (٨)	۵۲
ترجمۃ العبارۃ	۵۳
مطلب العبارۃ	۵۳
''تَخْصِيصه بِخَبَرِ الْوَاحِد'' دعویٰ کی دلیل	۵۳
تین افراد باقی رہنے کے بعد تخصیص کے عدم جواز کی وجہ	۵۴
سوال (٩)	۵۴
ترجمۃ العبارۃ	۵۵
مطلب العبارۃ	۵۵
عام مخصوص منہ البعض کی تعریف، مثال اور حکم	۵٦
خبر واحد یا قیاس سے عام کی تخصیص کرنا کہاں تک جائز ہے؟	۵٦
سوال (١٠)	۵۷
ترجمۃ العبارۃ	۵۷
مطلق کی تعریف	۵۸
مطلب العبارۃ	۵۸
سوال (١١)	٦١
ترجمۃ العبارۃ	٦١
مطلق اور مقید کی تعریف	٦١
عبارت میں مذکور مثال کا اصول پر انطباق	٦٢
سوال (١٢)	٦۴

Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ	۶۴
مطلق کی تعریف، مثال اور حکم	۶۴
مقید کی تعریف، مثال اور حکم	۶۵
مطلب العبارۃ	۶۵
سوال (۱۳)	۶۷
ترجمۃ العبارۃ	۶۸
''هذه القضية'' کے مشار الیہ تعیین	۶۸
اعتراض اور جواب کی وضاحت	۶۸
سوال (۱۴)	۶۹
ترجمۃ العبارۃ	۷۰
مظاہر کس کو کہتے ہیں؟	۷۰
یہ مثال جس قاعدہ پر متفرع ہے اس کی وضاحت اور مثال کی اس قاعدہ پر تطبیق	۷۰
سوال (۱۵)	۷۱
ترجمۃ العبارۃ	۷۲
مشترک کی تعریف اور حکم	۷۲
سوال (۱۶)	۷۳
ترجمۃ العبارۃ	۷۳
مجمل کی تعریف	۷۴
مطلق و مجمل دونوں کے درمیان فرق	۷۴

Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

یہ عبارت جن اعتراضات کے جواب میں ہے ان کی وضاحت اور جواب	۷۵
سوال (۱۷)	۷۸
ترجمۃ العبارۃ	۷۸
عبارت میں مذکور مسئلہ کس ضابطہ پر متفرع ہے؟	۷۸
''موال من اعلیٰ'' اور ''موال من اسفل'' کی مراد	۷۹
مطلب العبارۃ	۷۹
سوال (۱۸)	۸۰
ترجمۃ العبارۃ	۸۰
''وعلی ھذا'' کے مشار الیہ کی تعیین	۸۰
مطلب العبارۃ	۸۱
''بالاتفاق'' سے کن لوگوں کا اتفاق مراد ہے؟:	۸۲
سوال (۱۹)	۸۲
ترجمۃ العبارۃ	۸۳
مشترک اور مؤول کی تعریف	۸۳
مطلب العبارۃ	۸۴
سوال (۲۰)	۸۵
ترجمۃ العبارۃ	۸۵
حقیقت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	۸۵
مجاز کی لغوی اصطلاحی تعریف	۸۶

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

"ثم الحقيقة مع المجاز......الخ......" سے بیان کردہ حکم وضاحت اور مثال	۸۷
مثال	۸۸
سوال (۲۱)	۸۸
ترجمة العبارة	۸۸
حقیقت اور مجاز کی تعریف	۸۹
وضع کے معنی اور اس کے اعتبار سے حقیقت کی اقسام	۸۹
عبارت میں مذکور مسائل کس اصل پر مبنی ہیں؟	۹۰
عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح	۹۰
سوال (۲۲)	۹۲
ترجمة العبارة	۹۳
عبارت میں مذکور اعتراضات اور ان کے جوابات	۹۳
سوال (۲۳) Website:NewMadarsa.blogspot.com	۹۵
ترجمة العبارة	۹۵
حقیقت کی اقسام اور ان کی تعریفات	۹۶
حقیقت کی مذکورہ اقسام کے مابین دلیل حصر	۹۶
مطلب العبارة	۹۷
سوال (۲۴)	۹۸
ترجمة العبارة	۹۸
مجاز متعارف اور عموم مجاز کی تعریف	۹۸

Website:MadarseWale.blogspot.com

مطلب العبارۃ	۹۹
سوال (۲۵)	۱۰۰
ترجمۃ العبارۃ	۱۰۰
مطلب العبارۃ	۱۰۱
سوال (۲۶)	۱۰۲
ترجمۃ العبارۃ	۱۰۲
علت، حکم اور سبب کے مرادی معنی	۱۰۳
استعارۃ کی تعریف	۱۰۳
استعارۃ کی دونوں قسموں کی وضاحت	۱۰۳
سوال (۲۷)	۱۰۴
ترجمۃ العبارۃ	۱۰۵
مطلب العبارۃ	۱۰۵
"لایقال لو جعل.... الخ....." سے وارد ہونے اعتراض کی تفصیل اور اس کا جواب	۱۰۶
سوال (۲۸)	۱۰۶
ترجمۃ العبارۃ	۱۰۷
مطلب العبارۃ	۱۰۷
سوال (۲۹)	۱۰۸
ترجمۃ العبارۃ	۱۰۹
ظاہر اور نص کی تعریف	۱۰۹

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

عبارت میں مذکور آیت کس اعتبار سے ظاہر اور کس اعتبار سے نص کی مثال ہے؟	۱۰۹
سوال (۳۰)	۱۱۰
ترجمة العبارة	۱۱۰
مطلب العبارة	۱۱۱
سوال (۳۱)	۱۱۲
ترجمة العبارة	۱۱۲
ظاہر اور نص کے حکم میں اہل اصول کے اقوال	۱۱۳
"وعلی هذا قلنا" سے کس ضابطہ پر تفریع ہے؟:	۱۱۴
ولاء کی تعریف Website:NewMadarsa.blogspot.com	۱۱۴
سوال (۳۲)	۱۱۵
ترجمة العبارة	۱۱۵
ظاہر اور نص کے درمیان اگر تعارض ہو جائے تو کس کو ترجیح ہوگی؟	۱۱۵
ظاہر اور نص کے درمیان تعارض کی پہلی مثال	۱۱۵
ظاہر اور نص کے درمیان تعارض کی دوسری مثال	۱۱۶
سوال (۳۳)	۱۱۷
ترجمة العبارة	۱۱۸
مفسر کی تعریف اور حکم	۱۱۸
مطلب العبارة	۱۱۸
نکاح متعہ کی تعریف اور اس کی حرمت کب ہوئی اس کی تعیین	۱۱۹

Website:MadarseWale.blogspot.com

سوال (۳۴)	۱۱۹
ترجمۃ العبارۃ	۱۱۹
خفی کی تعریف	۱۲۰
خفی کا حکم	۱۲۰
سارق، طرار اور نباش کے معنی اور ان کے مابین فرق	۱۲۰
مطلب العبارۃ	۱۲۱
سوال (۳۵)	۱۲۲
ترجمۃ العبارۃ	۱۲۲
مطلب العبارۃ	۱۲۳
ظہور اور خفا کے اعتبار سے الفاظ کی اقسام	۱۲۴
سوال (۳۶) Website:MadarseWale.blogspot.com	۱۲۴
ترجمۃ العبارۃ	۱۲۴
مجمل کی تعریف، مثال اور حکم	۱۲۵
متشابہ کی تعریف، مثال اور حکم	۱۲۵
ربوا کی تعریف اور حکم	۱۲۶
مطلب العبارۃ	۱۲۶
سوال (۳۷)	۱۲۸
ترجمۃ العبارۃ	۱۲۸
مطلب العبارۃ	۱۲۸

Website:MadarseWale.blogspot.com

سوال (۳۸)	۱۳۰
ترجمۃ العبارۃ	۱۳۰
عبارت النص اور اشارۃ النص کی تعریف	۱۳۱
عبارۃ النص اور اشارۃ النص کی تعریف میں مذکور قیودات کے فوائد کی وضاحت	۱۳۱
مطلب العبارۃ	۱۳۲
سوال (۳۹)	۱۳۳
ترجمۃ العبارۃ	۱۳۳
''منه'' ضمیر کے مرجع اور ''هذا'' کے مشار الیہ تعیین	۱۳۴
مطلب العبارۃ	۱۳۴
سوال (۴۰) Website:NewMadarsa.blogspot.com	۱۳۵
ترجمۃ العبارۃ	۱۳۵
دلالۃ النص کی تعریف	۱۳۶
مطلب العبارۃ	۱۳۶
سوال (۴۱)	۱۳۷
ترجمۃ العبارۃ	۱۳۷
امر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	۱۳۸
عبارت میں مذکور اعتراضات اور ان کے جوابات	۱۳۸
قولِ رسولؐ اور فعلِ رسولؐ ہم درجہ ہیں یا نہیں؟	۱۴۰
سوال (۴۲)	۱۴۰

Website:MadarseWale.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ	۱۴۰
عبارت میں مذکور قاعدہ کی وضاحت	۱۴۱
عبارت میں مذکور مثالوں کی تشریح	۱۴۲
سوال (۴۳)	۱۴۲
ترجمۃ العبارۃ	۱۴۳
نذر کی تعریف	۱۴۳
وقت کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام اور ان کی تعریفات	۱۴۳
مطلب العبارۃ	۱۴۴
سوال (۴۴)	۱۴۵
ترجمۃ العبارۃ	۱۴۵
مطلب العبارۃ	۱۴۵
موقت کی دوسری قسم کی وضاحت	۱۴۶
مامور بہ کو موقت سے تعبیر کرنے کی وجہ	۱۴۷
سوال (۴۵)	۱۴۷
ترجمۃ العبارۃ	۱۴۷
مامور بہ میں حسن ہونے کی دلیل	۱۴۸
حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام	۱۴۸
مامور بہ حسن لذاتہ کا حکم	۱۴۹
مامور بہ حسن لغیرہ کا حکم	۱۴۹

Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

مطلب العبارۃ	۱۵۰
سوال (۴۶)	۱۵۱
ترجمۃ العبارۃ	۱۵۱
مطلب العبارۃ	۱۵۲
سوال (۴۷)	۱۵۲
ترجمۃ العبارۃ	۱۵۳
مطلب العبارۃ	۱۵۳
اداء کی تعریف	۱۵۳
قضاء کی تعریف Website:MadarseWale.blogspot.com	۱۵۳
اداء کامل کی تعریف اور مثال	۱۵۴
اداءِ قاصر کی تعریف اور مثال	۱۵۴
قضاءِ کامل کی تعریف اور مثال	۱۵۴
قضاء قاصر کی تعریف اور مثال	۱۵۴
سوال (۴۸)	۱۵۵
ترجمۃ العبارۃ	۱۵۵
نہی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف	۱۵۶
نہی کی اقسام اور ان کی وضاحت	۱۵۶
افعال حسیہ اور تصرفات شرعیہ کی تعریف	۱۵۶
سوال (۴۹)	۱۵۷

Website:MadarseWale.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ	۱۵۷
افعال شرعی پر نہی وارد ہونے کے بعد ان کی مشروعیت کے متعلق فقہاء کے مسالک	۱۵۸
سوال (۵۰)	۱۵۹
ترجمۃ العبارۃ	۱۵۹
افعال حسیہ اور افعال شرعیہ کی تعریف	۱۵۹
''نهي عن الافعال الحسية'' اور ''نهي عن الافعال الشرعية'' کی تعریف اور مثال	۱۶۰
''نهي عن الافعال الحسية'' کا حکم	۱۶۰
''نهي عن الافعال الشرعية'' کا حکم	۱۶۱
مطلب العبارۃ	۱۶۱
نہی اور نفی کے مابین کیا فرق ہے؟	۱۶۳
سوال (۵۱) Website:MadarseWale.blogspot.com	۱۶۳
ترجمۃ العبارۃ	۱۶۴
مطلب العبارۃ	۱۶۴
''وبه فارق صوم يوم العيد'' کی وضاحت	۱۶۵
سوال (۵۲)	۱۶۵
ترجمۃ العبارۃ	۱۶۶
مطلب العبارۃ	۱۶۶
نکاح کے صحیح ہونے اور نہ ہونے پر تفریعی مسائل	۱۶۷
سوال (۵۳)	۱۶۸

Website:MadarseWale.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ	۱۶۸
''منھا'' کی ضمیر کا مرجع کی تعیین اور مذکورہ مسائل میں احناف وشوافع کا اختلاف	۱۶۹
سوال (۵۴)	۱۷۱
ترجمۃ العبارۃ	۱۷۱
مطلب العبارۃ	۱۷۱
سوال (۵۵)	۱۷۳
ترجمۃ العبارۃ	۱۷۳
مطلب العبارۃ	۱۷۳
''ثم'' کے متعلق حضرت امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اختلاف کا ثمرہ اور مثال	۱۷۵
سوال (۵۶) Website:MadarseWale.blogspot.com	۱۷۶
ترجمۃ العبارۃ	۱۷۶
مطلب العبارۃ	۱۷۶
سوال (۵۷)	۱۷۷
ترجمۃ العبارۃ	۱۷۸
بیان تغییر کی تعریف	۱۷۸
تعلیق اور استثناء بیان تغییر کی نظیر کس طرح ہیں؟	۱۷۸
مطلب العبارۃ	۱۷۹
سوال (۵۸)	۱۸۰
ترجمۃ العبارۃ	۱۸۰

Website:MadarseWale.blogspot.com

مطلب العبارۃ	۱۸۰
”بخلاف الوطی فی العتق المبھم...الخ...“ سے مصنفؒ کے بیان کا مقصد	۱۸۱
سوال (۵۹)	۱۸۱
ترجمۃ العبارۃ	۱۸۲
مطلب العبارۃ	۱۸۲
خبر متواتر کی تعریف	۱۸۲
خبر مشہور کی تعریف	۱۸۳
خبر واحد کی تعریف	۱۸۳
سوال (۶۰) Website:NewMadarsa.blogspot.com	۱۸۴
ترجمۃ العبارۃ	۱۸۴
”عرض خبر الواحد علی الکتاب“ کا اصول اور مثال	۱۸۵
سوال (۶۱)	۱۸۶
ترجمۃ العبارۃ	۱۸۶
اجماع مرکب اور اجماع غیر مرکب کی تعریف اور مثال	۱۸۷
مأخذین کی مراد اور ان میں فساد کے ظہور کی وضاحت	۱۸۷
سوال (۶۲)	۱۸۸
ترجمۃ العبارۃ	۱۸۸
شبہ کی اقسام اور ان کی تعریفات	۱۸۹
مطلب العبارۃ	۱۸۹

Website:MadarseWale.blogspot.com

بیٹا اگر اپنے باپ کی باندی سے وطی کرلے تو کیا حکم ہے؟	۱۹۰
سوال (۶۳)	۱۹۱
ترجمۃ العبارۃ	۱۹۱
قیاس کے متعلق مذکورہ شرائط کی وضاحت	۱۹۱
شرط اوّل	۱۹۱
شرط ثانی	۱۹۲
شرط ثالث	۱۹۲
شرط رابع	۱۹۲
شرط خامس	۱۹۲
صاحب کتاب کی بیان کردہ شرط رابع کی مثال	۱۹۳
سوال (۶۴)	۱۹۴
ترجمۃ العبارۃ Website:NewMadarsa.blogspot.com	۱۹۴
علت اور قیاس شرعی کی تعریف	۱۹۵
علت معلومہ بالکتاب کی مثال	۱۹۵
علت معلومہ بالسنۃ کی مثال	۱۹۶
علت معلومہ بالاجماع کی مثال	۱۹۶
سوال (۶۵)	۱۹۷
ترجمۃ العبارۃ	۱۹۷
مطلب العبارۃ	۱۹۷

Website:MadarseWale.blogspot.com

سوال (٦٦)	۱۹۸
ترجمۃ العبارۃ	۱۹۹
سبب اور شرط کی تعریف	۱۹۹
”کذالک“ کے مشار الیہ کی تعیین اور مطلب العبارۃ	۱۹۹

MADARSE WALE

NEW MADARSA

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿انتساب﴾

خاکسار اپنی اس حقیر کاوش کو محسن انسانیت آفتاب ہدایت جناب **محمد الرسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم** کی جانب منسوب کرنا باعث سعادت سمجھتا ہے، بلاشبہ آپ کی ہدایات پر عمل کرنا ہی کامیابی کی دلیل ہے۔

زہے نصیب اگر قبول افتد

فقط السلام

احقر العباد

ولی اللہ اختر القاسمی بجنوری

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد...

یا رب صل وسلم دائماً ابداً ☆ علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

اللہ رب العزت کا بے انتہاء فضل وکرم اور احسان ہے کہ اس نے احقر کو علم دین کی خدمت کا موقع فراہم کیا ہے، اللہ کی اس نعمت کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ فللّٰہ الحمد کثیرا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علم اصول فقہ نہایت اہم ترین علم ہے، اس کے ذریعہ احکام شریعت تک رسائی حاصل ہوتی ہے، اسی لئے ہر زمانے میں علماء کرام نے اس علم کے پڑھنے اور پڑھانے پر خصوصی توجہ دی ہے، عرصہ سے احقر کے دل میں اس فن کے متعلق کچھ تحریر کرنے کی تمنا تھی لیکن خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا تھا، امسال احقر نے دیوبند آنے کے بعد پھر ایک مرتبہ اس موضوع پر کچھ لکھنے کے متعلق سوچا تو دل میں یہ آیا کے اس فن کی سب سے عمدہ کتاب اصول الشاشی پر لکھا جائے لیکن اس کتاب کی پہلے ہی سے اتنی شروحات تھیں کے مزید کچھ لکھنا لا حاصل تھا اس لئے احقر نے طلبہ کی آسانی کے واسطے اس کتاب کے کچھ حل مقامات کو آسان اردو میں لکھنے کا ارادہ کیا اور دار العلوم کے مختلف سالوں کے پرچہ سوالات کو حل کر کے یہ کتاب مرتب کی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

احقر اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے یہ تو مستفدین ہی بتا سکیں گے، البتہ قبل از وقت اتنا عرض ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی خامی نظر آئے تو برائے کرم احقر کو ضرور مطلع فرمادیں، آپ کی یہ کوشش ان شاء اللہ دین کی ایک خدمت شمار ہوگی۔

اسی کے ساتھ میں اپنے تمام محبین ومکرمین بالخصوص والد محترم، والدۂ محترمہ، اساتذہ کرام

Website:MadarseWale.blogspot.com

اور حضرت مولانا ندیم الواجدی دامت برکاتہم مالک دار الکتاب دیو بند کا شکر گذار ہوں کہ ان حضرات ہی کی توجہات سے احقر کسی لائق ہوا ہے۔ میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاء گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ احقر کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور مسلمانان عالم کیلئے نافع اور احقر اور اس کے تمام متعلقین کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

آمین یا رب العٰلمین و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

احقر العباد
ولی اللہ اختر القاسمی (بجنوری)
خادم الحدیث: معہد عائشۃ الصدیقہ قاسم العلوم دیو بند

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿قلبی تاثرات﴾

والدمحترم حضرت مولانا حسین الدین صاحب قاسمی بجنوری دامت براکاتہم
مہتمم جامعہ انوارالصفہ شہر بجنور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :اما بعد...

میرے پیش نظر ہے "**نورالحواشی لحل اسئلة اصول الشاشی**" کا مسودہ جو عزیز القدر جناب حافظ، قاری، مولوی، مفتی ولی اللہ اختر القاسمی بجنوری کی علمی کاوش ہے، اصول الشاشی کا جو مقام ہے اس سے اہل علم خوب واقف ہیں، اکابر نے ہر زمانے میں اس کی جانب خصوصی توجہ دی ہے اور مختلف طریقوں سے ان کے مشکل مقامات کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عزیز موصوف مفتی ولی اللہ اختر صاحب نے بھی اردوزبان میں اس کے داخلہ، ششماہی اور سالانہ امتحانات میں آنے والے مختلف مقامات سے متعلق سوالات کا آسان جواب مفصل لکھ کر تشنگان علوم کے لئے ایک آسان نسخہ پیش کیا ہے۔

امید ہے کہ مفتی صاحب موصوف کی یہ علمی کاوش راہروان علوم اسلامی کیلئے ایک سنگ میل ثابت ہوگی اور داد تحسین حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ عند اللہ اور عند اہل العلم مقبول ہو کر مفتی صاحب کیلئے ذخیرۂ آخرت اور صدقہ جاریہ بنے گی، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ مفتی صاحب کو علوم اسلامی کی خدمت کیلئے مزید قبول فرما کر خیر الناس من ینفع الناس میں شامل فرمائے۔

فقط والسلام

(مولانا) حسین الدین القاسمی غفرلہ (بجنوری)

۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

مُقدّمۃ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفیٰ و الصلوٰۃ و السلام علی محمد المصطفیٰ: أما بعد۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائماً أبداً ☆ عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیرِ الْخَلقِ کُلِّھِم

علمِ اصول فقہ کی تعریف:

واضح رہے کہ اصول فقہ کی دو تعریفیں کی جاتی ہیں (۱) تعریف اضافی (۲) تعریف لقبی....

تعریف اضافی: اصول فقہ تعریف اضافی یہ ہے کہ لفظ ''اصول'' لغوی اعتبار سے ''اصل'' کی جمع ہے ''اصل'' کے معنی ''ما یبنیٰ علیہ غیرہ'' کے آتے ہیں یعنی وہ چیز جس پر کوئی دوسری شئی موقوف ہوتی ہے، جیسے باپ اولاد کیلئے اصل ہے کیونکہ اولاد کا وجود باپ پر موقوف ہے اسی طرح دیوار چھت کیلئے اصل ہے کہ چھت کا قیام دیوار کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور لفظِ فقہ لغت میں ''فَقُہَ فقھًا'' باب کرم سے اور ''فَقِہَ فقھًا'' باب سمع سے مشتق ہے، باب سمع سے اس کے معنی ''العلم بالشئی'' یعنی کسی چیز کو جاننے کے آتے ہیں اور باب کرم سے اس کے معنی فقیہ ہونے کے آتے ہیں۔

Website:NewMadarsa.blogspot.com

تعریف لقبی: اصول فقہ کی تعریف لقبی یہ ہے کہ اصول فقہ ان قواعد و اصول کو جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ شرعی احکام کو مستنبط کیا جاتا ہے۔

علم اصول فقہ کا موضوع:

علم اصول فقہ کا موضوع ادلہ اربعہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجماع امت اور قیاس ہیں، کیونکہ انہی چار دلائل سے احکام شرعیہ تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

علم اصول فقہ کی غرض وغایت:

علم اصول فقہ کی غرض وغایت ''الفوز بسعادۃ الدارین'' یعنی دنیا اور آخرت کی خوش

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

بختی حاصل کرنا ہے۔

علم اصول فقہ کی مختصر تاریخِ تدوین:

واضح رہے اسلامی علوم کی ابتداء اگرچہ اسلام کے ساتھ ساتھ ہوئی ہے اور نزول وحی کے زمانہ ہی سے تفسیر، حدیث، عقائد اور فقہ کی تعلیم شروع ہو چکی تھی لیکن ایک خاص ترتیب کے ساتھ یہ علوم عہد نبوی میں مدون نہیں تھے اور عدم تدوین کی وجہ یہ تھی کہ صحابۂ کرام کے نفوس قدسیہ حضور علیہ السلام کے فیض بابرکت کی وجہ سے ان علوم کے مدون کرنے سے مستغنی تھے، لیکن عہد صحابہؓ کے بعد جب ضرورت محسوس ہوئی تو وقت کے ماہر ترین حضرات نے ان علوم کے مدون کرنے کی جانب توجہ دی اور ان کو مدون کر کے ایک خاص شکل صورت میں امت کیلئے محفوظ کر دیا انہی علوم میں سے جو وقت کی ضرورت کے پیش نظر مدون کئے گئے علم اصول فقہ بھی ہے، اس علم کے مدون کرنے کی بنیاد سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے رکھی اور پھر آگے چل کر کے آپؒ کے مایۂ ناز شاگردان حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمۃ نے باقاعدہ اس موضوع پر کتابیں تصنیف کیں، اس وقت اس موضوع پر کون کون سی کتابیں منصۂ شہود پر آئی ان کی تعیین اگرچہ دشوار ہے لیکن حق یہی ہے کہ فقہ کی طرح علم اصول فقہ بھی فقہاء احناف ہی کا مدون کردہ ہے، حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمۃ کے بعد حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور یہی رسالہ آپؒ کی مشہور زمانہ کتاب الام کا مقدمہ ہے، حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے بعد اس موضوع پر باقاعدہ کتابوں کی تصنیف شروع ہوگئی جو آج تک الحمدللہ جاری وساری ہے۔

صاحب اصول الشاشی کا تعارف:

اصول الشاشی حنفی اصول فقہ کی ایک مسلم الثبوت کتاب ہے، کتاب کے مصنف علیہ الرحمۃ خدارسیدہ متقدمین فقہاء احناف میں سے ہیں جو نام نمود سے کوسوں دور رہتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

انہوں نے قرطاس کتاب پر کہیں اپنا نام رقم نہیں کیا ہے اور نہ آج تک کسی کو ان کا نام معلوم ہے البتہ مورخین نے بعض قرائن کی بنیاد پر آپ کا نام اسحاق بن ابراہیم الشاشی السمرقندی اور کنیت ابو ابراہیم تحریر کی ہے، شاش ماوراء النہر کے علاقہ میں ایک شہر کا نام تھا آپؒ اسی بستی کے رہنے والے تھے اور اسی شہر کی جانب منسوب ہو کر آپ کی کتاب اصول الشاشی مشہور ہوئی ہے، آپؒ اپنے عہد کے ثقہ عالم دین اور فقیہہ تھے اور حضرت امام محمد کی مشہور زمانہ کتاب جامع کبیر کی روایت، حضرت زیدؒ ابن اسامہ کے واسطہ سے حضرت ابو سلیمان الجوز جانی علیہ الرحمۃ سے کرتے تھے، آپؒ کی وفات ۳۲۵ھ میں مصر کے اندر ہوئی اور وہیں کی خاک میں آسودۂ آرام ہیں۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

NEW MADARSA

بسم الله الرحمن الرحيم

MADARSE WALE

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال۱﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ۵﴾

فَصْلٌ فِي الْخَاصِّ وَالْعَامِّ فَالْخَاصُّ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مَعْلُوْمٍ أَوْ لِمُسَمًّى مَعْلُوْمٍ عَلَى الْاِنْفِرَادِ كَقَوْلِنَا فِيْ تَخْصِيْصِ الْفَرْدِ زَيْدٌ وَفِيْ تَخْصِيْصِ النَّوْعِ رَجُلٌ وَفِيْ تَخْصِيْصِ الْجِنْسِ إِنْسَانٌ۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) لفظ کی وضع کے اعتبار سے کتنی اقسام ہیں اور دلیل حصر کیا ہے؟ تحریر کریں (ج) خاص کی تعریف تحریر کرتے ہوئے اس تعریف میں "معنی معلوم...... مسمی معلوم......اور...... علی النفراد" کی قید کا کیا فائدہ ہے؟ تحریر کریں (د) خاص کی اقسام ثلاثہ کی تعریف مع امثالہ تحریر کریں (ھ) کتاب اللہ کے خاص کا حکم تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

یہ فصل خاص اور عام کے بیان میں ہے، پس خاص ایسا لفظ ہے جو بطور انفراد معنی معلوم یا شخص معلوم کے لئے وضع کیا جاتا ہے، جیسے تخصیص الفرد میں ہمارا قول زید، تخصیص النوع میں رجل اور تخصیص الجنس میں انسان ہے۔

جواب (ب)

وضع کے اعتبار سے لفظ کی اقسام اور دلیل حصر:

واضح رہے کہ اہل اصول کے نزدیک وضع کے اعتبار سے لفظ کی چار قسمیں ہیں (۱) خاص (۲) عام (۳) مشترک (۴) مؤول۔

ان چاروں کے درمیان دلیل حصر یہ ہے کہ لفظ اپنی وضع کے اعتبار سے دو حال سے خالی نہیں

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہے،لفظ یا تو ایک معنی پر دلالت کرے گا یا ایک سے زائد معنی پر کرے گا،اگر اول ہے تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہے،یا تو وہ معنی جس پر لفظ دلالت کرے گا،منفرد ہوں گے یا اپنے افراد کے مابین مشترک ہوں گے،اگر معنی منفرد ہیں تو یہ خاص ہے اور اگر افراد کے مابین مشترک ہیں تو عام ہے،اب رہا وہ لفظ جو ایک سے زائد معنی پر دلالت کرتا ہے تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہے،اس کے معانی میں سے یا تو ایک معنی راجح ہوں گے،یا راجح نہیں ہوں گے،اگر معنی راجح ہیں تو یہ مؤول ہے،اور اگر راجح نہیں ہیں تو یہ مشترک ہے۔(محبوب الحواشی:۳۷/اجمل الحواشی:۲۴تا۲۵)

جواب(ج)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

خاص تعریف:

واضح رہے کہ خاص اس لفظ کو کہتے ہیں جسے افراد سے قطع نظر کسی معین معنی یا معین شخص کے لئے وضع کیا جاتا ہے۔

أما الخاص:فكل لفظ وضع لمعنى واحد على سبيل الانفراد عن الأفراد أى مع صرف النظر عن الأفراد،سواء كان ذلك المعنى شخصا كمحمد، أم نوعا كرجل،أم جنسا كانسان،فمادام المعنى المراد واحد فهو الخاص۔

(تسہیل الاوصول۱۶)

خاص کی تعریف میں ''معنى معلوم...مسمى معلوم...اور...على النفراد''......

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے خاص کی تعریف میں تین قیودات ذکر کی ہیں (۱)معنی معلوم(۲)مسمی معلوم(۳)علی الانفراد.....معنی معلوم سے مصنفؒ نے خاص کی اس تعریف سے مشترک کو خارج کیا ہے کیونکہ مشترک کی مراد معلوم اور متعین نہیں ہوتی ہے اور مسمی معلوم کی قید تخصیص بعد التعمیم کے طور پر ذکر کی ہے کیونکہ شخص معلوم کا کوئی فرد نہ ہونے کی وجہ سے اس میں خصوص زیادہ پایا جاتا ہے اور علی الانفراد سے مصنفؒ نے عام کو خارج کیا ہے کیونکہ عام کا وجود

Website:MadarseWale.blogspot.com

جماعت کیلئے ہوتا ہے۔

جواب (د)

خاص کی اقسام ان کی تعریفات اور مثالیں:

واضح رہے کہ اہل اصول کے نزدیک خاص کی تین قسمیں ہیں (۱) خاص الفرد، اس کو خاص العین بھی کہتے ہیں (۲) خاص النوع (۳) خاص الجنس۔

خاص الفرد: اس خاص کو کہتے ہیں جسے کسی متعین شخص یا شئی کے لئے وضع کیا جاتا ہے، جیسے لفظ زید جب کسی کا نام ہو تو نام رکھے جانے کی صورت میں اس کو شروع ہی سے متعین شخص کے لئے وضع کیا جاتا ہے۔

خاص النوع: اس خاص کو کہتے ہیں جسے انواع میں سے کسی متعین نوع کے لئے وضع کیا جاتا ہے اگر چہ اس کا مصداق متعدد افراد ہوتے ہیں، جیسے کہ لفظ رجل، یہ حیوانات کی ایک خاص نوع مردِ کامل کے لئے وضع کیا گیا ہے لیکن زید، عمر، بکر وغیرہ سب اس کا مصداق ہیں۔

خاص الجنس: اس خاص کو کہتے ہیں جسے کسی متعینہ جنس کو بیان کرنے کے لئے وضع کیا جاتا ہے اگر چہ اس کا مصداق بھی متعدد افرد ہوتے ہیں، جیسے کہ انسان یہ حیوان کی ایک متعینہ جنس حیوانِ ناطق کے لئے وضع کیا گیا ہے لیکن انسان کے تمام افراد اس کا مصداق ہیں۔

Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ھ)

کتاب اللہ کے خاص کا حکم:

کتاب اللہ کے خاص کا حکم یہ ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے، پس اگر اسکے مقابل خبر واحد یا قیاس آتا ہے، اور دونوں کو جمع کرنا ممکن ہے تو دونوں پر عمل کرنا بہتر ہے ورنہ خبر واحد اور قیاس کو ترک کر کے کتاب اللہ کے خاص پر عمل کرنا ضروری ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۲﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۷﴾

وَفَرَّعَ عَلٰى هٰذَا أَنَّ التَّخَلِّيَ لِنَفْلِ الْعِبَادَةِ أَفْضَلُ مِنَ الْاِشْتِغَالِ بِالنِّكَاحِ وَأَبَاحَ إِبْطَالَهُ بِالطَّلَاقِ كَيْفَ مَاشَاءَ الزَّوْجُ مِنْ جَمْعٍ وَتَفْرِيْقٍ وَأَبَاحَ إِرْسَالَ الثَّلَاثِ جُمْلَةً وَاحِدَةً وَجَعَلَ عَقْدَ النِّكَاحِ قَابِلاً لِلْفَسْخِ بِالْخُلْعِ۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) ''فرع'' کے فاعل اور مفعول اور ''هذا'' کے مشار الیہ کی تعیین کریں (ج) عبارت کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس اصول پر کہ نکاح عقد مالی کے مثل ہے یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ نفلی عبادت کیلئے اپنے آپ کو فارغ کرنا نکاح میں مشغول ہونے سے افضل ہے، نیز آپؒ نے طلاق کے ذریعہ نکاح کے باطل کرنے کو جس طرح شوہر چاہے تین طلاق کو جمع کرکے یا متفرق کے مباح قرار دیا ہے اور آپؒ نے تین طلاقوں کے ایک ساتھ واقع کرنے کو بھی مباح قرار دیا ہے اور نکاح کو خلع کے ذریعہ قابل فسخ بنایا ہے۔

''فرع'' کے فاعل اور مفعول اور ''هذا'' کے مشار الیہ کی تعیین:

واضح رہے کہ عبارت مذکورہ میں مصنف علیہ الرحمۃ کے قول ''فرع'' کا فاعل حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ ہیں اور ''ان التخلی .... الخ....'' پورا جملہ بتاویل مفرد ہو کر اس کا مفعول ہے، اور ''هذا'' کا مشار الیہ سابق میں بیان کردہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا اصول ''ان النکاح عندہ کالعقود المالیۃ'' ہے۔

(نجوم الحواشی: ۴۳)

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ج)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے سابق میں ذکر کردہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اصول پر متفرع ہونے والے تین مسائل بیان کئے ہیں، گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک نکاح ایک عقد مالی ہے اس کو منعقد کرنا عبادت میں مشغول ہونا یا کسی سنت کو قائم کرنا نہیں ہے، اس پر حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے پہلا مسئلہ یہ متفرع کیا ہے کہ عبادت میں مشغول ہونا چونکہ عقود مالیہ میں مشغول ہونے سے افضل ہوتا ہے اس لئے نفلی عبادت کیلئے وقت کو فارغ کرنا نکاح میں مشغول ہونے سے بہتر ہے، لیکن واضح رہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا یہ مسلک آدمی کی حالت اعتدال میں ہے غلبۂ شہوت کی صورت میں آپ علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی ایک روایت کے مطابق نکاح کرنا واجب اور ایک روایت کے مطابق سنت ہو جاتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے مذکورہ مسلک پر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع، قیاس اور عقلی دلیل سے استدلال کیا ہے، لیکن ہم یہاں تفصیل سے قطع نظر صرف کتاب اللہ سے آپؒ کی دلیل پیش کرتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے ''سیدا و حصورا ونبیا من الصالحین'' حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں عربی میں ''حصور'' اپنے نفس کو لذات یعنی نکاح وغیرہ سے روکنے والے کو کہتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے نکاح نہ کرنے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف کی ہے اور کسی بھی شخص کی تعریف افضل شئی اختیار کرنے پر کی جاتی ہے اگر اسلامی شریعت میں نکاح افضل ہوتا ہے تو اللہ رب العزت ترک نکاح پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف نہ فرماتے، ذات باری کا ترک نکاح پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف کرنا اس بات

Website:MadarseWale.blogspot.com

کی دلیل ہے کہ نکاح کرنا افضل نہیں ہے بلکہ اس کو ترک کرنا افضل ہے۔

(اجمل الحواشی:۳۴/ نجوم الحواشی:۴۵)

حضرت امام شافعیؒ کے برخلاف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ نکاح بھی چونکہ من جملہ عبادات میں سے ایک عبادت ہے اور اس کا مرتبہ نوافل سے بڑھ کر ہے اس لئے آدمی کا اس میں مشغول ہونا نوافل کیلئے وقت خالی کرنے سے افضل ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے مسلک پر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع، قیاس اور عقلی دلیل سے استدلال کیا ہے، لیکن یہاں بھی ہم تفصیل سے قطع نظر صرف کتاب اللہ سے آپؒ کی دلیل پیش کرتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں ''وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ'' تم اپنی بیواہ عورتوں کا، غلام اور باندیوں میں سے نیک لوگوں کا نکاح کرو یہ لوگ اگر مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا، حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں اس آیت میں اللہ رب العزت نے نکاح کو مستحب اور سبب غنا قرار دیا ہے اور یہ دونوں باتیں نکاح کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کرنا افضل ہے، اور جب ایسا ہے تو پھر نکاح میں مشغول ہونا نوافل میں مشغول ہونے سے بہتر ہے۔

قولہ: وَأبَاحَ إبْطَالَهُ بِالطَّلَاقِ.....

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے مذکورہ اصول پر دوسرا مسئلہ یہ متفرع کیا ہے کہ جس طرح عقد مالی کو ہر طرح سے ختم کرنے کی اجازت ہوتی ہے اسی طرح نکاح کو بھی ہر طرح سے ختم کیا جاسکتا ہے، پس اگر شوہر چاہے تو اس کو ایک طلاق کے ذریعہ بھی ختم کرسکتا ہے اور اگر چاہے تو دو یا تین طلاق کے ذریعہ بھی کرسکتا ہے، نیز شوہر کو اس بات کا بھی اختیار ہے اگر چاہے تو تین طلاق ایک طہر میں بیک جملہ دے سکتا ہے اور اگر چاہے تو ان کو تین طہر میں متفرق کرسکتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

اس کے برخلاف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے ایک طہر میں تین یا دو طلاق دینا یا ایک ہی ساتھ تین طلاق دینا بدعت ہے اگر انتہائی ضرورت ہو تو تین طہر میں تین طلاق دینا جائز ہے۔

قولہ: وَجَعَلَ عَقْدَ النِّكَاحِ قَابِلاً لِلْفَسْخِ.....

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے تیسرا مسئلہ یہ متفرع کیا ہے کہ جس طرح عقد مالی مثلاً بیع کو اقالہ کے ذریعہ فسخ کرنا جائز ہے اسی طرح نکاح کو خلع کے ذریعہ فسخ کرنا جائز ہے۔

اس کے برخلاف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ خلع طلاق بائن ہے اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ اس آخری مسئلہ کا ثمرۂ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے اگر آدمی اپنی بیوی سے خلع کرلے اور پھر بیوی کے دوسرا نکاح کرنے سے پہلے اس سے رجوع کرلے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ شخص صرف دو طلاقوں کا ہوتا ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نکاح اوّل کے فسخ ہونے کی وجہ سے اس کو تین طلاق کا ملک قرار دیتے ہیں۔

(اجمل الحواشی: ۳۷/اجود الحواشی: ۴۹)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۳﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۷﴾

وَكَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ خَاصٌ فِي وُجُوْدِ النِّكَاحِ مِنَ الْمَرْأَةِ فَلَا يُتْرَكُ الْعَمَلُ بِهِ بِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ وَيَتَفَرَّعُ مِنْهُ الْخِلَافُ فِي حِلِّ الْوَطْئِ وَلُزُوْمِ الْمَهْرِ وَالنَّفَقَةِ وَالسُّكْنٰى وَوُقُوْعِ الطَّلَاقِ وَالنِّكَاحِ بَعْدَ الطَّلَقَاتِ

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

الثّلاث علی مَا ذهب إِلَيهِ قدماء أصحَابه بِخلاف مَا اختَارَهُ الْمُتأَخّرُون مِنهُم۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کرترجمہ کریں (ب) خاص کی تعریف اور حکم تحریر کریں (ج) عبارت کامطلب تحریر کریں (د) ''والنکاح بعد الطلقات الثلاث'' سے مصنفؒ نے متقدمین اورمتاخرین شوافع کے جس اختلاف کی جانب اشارہ کیا ہے اس کوتحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اوراسی طرح اللہ رب العزت کے ارشاد ''حتىٰ تنكح زوجاً غيره'' میں لفظ ''تنكح'' عورت کی جانب سے نکاح کے پائے جانے میں خاص ہے پس اس پرعمل کرنا حضورعلیہ السلام سے مروی اس حدیث کی وجہ سے متروک نہیں ہوگا کہ جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے، اوراسی (مسئلہ) سے وطی کے حلال ہونے میں مہر، نفقہ اورسکنی کے لازم ہونے میں، طلاق کے واقع ہونے میں اورتین طلاق کے بعد دوبارہ نکاح کے صحیح ہونے میں شوافع کے متقدمین اورمتاخرین فقہاء کرام کے مابین اختلاف متفرع ہوتا ہے۔

جواب (ب)

خاص کی تعریف اور حکم:

خاص اس لفظ کو کہتے ہیں جسے افراد سے قطع نظر کسی معین معنی یا معین شخص کے لئے وضع کیا جاتا ہے۔

أما الخاص: فكل لفظ وضع لمعنى واحد على سبيل الانفراد عن الأفراد أى مع صرف النظر عن الأفراد، سواء كان ذلک المعنى شخصا كمحمد، أم نوعا كرجل، أم جنسا كانسان، فمادام المعنى المراد واحد فهو الخاص۔ (تسہیل الاوصول ۱۶)

Website:MadarseWale.blogspot.com

واضح رہے جمہور احناف کے نزدیک کتاب اللہ کے خاص کا حکم یہ ہے اس پر قطعی اور یقینی طریقے سے عمل کرنا واجب ہے، پس اگر اسکے مقابل خبر واحد یا قیاس آتا ہے اور دونوں کو جمع کرنا ممکن ہے تو دونوں پر عمل کرنا بہتر ہے اور اگر جمع کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر خبر واحد اور قیاس کو ترک کرکے کتاب اللہ کے خاص پر عمل کرنا ضروری ہے۔

جواب (ج)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے کتاب اللہ کے خاص سے خبر واحد کے تعارض کی تیسری مثال بیان کی ہے، یہ مثال یہ ایک فقہی مسئلہ پر مبنی ہے اس لئے مثال سمجھنے سے پہلے مسئلہ کا جاننا ضروری ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی عاقلہ، بالغہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرلیتی ہے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں اختلاف ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائے گا جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے مسلک پر قرآن کریم کی مذکورہ آیت ''حَتّٰی تنکح زوجا غیرہ'' سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے نکاح کی نسبت عورت کی جانب کی ہے پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے نکاح کی مالک ہے اس کو نکاح کرنے کیلئے ولی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

اس کے برخلاف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ السلام کے ارشاد سے استدلال کیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے ''أیّما امرآۃ نکحت نفسھا بِغیرِ إذنِ ولیھا فنکاحھا باطِل باطِل باطِل'' جو عورت اپنا نکاح اپنے ولی

Website:MadarseWale.blogspot.com

کی اجازت کے بغیر کرلیتی ہے اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے، حضرت امام شافعیؒ نے اس حدیث اپنے مسلک پر بایں طور استدلال کیا ہے کہ اس میں حضور علیہ السلام نے عورت کے کئے ہوئے نکاح کو باطل قرار دیا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت اگر اپنا نکاح خود کرلیتی ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مذکورہ مسئلہ کا سمجھنے کے بعد اب صاحب کتابؒ کی بیان کردہ مثال سمجھئے......

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ "حَتّٰی تنکح زوجا غیرہ" لفظ "تنکح" کا خاص ہے اور اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہے کیونکہ یہ وجود نکاح کے لئے ہی وضع کیا گیا ہے اور اس میں اللہ رب العزت نے نکاح کی نسبت عورت کی جانب کی ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کی پیش کردہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث خبر واحد ہے، پس یہاں کتاب اللہ کے خاص اور خبر واحد کے مابین تعارض ہے اور دونوں پر ایک ساتھ عمل کرنا ممکن نہیں ہے بایں طور کے کتاب اللہ کا خاص عورت کی جانب سے منعقد ہونے والے نکاح کو جائز قرار دے رہا ہے جبکہ خبر واحد ناجائز کہہ رہی ہے، اور کتاب اللہ کے خاص کا حکم آپ نے جان لیا ہے کہ اگر اس کا تعارض خبر واحد سے ہو جائے اور دونوں پر ایک ساتھ عمل کرنا ممکن نہ ہو تو خبر واحد کو ترک کر کے کتاب اللہ کے خاص پر عمل کیا جاتا ہے، پس اسی کے پیش نظر مذکورہ مسئلہ میں بھی کتاب اللہ کے خاص پر عمل جائے گا اور خبر واحد کو ترک کرتے ہوئے عورت کی جانب سے منعقد ہونے والے نکاح کو نافذ قرار دیا جائے گا۔ (اجمل الحواشی: ۳۸/ اجود الحواشی: ۵۰)

قولہ: وَیتفرّع مِنۡهُ الۡخلاف فِی حل الۡوَطی....

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عورت اگر اپنا نکاح خود کرلیتی ہے تو احناف اور شوافع کے مذکورہ اختلاف پر درج ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں....

(۱) احناف کے نزدیک شوہر کیلئے اس عورت سے وطی کرنا جائز ہے اس لئے کہ نکاح منعقد

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہو چکا ہے اور وہ اس کی بیوی ہے، جبکہ شوافع کے نزدیک نکاح نہ ہونے کی وجہ سے شوہر کیلئے وطی کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) احناف کے نزدیک شوہر پر اپنے بیوی کا مہر، نفقہ اور سکنی واجب ہے، جبکہ شوافع کے نزدیک شوہر پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔

(۳) احناف کے نزدیک اگر شوہر اس عورت کو تین طلاق دیدے تو طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور شوہر کیلئے اس عورت سے بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کرنا جائز نہیں رہتا، جبکہ متقدمین شوافع کے نزدیک چونکہ یہ اس کی بیوی نہیں ہے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوتی ہیں اور شوہر کیلئے اس سے بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کرنا جائز رہتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (د)

"والنکاح بعد الطلقات الثلاث" سے مصنفؒ نے کس جانب اشارہ کیا ہے:

واضح رہے کہ "والنکاح بعد الطلقات الثلاث" سے مصنفؒ نے شوافع کے متقدمین اور متاخرین فقہاء کے اختلاف کی جانب اشارہ کیا ہے، ان حضرات کے مابین اس بات پر اختلاف ہے کہ اگر عورت اپنا نکاح خود کر لیتی ہے اور شوہر اس کو تین طلاق دیدیتا ہے تو وہ مطلقہ مغلظہ ہوتی ہے یا نہیں؟ شوافع کے متقدمین فقہاء کرام کے نزدیک نکاحِ اوّل منعقد نہ ہونے کی وجہ سے یہ عورت مطلقہ مغلظہ نہیں ہوتی ہے اور شوہر کیلئے بغیر حلالہ اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا جائز رہتا ہے جبکہ متاخرین شوافع احتیاطاً اس عورت کو مطلقہ مغلظہ تسلیم کرتے ہیں اور شوہر کیلئے بغیر حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں، واضح رہے کہ شوافع کے نزدیک احتیاطاً اسی قول پر فتویٰ ہے۔ (اجود الحواشی: ۵۱)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۴﴾
﴿اصول الشاشی صفحہ ۷﴾

وَأما الْعَام فنوعان عَام خص عَنهُ الْبَعْض وعام لم يخص عَنهُ شَيْء فَالْعَامُّ الَّذِي لَمْ يَخصَّ عنه شَيْءٌ فَهُوَ بِمَنْزِلَة الْخَاص فِي حق لُزُوم الْعَمَل بِهِ لَا مَحَالَة وعَلى هَذَا قُلْنَا إِذا قطع يَدالسَّارِق بَعْدَمَا هلك الْمَسْرُوق عِنْده لَا يجب عَلَيْهِ الضَّمَان لِأَن الْقطع جَزَاء جَمِيع مَا اكْتسبهُ السَّارِق۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کرترجمہ کریں (ب) عام کی تعریف مع مثال تحریر کریں (ج) عام کی اقسام مع تعریفات واحکام تحریر کریں (د) مال مسروق کے ہلاک ہونے پر اگر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو پھر مال کے ضمان کا کیا حکم ہے؟ مع اختلاف فقہاء تحریر کریں (ھ) سرقہ کی تعریف اوراحناف کے نزدیک کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟ تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمة العبارة:

بہر حال عام تو اس کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ عام ہے جس سے بعض افراد کو خاص کرلیا جاتا ہے (۲) وہ عام ہے جس سے کوئی فرد خاص نہیں کیا جاتا، پس وہ عام جس سے کوئی فرد خاص نہیں کیا جاتا وہ یقینی طور سے اپنے اوپر عمل کے لازم ہونے کے حق میں خاص ہی کے درجہ میں ہوتا ہے، اور اسی بناء پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جب چور کے پاس سے مال مسروق ہلاک ہونے کے بعد اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا کیونکہ قطع ید، چور کے تمام جرائم کی سزا ہے۔

جواب (ب)

عام کی تعریف اور مثال:

عام ہر اس لفظ کو کہتے ہیں جو بیک وقت بہت سے افراد کو شامل ہوتا ہے، جیسے ''مؤمنون''

Website:MadarseWale.blogspot.com

یہ جمع کا صیغہ ہے اور یہ بہت سے افراد کو شامل ہے۔

واضح رہے کہ صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے عام کی تعریف میں کلمۂ لفظ کو ذکر کیا ہے اس سے آپؒ نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ کسی بھی لفظ میں عموم الفاظ کے اعتبار سے ہوتا ہے معانی کے اعتبار سے نہیں ہوتا، اسی لئے لفظ عام ہوتا ہے اس کے معنی عام نہیں ہوتے۔ (اجود الحواشی: ۳۸)

وأما العام: فكل لفظ وضع وضعا واحدا لكثيرين على سبيل الشمول من غير حصر في عدد معين۔ (تسہیل الاصول: ۱۷)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

عام کی اقسام، تعریفات اور احکام:

واضح رہے کہ عام کی دو قسمیں ہیں (۱) عام مخصوص منہ البعض (۲) عام غیر مخصوص منہ البعض۔

عام مخصوص منہ البعض کی تعریف:

عام مخصوص منہ البعض اس عام کو کہتے ہیں جس کے افراد میں سے بعض افراد کو خاص کر لیا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "احل اللّٰہ البیع وحرم الربٰوا" ہے اس آیت میں "احل اللّٰہ البیع" عام ہے کیونکہ اس پر الف لام جنس کا داخل ہے اور یہ بیع کے تمام افراد کو شامل ہے اور "وحرم الربٰوا" کہہ کر اس عام سے سود پر مبنی بیع کو خاص کر کے حرام کیا گیا ہے۔

عام مخصوص منہ البعض کا حکم:

واضح رہے کہ عام مخصوص منہ البعض کے حکم میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کے تین مذاہب ہیں.....

مذہب اول: پہلا مذہب شیخ ابوالحسن کرخی، ابوعبداللہ جرجانی اور عیسیٰ بن ابان علیہم الرحمۃ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک عام مخصوص منہ البعض پر عمل کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

بعض افراد کی تخصیص کے بعد یہ حجت قطعیہ باقی نہیں رہتا ہے۔

مذھب دوم: جمہور فقہاء کرام کا ہے، ان حضرات کے نزدیک اگر عام سے مخصوص ہونے والے افراد معلوم ہیں تو عام اپنے باقی افراد میں قطعی الدلالت رہتا ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، اور اگر مخصوص ہونے والے افراد مجہول ہیں تو پھر عام قطعی الدلالت باقی نہیں رہتا اور اس کے باقی افراد پر عمل کرنا واجب نہیں ہوتا۔

مذھب سوم: قاضی ابوزید علیہ الرحمۃ کا ہے، آپؒ کے نزدیک عام مخصوص منہ البعض اگرچہ بعض افراد کی تخصیص کے بعد قطعی الدلالت تو باقی نہیں رہتا لیکن اس کے جو افراد تخصیص کے بعد باقی رہ جاتے ہیں ان پر تخصیص کے احتمال کے ساتھ ساتھ عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ (اجمل الحواشی:۴۸)

عام غیر مخصوص منہ البعض کی تعریف:

عام غیر مخصوص منہ البعض اس کو کہتے ہیں کہ جس کے تمام افراد اس کے تحت باقی رہتے ہیں اور کسی فرد کی تخصیص نہیں ہوتی ہے، جیسے "ان اللہ بکل شئی علیم" یہ عام ہے اور اس کے تمام افراد اس کے تحت باقی ہیں کسی بھی فرد کو اللہ رب العزت کی جانکاری کے حکم سے نہیں نکالا گیا ہے۔ (صفوۃ الحواشی:۴۶)

عام غیر مخصوص منہ البعض کا حکم:

عام مخصوص منہ البعض کی طرح اس کے حکم میں بھی اختلاف ہے، چنانچہ احناف کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مفید یقین ہونے اور اس پر قطعیت کے ساتھ عمل واجب ہونے کے حق میں خاص کے مرتبہ میں ہے، یعنی جس طرح خاص یقین کا فائدہ دیتا ہے اور اس پر قطعی طور سے عمل کرنا لازم ہوتا ہے بعینہ اسی طرح عام غیر مخصوص منہ البعض بھی یقین کا فائدہ دیتا ہے اور اس پر بھی قطعی طور سے عمل کرنا لازم ہوتا ہے، اور شوافع کے نزدیک یہ خبر واحد اور قیاس کے مرتبہ میں ہے، یعنی

Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جس طرح خبر واحد اور قیاس ظن کا فائدہ دیتے ہیں، اسی طرح یہ بھی ظن کا فائدہ دیتا ہے، پس ان حضرات کے نزدیک اس پر قطعی طریقے سے عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ (اجود الحواشی: ۵۲ تا ۵۳)

جواب (د)

مال مسروق کی ہلاکت پر قطع ید کے بعد چور سے ضمان کیلئے کا حکم اور فقہاء کے مذاہب؟:

واضح رہے کہ مسروقہ مال اگر چور کے پاس سے ہلاک ہو جائے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو پھر اس سے مال کا ضمان بھی لیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، چنانچہ اس سلسلے میں فقہاء کرام کے دو مذاہب ہیں.....

Website:MadarseWale.blogspot.com

مذہب اول:

پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا ہے، آپؒ کے نزدیک اگر مال مسروق کی ہلاکت، پر چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو پھر اس سے ہلاک شدہ مال کا ضمان نہیں لیا جائے گا۔

آپؒ نے اپنے اس مسلک پر قرآن کریم کی آیت "السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا" سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں "جزاء بما کسبا" کے اندر لفظ "ما" عام ہے اور یہ عام غیر مخصوص منہ البعض ہے، پس اس کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ قطع ید چور کے تمام جرائم کی سزاء ہے اور چور کے جرائم میں چونکہ مال مسرق کی ہلالت بھی اس لئے یہ اس کی بھی سزاء ہے۔

واضح رہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ اپنے مسلک کی تائید میں مزید یہ فرماتے ہیں کہ اگر قیاس کی وجہ سے قطع ید کے بعد چور پر مال مسروق کا ضمان عائد کیا جائے گا تو پھر کتاب اللہ کے اس عام کو قیاس سے مقید کرنا لازم آئے گا اور چور پر بجائے ایک کے دو سزائیں جاری ہوں گی پس اس صورت میں کتاب اللہ کے اس عام پر قطعیت کے ساتھ عمل نہیں ہوگا جبکہ عام غیر مخصوص منہ البعض پر قطعیت کے ساتھ عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

مذہب دوم:

اس سلسلے میں دوسرا مذہب حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ہے، آپؒ کے نزدیک اگر چور کے پاس سے مال مسروق ہلاک ہو جائے تو قطع ید کے بعد اس پر ضمان عائد ہوتا ہے۔

آپؒ نے اپنے اس مسلک پر قیاسی دلیل سے استدلال کیا ہے، آپؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح غصب میں مال مغصوب کی ہلاکت کے بعد غاصب پر اس کا ضمان لازم ہوتا ہے اسی طرح چوری صورت میں بھی سارق پر مال مسروق کا ضمان لازم ہوگا کیونکہ ان دونوں کے مابین علت یعنی غیر کے مال کو ہلاک کرنا متحد ہے پس اس اتحادِ علت کی بنیاد پر ان دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

Website:NewMadarsa.blogspot.com

(اجود الحواشی:۵۳تا۵۴)

جواب (ھ)

سرقہ کی تعریف اور احناف کے نزدیک کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟:

واضح رہے کہ سرقہ کے لغوی معنی مطلقاً کسی چیز کو لینے کے آتے ہیں، اور اصطلاح میں سرقہ کسی کے قابل احترام بقدر نصاب محفوظ مال کو خفیہ طریقے سے لینے کو کہتے ہیں۔

السرقة فی اللغة اخذ شئی وفی الاصطلاح هو اخذ مال محترم محرز خفية من غیر تاویل وشبهة۔

واضح رہے کہ احناف کے نزدیک جس مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے اس ملکیت دس درہم ہونا ضروری ہے۔ (محبوب الحواشی:۵۰)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۵﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۸﴾

وبمثله نقول فِی قَوْلِه تَعَالٰی فاقرؤوا مَا تیَسّر من الْقُرْآن فَإِنَّهُ عَام فِي جَمِيع

Website:MadarseWale.blogspot.com

مَا تيَسّر من الْقُرْآن وَمن ضَرُورَته عدم توقف الْجَوَاز على قِرَاءَة الْفَاتِحَة وَجَاء فِي الْخَبَر أَنه قَالَ لَا صَلَاة إِلَّا بِفَاتِحَة الْكتاب فعملنا بهما على وَجه لَا يتَغَيَّر بِهِ حكم الْكتاب بِأَن نحمل الْخَبَر على نفي الْكَمَال حَتَّى يكون مُطلق الْقِرَاءَة فرضا بِحكم الْكتاب وَقِرَاءَة الْفَاتِحَة وَاجِبَة بِحكم الْخَبَر۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کا مطلب وضاحت کے ساتھ قلم بند کریں۔

Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمة العبارة:

اور اسی کے مثل ہم اللہ رب العزت کے ارشاد "فاقرؤوا مَا تيَسّر من الْقُرْآن" میں کہتے ہیں کہ کلمہ "ما" قرآن کریم کی ہر اس آیت کو جس کا تلاوت کرنا آسان ہو شامل ہے اور اس کیلئے جواز صلوٰۃ کا سورۂ فاتحہ پر موقوف نہ ہونا لازم ہے، اور حدیث شریف میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے، پس ہم ان دونوں پر اس طریقے سے عمل کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کا حکم متغیر نہیں ہوتا ہے، چنانچہ ہم حدیث کو نفی کمال پر محمول کرتے ہیں پس (نماز میں) کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے مطلق قرأت کرنا فرض اور حدیث شریف کے حکم کی وجہ سے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنا واجب ہے۔

جواب (ب)

مطلب العبارة:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے کتاب اللہ کے عام غیر مخصوص منہ البعض کے حکم کی دوسری مثال بیان کی ہے، یہ مثال ایک فقہی مسئلہ کی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک نماز میں مطلق قرأت کرنا فرض اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، پس

Website:MadarseWale.blogspot.com

اگر کسی نے نماز میں مطلق قرأت کی اور سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو نماز ہو جائے گی لیکن کامل نہیں ہوگی بلکہ ترک واجب کی وجہ سے واجب الاعادہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے اپنے مسلک پر قرآن کریم کی آیت "فاقرؤوا ما تیسّر من القرآن" سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے نماز کے اندر ما تیسر من القرآن کے پڑھنے کا حکم دیا ہے، اور "ما تیسر" میں کلمۂ "ما" عام غیر مخصوص منہ البعض ہے جو قرآن کریم کے ہر حصہ کو خواہ سورۂ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ شامل ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قرآن کریم کے سب سے آسان مطلق حصہ کی قرأت کرنا فرض ہے اس میں سورۂ فاتحہ اور غیر فاتحہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

احناف کے برخلاف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مطلق قرأت کی طرح فرض ہے پس اگر کسی نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو آپ کے نزدیک اس کی نماز نہیں ہوگی۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے مسلک پر حضور علیہ السلام کے ارشاد "لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب" سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے نماز میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کو لازم قرار دیا ہے اور جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کو کالعدم شمار کیا ہے ،پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔

صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ مسئلہ میں اپنے مسلک پر جس حدیث سے استدلال کیا ہے یہ خبر واحد ہے اور اگر ہم اس حدیث کی بنیاد پر نماز میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض قرار دیدیں تو خبر واحد سے کتاب اللہ کے عام غیر مخصوص منہ البعض کو مقید کرنا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے، لیکن چونکہ یہاں کتاب اللہ کے عام میں تغیر کئے بغیر خبر واحد پر عمل کرنا ممکن ہے اس لئے ہم ان دونوں کو ایک ساتھ جمع کرتے ہیں اور یہ حکم

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

لگاتے ہیں کہ نماز میں اللہ رب العزت کے ارشاد ''فاقرؤوا ما تیسّر من القرآن'' کے حکم کی وجہ سے مطلق قرأت کرنا فرض ہے اور حدیث مذکورہ کے حکم کی وجہ سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔(اجود الحواشی:۵۵)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ٦﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۸﴾

وَقُلْنَا كَذٰلِكَ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ يُوجِبُ حُرْمَةَ مَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا وَجَاءَ فِي الْخَبَرِ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سُئِلَ عَنْ مَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا فَقَالَ كُلُوهُ فَإِنَّ تَسْمِيَةَ اللهِ تَعَالٰى فِي قَلْبِ كُلِّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ فَلَا يُمْكِنُ التَّوْفِيقُ بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ لَوْ ثَبَتَ الْحِلُّ بِتَرْكِهَا عَامِدًا لَثَبَتَ الْحِلُّ بِتَرْكِهَا نَاسِيًا فَحِينَئِذٍ يَرْتَفِعُ حُكْمُ الْكِتَابِ فَيُتْرَكُ الْخَبَرُ۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) یہ مسئلہ جس قاعدہ پر متفرع ہے اس کو تحریر کریں (ج) جانور کو ذبح کرتے ہوئے عامداً اور ناسیاً ترک تسمیہ کے حکم میں فقہاء کرام کا اختلاف تحریر کریں (د) احناف کی جانب سے حضرت امام شافعی کے مسلک اور دلیل کا جواب قلم بند کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی طرح ہم اللہ رب العزت کے ارشاد ''وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ'' کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ قول متروک التسمیہ عامداً کی حرمت کو ثابت کرتا ہے، اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام سے متروک التسمیہ عامداً کے متعلق معلوم کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو کھالو اس لئے کہ ہر مسلمان کے دل میں اللہ رب العزت کا نام ہوتا ہے، پس یہاں ان دونوں کے مابین تطبیق ممکن نہیں ہے کیونکہ اگر ترک تسمیہ عامداً کی

Website:MadarseWale.blogspot.com

صورت میں ذبیحہ کی حالت ثابت ہوتو پھر ترک تسمیہ ناسیاً کی صورت میں بھی ذبیحہ حلال ہوجائے گا پس اس وقت کتاب کا حکم مرتفع ہوجائے گا بایں وجہ یہاں یہ حدیث چھوڑ دی جائے گی۔

جواب(ب)

مذکورہ مسئلہ کس قاعدہ پر متفرع ہے؟:

واضح رہے کہ مذکورہ مسئلہ اس قاعدہ پر متفرع ہے کہ احناف کے نزدیک کتاب اللہ کا عام غیر مخصوص منہ البعض خاص کے درجہ میں ہوتا ہے اور اس پر خاص ہی کی طرح قطعیت کے ساتھ عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور اگر خبر واحد یا قیاس اس کے معارض ہوتے ہیں اور دونوں کے مابین تطبیق ممکن نہیں ہوتی ہے تو خبر واحد اور قیاس کو ترک کر کے اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

جواب(ج)

جانور کو ذبح کرتے ہوئے عامداً اور ناسیاً ترک تسمیہ کا حکم:

جانور کو ذبح کرتے ہوئے عامداً اور ناسیاً ترک تسمیہ کے حکم میں ائمہ ثلاثہ کے مابین اختلاف ہے، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے جانور کو ذبح کرتے ہوئے جان بوجھ کر تسمیہ ترک کردیا تو ذبیحہ کا کھانا حلال نہیں ہے اور اگر تسمیہ پڑھنا بھول گیا تو ذبیحہ کا کھانا حلال ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے ہوئے ترک تسمیہ خواہ عامداً ہو یا ناسیاً قابل عفو نہیں ہے اور دونوں صورتوں میں ذبیحہ کا کھانا حرام ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے جانور کو ذبح کرتے ہوئے ترک تسمیہ خواہ عامداً ہو یا ناسیاً بہر صورت قابل عفو ہے اور دونوں صورتوں میں ذبیحہ کا کھانا حلال ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک علیہما الرحمۃ نے اپنے اپنے مسالک پر قرآن کریم کی آیت ''وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے متروک التسمیہ جانور کے کھانے سے منع فرمایا ہے،
حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس آیت میں چونکہ کلمۂ ''مـــا'' عام ہے اور متروک التسمیہ کے ہر فرد عامداً اور ناسیاً کو شامل ہے اس لئے ترک تسمیہ کی دونوں صورتوں میں ذبیحہ کا کھانا حرام ہے، جبکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ آیت متروک التسمیہ عامداً کو شامل نہیں ہے کیونکہ خطاء اور نسیان اس امت کے حق میں قابل عفو ہیں چنانچہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے ''رفع عن امتی الخطاء والنسیان'' میری امت سے خطاء اور نسیان اُٹھالئے گئے ہیں، پس اس حدیث کی بنیاد پر متروک التسمیہ ناسیاً اس آیت سے مستثنیٰ ہے۔

حضرات شیخینؒ کے برخلاف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے مسلک پر حدیث نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام سے استدلال کیا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ صحابہؓ میں سے کسی نے حضور علیہ السلام سے متروک التسمیہ عامداً ذبیحہ کے متعلق معلوم کیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس کو کھالو اس لئے کہ اللہ کا نام ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے، حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے متروک التسمیہ عامداً ذبیحہ کے کھانے کی اجازت دی ہے پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کھانا حلال ہے اور جب یہ حلال ہے تو پھر متروک التسمیہ ناسیاً بدرجۂ اولیٰ حلال ہے۔

جواب (د)

احناف کی جانب سے حضرت امام شافعیؒ کے مسلک اور دلیل کا جواب:

واضح رہے کہ احناف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ مسلک اور دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت! اگر ترک تسمیہ کے دونوں فرد عامداً اور ناسیاً کو حلال قرار دیدیا جائے تو پھر کتاب اللہ کی آیت ''وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لم يذكر اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' بغیر حکم کے رہ جائے گی، بایں طور کہ اس آیت میں کلمۂ ''ما'' عام ہے جو متروک التسمیہ کے دونوں

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

فرد عامداً اور ناسیاً کو شامل ہے اور ہم نے ناسیاً کو پہلے ہی اس سے مستثنیٰ کر لیا ہے پس اب اس کے تحت صرف ایک فرد عامداً باقی ہے اگر اس کو بھی اس سے نکال دیا جائے گا تو یہ آیت بغیر حکم کے رہ جائے گی، پس بایں وجہ متروک التسمیہ عامداً کو اس سے خارج نہیں کیا جائے گا اور کتاب اللہ کے اس حکم کے مقابلہ میں آپؐ کی پیش کردہ خبر واحد کو عدم تطبیق کی بنیاد پر ترک کر دیا جائے گا۔ (اجود الحواشی: ۵۷تا۵۸)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۷﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۹﴾

وَكَذٰلِكَ قَوْلُه تَعَالٰى وأمهاتكم اللَّاتِي أرضعنكم يَقْتَضِي بِعُمُومِهِ حُرْمَةَ نِكَاحِ الْمُرضعَة وَقد جَاءَ فِي الْخَبَرِ لَا تحرم المصة وَلَا المصتان وَلَا الإملاجة وَلَا الإملاجتان فَلم يُمكن التَّوْفِيق بَينهمَا فَيترك الْخَبَرُ۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کا مطلب وضاحت کے ساتھ لکھتے ہوئے حرمت رضاعت کے ثبوت میں فقہاء کرام کے مذاہب اور دلائل تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی طرح اللہ رب العزت کا ارشاد "و أمهاتكم اللَّاتِي أرضعنكم" اپنے عموم کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت کے نکاح کی حرمت کا تقاضا کرتا ہے، اور حدیث شریف میں آتا ہے ایک دفعہ یا دو دفعہ چوس لینے سے یا بچہ کے منہ میں ایک یا دو دفعہ پستان داخل کر دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے، پس ان دونوں کے مابین چونکہ تطبیق ممکن نہیں ہے اس لئے یہاں حدیث شریف کو چھوڑ دیا جائے گا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب(ب)

مطلب العبارۃ اورحرمت رضاعت کے ثبوت میں فقہاء کرام کے مذہب اوردلائل:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے عام غیرمخصوص منہ البعض کے مقابلہ میں خبرواحد کے متروک ہونے کی مثال بیان کی ہے،اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ رضیع اورمرضعہ کے مابین حرمت کثیررضاعت سے ثابت ہوتی ہے یاقلیل سے بھی ہوجاتی ہے اس سلسلے میں اختلاف ہے چنانچہ اس مسئلہ میں فقہاء کرام کے دومذاہب ہیں.......

مذہب اول:

پہلامذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا ہے،آپؒ کے نزدیک مطلقاًرضاعت سے حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔

واضح رہے کہ حضرت امام مالک اورامام احمدبن حنبل علیہماالرحمۃ سے بھی ایک روایت اسی کے مثل منقول ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مذہب دوم:

دوسرامذہب حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ہے،آپؒ کے نزدیک مطلق رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے ثابت ہونے کیلئے بچہ کاکم ازکم پانچ گھونٹ دودھ پینا ضروری ہے۔

مذہب اول کی دلیل اوروجہ استدلال:

مذہب اول کے قائلین نے اپنے مسلک پرقرآن کریم کی آیت سے استدلال کیاہے،قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشادفرماتے ہیں"وأمهاتكم اللّاتي أرضعنكم"وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایاہے وہ تمہارے لئے حرام ہیں،وجہ استدلال یہ ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت عام ہے پس اس کاعموم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دودھ پلانے والی عورت مطلقاًدودھ پلانے سے بچہ پرحرام ہوجاتی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

مذہب دوم کی دلیل اور وجہ استدلال:

مذہب دوم کے قائل حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے مسلک پر حضور علیہ السلام کے ارشاد سے استدلال کیا ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے "وَ لَا تحرم المصة وَلَا المصتان وَلَا الإملاجة وَلَا الإملاجتان" بچہ کے ایک یا دو مرتبہ عورت کے پستان کو چوس لینے یا عورت کے اپنے پستان کو ایک یا دو مرتبہ بچہ کے منہ میں داخل کر دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قلیل رضاعت سے حرمت کا ثبوت نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے ثابت رہنے کیلئے بچہ کا کم از کم پانچ گھونٹ دودھ پینا ضروری ہے۔

مذہب اول کی جانب سے مذہب دوم کی مذکورہ دلیل کا جواب:

مذہب اول کی جانب سے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کی مذکورہ دلیل کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ حضرت! جس حدیث سے آپؒ نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے یہ حدیث خبر واحد ہے جبکہ ہماری دلیل قرآن کریم کی آیت ہے اور ان دونوں پر بیک وقت عمل کرنا ممکن نہیں ہے پس یہاں آیت پر عمل کیا جائے گا اور خبر واحد کو ترک کر دیا جائے گا۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۸﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۹﴾

وَأما الْعَام الَّذِی خص عِنْد الْبَعْض فَحكمه أَنه يجب الْعَمَل بِهِ فِي الْبَاقِي مَعَ الِاحْتِمَال فَإِذا أَقَامَ الدَّلِيل على تَخْصِيص الْبَاقِي يجوز تَخْصِيصه بِخَبَر الْوَاحِد أَو الْقيَاس إِلَى أَن يبْقى الثُّلُث بعد ذَلِك لَا يجوز۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کا مطلب تحریر کریں

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) "تَخْصِیصه بِخَبَرِ الْوَاحِد" دعوی کی دلیل مصنفؒ کے بیان کے مطابق تحریر کریں (د) عام مخصوص منہ البعض میں تین افراد باقی رہنے کے بعد تخصیص کرنا کیوں جائز نہیں ہے؟ تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور عام مخصوص منہ البعض کا حکم یہ ہے کہ اس کے بقیہ افراد میں تخصیص کے احتمال کے ساتھ اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، پس جب باقی افراد کی تخصیص پر دلیل قائم ہو جائے تو خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ تین افراد باقی رہنے تک ان کی تخصیص کرنا جائز ہے لیکن جب عام کے تحت تین افراد باقی رہ جائیں تو پھر تخصیص کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب (ب)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے عام مخصوص منہ البعض کا حکم بیان کیا ہے، جیسا کہ سابقہ سوال کے تحت گذر چکا ہے کہ عام مخصوص منہ البعض اس عام کو کہتے ہیں جس سے دلیل کی بنیاد پر بعض افراد کی تخصیص کر لی جاتی ہے، اس عام کا حکم یہ ہے کہ اس کے بقیہ افراد میں تخصیص کے احتمال کے ساتھ اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

جواب (ج)

"تَخْصِیصه بِخَبَرِ الْوَاحِد" دعوی کی دلیل:

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں عام مخصوص منہ البعض کے بقیہ افراد کی تخصیص پر اگر کوئی دلیل قائم ہو جاتی ہے تو خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ ان کی تخصیص کرنا بھی جائز ہے لیکن یہ تخصیص صرف تین افراد کے باقی رہنے تک کی جا سکتی ہے، پس جب عام کے تحت تین افراد باقی رہ جائیں تو پھر تخصیص کرنا جائز نہیں ہے بلکہ بغیر تخصیص کے باقی افراد پر عمل کرنا واجب ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (د)

تین افراد باقی رہنے کے بعد تخصیص کے عدم جواز کی وجہ:

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عام مخصوص منہ البعض کے تمام افراد میں تخصیص کرنا جائز ہے تو پھر آخری تین افراد میں تخصیص کرنا کیوں جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام کے تحت تین افراد باقی رہنے کے بعد تخصیص کرنا اس لئے جائز نہیں ہے اگر عام سے ان افراد کو بھی نکال دیا جائے گا تو عام کی عمومیت جمع ختم ہو جائے گی جس سے عام کا نسخ لازم آئے گا اور خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ کتاب اللہ کے عام کا نسخ کرنا جائز نہیں ہے، پس عام کو نسخ سے بچانے اور اس کی عمومیت جمع باقی رکھنے کیلئے اس کے تحت تین افراد کا ہونا ضروری ہے بایں وجہ تین افراد باقی رہنے کے بعد تخصیص کرنا جائز نہیں ہے۔ (اجواد الحواشی: ۶۰)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۹﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۹﴾

وَإِنَّمَا جَازَ ذَلِکَ لِأَنَّ الْمُخَصِّصَ الَّذِی أَخرج الْبَعْض عَن الْجُمْلَة لَوأخرج بَعْضًا مَجْهُولا يثبت الِاحْتِمَال فِي کل فَرد معِين فَجَاز أَن يکون بَاقِيا تَحت حکم الْعَام وَجَاز أَن يکون دَاخِلا تَحت دَلِيل الْخُصُوص فاسْتَوَى الطرفان فِي حق الْمعِين فَإِذا أَقَامَ الدَّلِيل الشَّرْعِيّ على أَنه من جملَة مَا دخل تَحت دَلِيل الْخُصُوص ترجح جَانب تخصيصه۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کا مطلب تحریر کریں (ج) عام مخصوص منہ البعض کی تعریف، مثال اور حکم تحریر کرتے ہوئے خبر واحد یا قیاس سے عام کی تخصیص کرنا کہاں تک جائز ہے قلم بند کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور عام میں (دلیل قطعی کے ذریعہ تخصیص کرنے کے بعد خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ تخصیص کرنا) اس لئے جائز ہے کہ وہ مخصص جس نے عام کے جملہ افراد سے بعض کو نکالا ہے تو اگر بعض مجہول کو نکالا ہے تو ہر فرد معین میں احتمال ثابت ہوگا پس یہ بھی ممکن ہوگا کہ ہر فرد عام کے حکم کے تحت باقی ہو اور یہ بھی ممکن ہوگا کہ مخصص کے تحت داخل ہو پس فرد معین کے حق میں دونوں طرفیں برابر ہوں گی، اب اگر شرعی دلیل اس بات پر موجود ہو کہ وہ فرد معین ان افراد میں سے ہے جو مخصص کے تحت داخل ہیں تو اس کی جانب تخصیص کو ترجیح حاصل ہوگی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے اپنے سابقہ قول کی دلیل بیان کی ہے، سابق میں مصنفؒ نے یہ قول پیش کیا تھا کہ اگر دلیل قطعی یعنی کتاب اللہ، حدیث مشہور یا اجماع کے ذریعہ ایک مرتبہ کسی عام کی تخصیص کر دی جائے اور اس سے بعض افراد کو خاص کر لیا جائے تو پھر اس عام کی تخصیص خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ بھی کرنا جائز ہے، مصنفؒ اپنے اس قول کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب دلیل قطعی کے ذریعہ کسی عام کی تخصیص ہو جاتی ہے تو عام کی قطعیت زائل ہو جاتی ہے اور وہ ظنی بن کر خبر واحد اور قیاس کے درجہ میں ہو جاتا ہے اور یہ دونوں بھی چونکہ ظنی ہیں اس لئے ایک ظنی کی دوسری ظنی کے ذریعہ تخصیص کرنا جائز ہے۔

واضح رہے کہ صاحب کتابؒ کی بیان کردہ اس دلیل کی تفصیل یہ ہے کہ مخصص جب عام میں تخصیص کرتا ہے تو عام سے یا تو مجہول افراد کو خاص کرتا ہے یا معلوم کو کرتا ہے اگر مخصوص ہونے والے افراد مجہول ہیں تو پھر عام کے ہر فرد میں اس بات کا احتمال ہوگا کہ ہوسکتا ہے وہ خاص نہ کیا گیا

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہو بلکہ عام ہی کے تحت باقی ہو اور جب ایسا ہے تو اس فرد معین کے حق میں عام کے تحت باقی رہنے اور اس سے خارج ہونے کی دونوں طرفین برابر ہوں گی اور اس کے بعد اگر کوئی دلیل شرعی خواہ وہ ظنی ہی کیوں نہ ہو اس بات پر قائم ہوگئی کہ وہ فرد افراد مخصوصہ میں سے ہے تو اس کی جانب تخصیص ہی کو ترجیح دی جائے گی اور اس کو افراد مخصوصہ ہی میں سے شمار کیا جائے گا، اور اگر عام سے مخصوص ہونے والے افراد معلوم ہوں تو ان میں اس بات کو احتمال ہوگا کہ ہوسکتا ہے یہ افراد کسی ایسی علت کے ساتھ معلول ہوں کہ جو علت اس فرد معین میں موجود ہے پس اس فرد معین کے علاوہ جس جس فرد میں اس علت کے موجود ہونے کی شرعی دلیل قائم ہو جائے گی خواہ یہ دلیل ظنی ہی کیوں نہ ہو تو اس فرد میں تخصیص کی جہت عدم تخصیص کی جہت پر راجح ہوگی۔ (اجمل الحواشی: ۵۰ تا ۵۱)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

عام مخصوص منہ البعض کی تعریف، مثال اور حکم:

عام مخصوص منہ البعض اس عام کو کہتے ہیں جس کے افراد میں سے بعض افراد کو خاص کرلیا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ''احل اللہ البیع وحرم الربوٰا'' ہے اس آیت میں ''احل اللہ البیع'' عام ہے کیونکہ اس پر الف لام جنس کا داخل ہے اور یہ بیع کے تمام افراد کو شامل ہے اور ''وحرم الربوٰا'' کہہ کر اس عام سے سود پر مبنی بیع کو خاص کر کے حرام کیا گیا ہے۔

عام مخصوص منہ البعض کا حکم یہ ہے کہ اس پر اس کے باقی افراد میں تخصیص کے احتمال کے ساتھ ساتھ عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ تفصیل سوال نمبر۳ کے تحت گذر چکی ہے۔

خبر واحد یا قیاس سے عام کی تخصیص کرنا کہاں تک جائز ہے؟:

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خبر واحد اور قیاس سے عام میں کہاں تک تخصیص کرنا جائز ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں صاحب کتاب اور بعض مشائخ احناف کا مذہب یہ ہے کہ عام کے تحت تین افراد باقی رہنے تک خبر واحد اور قیاس سے عام کی تخصیص کرنا جائز ہے، پس

Website:MadarseWale.blogspot.com

تخصیص کے بعد جب عام کے تحت تین افراد باقی رہ جائیں تو پھر تخصیص کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اہل لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمع کا ادنیٰ درجہ تین افراد ہیں، لہذا اس کے بعد بھی اگر عام سے تخصیص کی جائے گی تو وہ عام نہیں رہے گا بلکہ نسخ ہو جائے اور خبر واحد یا قیاس سے عام کو نسخ کرنا جائز نہیں ہے، اس کے برخلاف جمہور فقہاء کرام کا مذہب یہ ہے کہ عام کے تحت ایک فرد باقی رہنے تک اس میں تخصیص کی جاسکتی ہے۔ (اجمل الحواشی:۴۹)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۱۰﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۹﴾

ذهب أَصحَابنَا إِلَى أَن الْمُطلق من كتاب الله تَعَالَى إِذا أمكن الْعَمَل بِإِطْلَاقِهِ فَالزِّيَادَة عَلَيْهِ بِخَبَر الْوَاحِد وَالْقِيَاس لَا يجوز مِثَاله فِي قَوْله تَعَالَى (فَاغْسِلُوا وُجُوهكُم) فالمأمور بِهِ هُوَ الْغسْل على الْإِطْلَاق فَلَا يُزَاد عَلَيْهِ شَرط النِّيَّة وَالتَّرْتِيب والموالاة وَالتَّسْمِيَة بالْخبر وَلَكِن يعْمل بالْخبر على وَجه لَا يتَغَيَّر بِهِ حكم الْكتاب فَيُقَال الْغسْل الْمُطلق فرض بِحكم الْكتاب وَالنِّيَّة سنة بِحكم الْخَبَر۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلق کی تعریف تحریر کریں (ج) مطلب وضاحت کے ساتھ قلم بند کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

یہ فصل مطلق اور مقید کے بیان میں ہے: ہمارے علماء احناف نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ کتاب اللہ کے مطلق پر جب تک اس کے اطلاق کے ساتھ عمل کرنا ممکن ہے تو خبر واحد یا قیاس کے

Website:MadarseWale.blogspot.com

ذریعہ اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے، اس کی مثال اللہ رب العزت کے ارشاد "فاغسلوا وجوھکم" میں ہے، اس آیت کریمہ میں مامور بہ مطلق غسل ہے، پس اس مامور بہ پر خبر واحد کی وجہ سے نیت، ترتیب، موالاۃ اور تسمیہ کی شرط کو زیادہ نہیں کیا جائے گا، البتہ خبر واحد پر اس طرح کہ جس سے کتاب اللہ کا حکم تبدیل نہ ہو عمل کیا جائے گا، چنانچہ کہا جائے گا، کہ (وضو میں) مطلق غسل کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے فرض ہے اور نیت خبر واحد کے حکم کی وجہ سے سنت ہے۔

جواب (ب)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلق کی تعریف:

واضح رہے کہ اہل اصول کے نزدیک مطلق اس لفظ کو کہتے ہیں جو بغیر کسی وصف کے صرف شئی کی ذات پر دلالت کرتا ہے جیسے لفظ "الماء" یہ صرف پانی کی ذات پر دلالت کرتا ہے، پانی کے ٹھنڈے یا گرم ہونے کی کوئی صفت اس میں ملحوظ نہیں ہوتی۔ (اجواد الحواشی:۶۳)

أما المطلق: فهو اللفظ الدال على الذات دون الصفات نحو الماء فهو يدل على ذات الماء بدون اوصافه۔

جواب (ج)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب نے کتاب اللہ کے مطلق کا حکم بیان کیا ہے، علماء احناف کے نزدیک کتاب اللہ کے مطلق کا حکم یہ ہے، کہ جب تک اس پر اس کے اطلاق کے ساتھ عمل کرنا ممکن ہو تو اس وقت تک خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عند الاحناف کتاب اللہ کا مطلق خاص میں داخل اور اسی کی طرح قطعی ہے، پس جس طرح خبر واحد اور قیاس کے ذریعہ خاص پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح مطلق کو مقید کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

اس کے برخلاف شوافع کے نزدیک کتاب اللہ کا مطلق عام میں داخل ہے، پس ان حضرات کے نزدیک جس طرح عام پر خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ زیادتی کرنا جائز ہے اسی طرح مطلق پر زیادتی کرنا بھی جائز ہے۔

واضح رہے کہ کتاب اللہ کے مطلق کی متعدد مثالیں ہیں لیکن یہاں صاحب کتاب نے آیت وضو کو مثال میں پیش کیا ہے، قرآن کریم میں سورۂ مائدہ کے اندر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں "یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَی الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَیْدِیَكُمْ إِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَی الْكَعْبَیْنِ" اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنا چہرہ دھولو اور ہاتھ کہنیوں سمیت دھولو اور سر کا مسح کرو اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھولو، اس آیت میں اعضاء وضو کے متعلق مطلقاً چار حکم مذکور ہے، اور چاروں مطلق ہیں، ان میں کوئی قید اور زیادتی نہیں ہے اس لئے احناف کے نزدیک وضو میں صرف یہی چار احکام فرض ہیں۔

اس کے برخلاف حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ وضو میں اعضاء کو مسلسل دھونا شرط قرار دیتے ہیں، آپ اپنے اس مسلک پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے وضو میں ہمیشہ موالات پر مداومت اختیار فرمائی ہے، پس آپ علیہ السلام کا مداومت فرمانا اس کے شرط ہونے کی دلیل ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ وضو میں آیت وضو کے اندر بیان کردہ مذکورہ چاروں احکام کے علاوہ نیت اور ترتیب کو اختیار کرنا بھی فرض ہے، آپ اپنے اس مسلک پر حدیث نبوی "انما الاعمال بالنیات" سے استدلال کرتے ہیں، یہ حدیث بخاری شریف کی پہلی روایت ہے، آپؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے اعمال میں نیت کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے وضو بھی ایک عمل ہے پس اس حدیث کی رُو سے اس میں بھی نیت کا ہونا فرض ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

واضح رہے کہ حضرت شافعی علیہ الرحمۃ وضو میں ترتیب کے فرض ہونے پر حدیث "**لاتقبل الله صلوة امرأحتی یضع الطھور فی مواضعه،فیغسل وجھه،ثم یدیه**......" سے استدلال کرتے ہیں یہ حدیث تلخیص الحبیر میں مذکور ہے،حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالی کسی آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتے یہاں تک وہ وضو میں ہر ایک عضو کو اس کی جگہ پر رکھے،سو پہلے چہرہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھ دھوئے......حضرت امام شافعی علیہ لرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے وضو میں ترتیب کا ہونا ثابت ہوتا ہے،پس بایں وجہ وضو میں ترتیب کا اختیار کرنا بھی فرض ہے۔

اصحاب ظواہر وضو شروع کرنے سے پہلے "**بسم اللّٰه**......**الخ**......" پڑھنے کو بھی فرض قرار دیتے ہیں، یہ حضرات اپنے مسلک پر حدیث "**لاوضوء لمن لم یسم اولم یذکر اسم اللّٰه**" سے استدلال کرتے ہیں،حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے وضو میں اللہ کا نام نہیں لیا اس کا وضو نہیں ہے، یہ حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث سے وضو کے شروع میں "**بسم اللّٰه**" پڑھنے کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے بایں وجہ کہ حضور علیہ السلام نے بسم اللہ پڑھے بغیر کئے جانے والے وضو کو وضو شمار نہیں کیا ہے۔

واضح رہے کہ صاحب کتاب احناف کی جانب سے مذکورہ فقہاء کرام کے تمام مسلک ومذاہب اور دلائل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں وضو کے متعلق جو حکم مذکور ہے یعنی "**فاغسلوا وجوهکم**...**الخ**..." یہ مطلق ہے اس کے ساتھ ترتیب،نیت،موالات اور تسمیہ کی کوئی قید نہیں ہے اس لیے وضو میں یہی چار فرض ہیں، رہیں حدیث میں بیان کردہ ترتیب نیت وغیرہ تو ہم ان پر اس طرح عمل کریں گے کہ کتاب اللہ کے مطلق پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی پس ہم کہیں گے کہ آیت وضو میں بیان کردہ احکام کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے فرض ہیں اور احادیث میں مذکور چیزیں سنت ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۱۱﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۰﴾

وَكَذٰلِكَ قَوْلُه تَعَالٰى وليطوفوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيق مُطلق فِي مُسَمّى الطّواف بِالْبَيْتِ فَلا يُزَادُ عَلَيْهِ شَرط الْوضوء بالْخبر بل يُعمل بِهِ على وَجه لَا يتغيَّر بِهِ حكم الْكتاب بِأن يكون مُطلق الطّواف فرضا بِحكم الْكتاب وَالْوُضُوء وَاجبا بِحكم الْخَبَر فَيجْبر النُّقْصَان اللَّازِم بترك الْوضُوء الْوَاجِب بِالدَّمِ۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلق اور مقید کی تعریف تحریر کریں (د) عبارت میں مذکور مثال کو اصول پر منطبق کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی طرح اللہ رب العزت کا ارشاد "ولیطوفوا بالبیت العتیق" بیت اللہ کا طواف کرنے کے متعلق مطلق ہے لہذا خبر واحد کے ذریعہ اس حکم پر وضو کے شرط ہونے کو زیادہ نہیں کیا جائے گا بلکہ خبر واحد پر اس طریقے سے جس سے کتاب اللہ کا حکم متغیر نہ ہو عمل کیا جائے گا بایں طور کہ مطلق طواف کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے فرض ہوگا اور وضو خبر واحد کے حکم کی وجہ سے واجب ہوگا پس وہ نقصان جو واجب وضو کے ترک کی وجہ سے لازم آئیگا اس کی تلافی دم سے ہو جائے گی۔

جواب (ب)

مطلق اور مقید کی تعریف:

واضح رہے کہ مطلق کی تعریف اور حکم سابقہ سوال کے تحت گذر چکے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ مطلق اس لفظ کو کہتے ہیں جو ایسی ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ کوئی وصف نہیں ہوتا ہے، اور کتاب اللہ کے مطلق کا حکم یہ ہے کہ جب تک اس پر اس کے اطلاق کے ساتھ عمل کرنا ممکن ہوتا

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہے تب تک اس پر خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔
اور مقید اس لفظ کو کہتے ہیں کہ جو ایسی ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ کوئی وصف ملحوظ ہوتا ہے، جیسے ''الماء البارد'' اس میں پانی کی ذات کے ساتھ اس کا وصف ٹھنڈا ہونا بھی ملحوظ ہے۔

جواب (د)

عبارت میں مذکور مثال کا اصول پر انطباق:

اس عبارت میں صاحبِ کتاب علیہ الرحمۃ نے کتاب اللہ کے مطلق پر عمل کرنے کی تیسری مثال بیان کی ہے، کتاب اللہ کے مطلق کے متعلق جیسا کہ سابق میں گذر چکا ہے اصول یہ ہے کہ عندالاحناف جب تک اس کے اطلاق پر عمل کرنا ممکن ہو اس وقت تک خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے، اب اسی اصول پر صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے عبارت میں مذکور مثال بیان کی ہے یہ مثال ایک فقہی مسئلہ کی ہے، مسئلہ بصورت سوال یہ ہے کہ حج کے موقع پر طواف زیارت کا اور طواف کیلئے وضو کرنے کا کیا حکم ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں فقہاء کرام کے مابین اختلاف ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حج کے موقع پر طواف زیارت کرنا فرض ہے اور طواف کیلئے وضو کرنا واجب ہے لہذا اگر کسی نے بغیر وضو کے طواف کرلیا تو طواف ہو جائے گا البتہ ترک واجب کی وجہ سے دم دینا لازم ہوگا۔
اس کے برخلاف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حج کے موقع پر جس طرح طواف زیارت کرنا فرض ہے اسی طرح طواف کیلئے وضو کرنا بھی فرض ہے، پس آپ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اگر کسی نے بغیر وضو کے طواف کرلیا تو طواف نہیں ہوگا۔
واضح رہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے اپنے مسلک پر قرآن کریم کی آیت سے استدلال کیا ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں ''ولیطوفوا بالبیت العتیق''

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

اور (لوگوں کو) چاہئے کہ وہ پرانے گھر کا طواف کریں، امام صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صیغۂ امر "ولیطوفوا" مطلق ہے وضو وغیرہ کی کوئی قید اس کے ساتھ مذکور نہیں ہے، پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بیت اللہ کا طواف علی الاطلاق فرض ہے، لیکن چونکہ خبر واحد میں اس کیلئے وضو کا ہونا وارد ہوا ہے اس لئے ہم اس بات کے قائل ہیں طواف کیلئے وضو کرنا واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے مسلک پر حضور علیہ السلام کی حدیث سے استدلال کیا ہے، نبی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں "الطواف حول البیت مثل الصلوٰۃ" بیت اللہ کا طواف نماز کے مثل ہے، حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے طواف کو نماز کے ساتھ تشبیہ دی ہے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح نماز میں وضو کرنا فرض ہے اور بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی ہے اسی طرح طواف کیلئے وضو کرنا فرض ہے بغیر وضو کے طواف بھی ادا نہیں ہوگا۔

واضح رہے کہ احناف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کی مذکورہ دلیل اور وجہ استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت! آپؒ نے جس حدیث سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے یہ خبر واحد ہے اور ہم نے جو آیت بطور دلیل پیش کی ہے وہ مطلق ہے، اب اگر اس خبر واحد کی وجہ سے طواف کیلئے وضو کو فرض قرار دیا جائے تو خبر واحد کے ذریعہ کتاب اللہ کے مطلق پر زیادتی کرنا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں ہے، البتہ یہاں چونکہ کتاب اللہ کے حکم میں تبدیلی کے بغیر دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنا ممکن ہے اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ مطلق طواف کتاب اللہ کے حکم "ولیطوفوا" کی وجہ سے فرض ہے اور اس خبر واحد کی وجہ سے طواف کیلئے وضو کرنا واجب ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۱۲﴾
﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۱﴾

وعَلى هَذَا قُلْنَا يجوز التوضى بِمَاء الزَّعْفَرَان وَبِكُل مَاء خالطه شَيْء طَاهِر فَغير أحد أَوْصَافه لِأَن شَرط الْمصير إِلَى التَّيَمُّم عدم مُطلق المَاء وَهَذَا قد بَقِي مَاء مُطلقًا فَإِن قيد الْإِضَافَة مَا أَزَال عَنهُ اسْم المَاء بل قَرَّرَهُ فَيدْخل تَحت حكم مُطلق المَاء وَكَانَ شَرط بَقَائِهِ على صفة الْمنزل من السَّمَاء قيدا لهَذَا الْمُطلق۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلق اور مقید کی تعریف مع اختلاف حکم تحریر کریں (ج) مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی بنا پر (کہ مطلق پر قطعاً عمل کرنا واجب ہے) ہم یہ کہتے ہیں کہ زعفران کے پانی سے اور ہر اس پانی جس میں کوئی پاک چیز ملی ہوئی اور پھر اس کے اوصاف میں سے کوئی وصف بدل گیا ہو وضو کرنا جائز ہے اس لئے کہ تیمّم کی جانب رجوع کرنے کی شرط مطلق پانی کے نہ ملنے کی صورت میں ہے اور زعفران وغیرہ کا پانی ماء مطلق کی صفت پر باقی ہے کیونکہ اضافت کی قید نے اس سے پانی کے نام کو زائل نہیں کیا ہے بلکہ ثابت کیا ہے پس ماء زعفران وغیرہ ماء مطلق کے حکم میں داخل ہے، اور پانی کے منزل من السماء کی صفت پر باقی رہنے کی شرط اس مطلق کیلئے قید ہے۔

جواب (ب)

مطلق کی تعریف، مثال اور حکم:

واضح رہے کہ اہل اصول کے نزدیک مطلق اس لفظ کو کہتے ہیں جو بغیر کسی وصف کے صرف شئی کی ذات پر دلالت کرتا ہے جیسے لفظ ''الماء'' یہ صرف پانی کی ذات پر دلالت کرتا ہے، پانی

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

کے ٹھنڈے یا گرم ہونے کی کوئی صفت اس میں ملحوظ نہیں ہوتی۔ (اجوادالحواشی:۶۳)

أما المطلق: فهو اللفظ الدال على الذات دون الصفات نحو الماء فهو يدل على ذات الماء بدون اوصافه۔

فقہاء احناف کے نزدیک کتاب اللہ کے مطلق کا حکم یہ کہ جب تک اس پر اس کے اطلاق کے ساتھ علم کرنا ممکن ہو اس وقت تک خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ اس کو مقید کرنا اور اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کے نزدیک کتاب اللہ کا مطلق خاص میں داخل ہے اور خاص کو اس کے قطعی ہونے کی وجہ سے خبر واحد یا قیاس جیسے ظنی دلائل سے مقید کرنا ناجائز ہے۔

واضح رہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ مطلق کو مقید کرنا جائز ہے کیونکہ آپؒ کے نزدیک یہ عام میں داخل ہے اور عام خبر واحد اور قیاس کی طرح ظنی ہوتا ہے اور ظنی کو ظنی کے ذریعہ مقید کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مقید کی تعریف، مثال اور حکم:

واضح رہے کہ مقید اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی ذات پر اس کے وصف کے ساتھ دلالت کرتا ہے، جیسے "الماء البارد" یہ پانی کی ذات پر اس کے وصف برودت کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔

أما المقيد: فهو اللفظ الدال على الذات بصفة زائدة عليها نحو الماء البارد فهو يدل على ذات الماء مع صفته۔

فقہاء احناف کے نزدیک کتاب اللہ کے مقید کا حکم مطلق کی طرح ہے، پس ان حضرات کے نزدیک جس طرح مطلق پر اس کے اطلاق کے ساتھ عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح مقید پر اس کی تقیید کے ساتھ عمل کرنا ضروری ہے۔

جواب (ج)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے کتاب اللہ کے مطلق پر عمل کرنے کی پانچویں

Website:MadarseWale.blogspot.com

مثال بیان کی ہے، یہ مثال بھی ایک فقہی مسئلہ پر مبنی ہے، اولاً مسئلہ بعدہ مثال سمجھتے ہیں.....

مسئلہ: بصورتِ سوال یہ ہے کہ ماءِ زعفران، ماءِ صابون، ماءِ اشنان یا کسی بھی پاک شئ سے مخلوط پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، چنانچہ اس مسئلہ میں ان حضرات کے تین مذاہب ہیں.....

مذہب اول: پہلا مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا ہے، آپؒ کے نزدیک جس طرح ماءِ مطلق سے وضو کرنا جائز ہے اسی طرح اس پانی سے جو ماءِ مطلق کے حکم میں ہوتا ہے وضو کرنا جائز ہے، لہذا آپؒ کے نزدیک ماءِ زعفران، ماءِ صابون، ماءِ اشنان یا کسی بھی پاک چیز کا مخلوط پانی چاہے اس کے اوصاف ثلاثہ بدل جائیں بشرطیکہ پانی مغلوب نہ ہو اور اسے آگ پر نہ پکایا گیا ہو ماءِ مطلق ہی کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

واضح رہے کہ حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے مسلک پر قرآن کریم کی آیت "فان لم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیباً" سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے ماءِ مطلق نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کرنے کا حکم دیا ہے، اور اس میں لفظ "ماء" مطلق ہے اس کے ساتھ پانی کے منزل من السماء ہونے نہ ہونے کی کوئی قید مذکور نہیں ہے، پس یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ ہر اس پانی سے جو ماءِ مطلق ہو یا اس کے حکم میں ہو وضو کرنا جائز ہے۔

مذہب دوم: دوسرا مذہب حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کا ہے، ان حضرات کے نزدیک صرف ماءِ مطلق سے جبکہ وہ منزل من السماء کی صفت پر موجود ہو وضو کرنا جائز ہے اس کے علاوہ کسی اور پانی سے چاہے وہ ماءِ زعفران وغیرہ ہی کیوں نہ ہوں جائز نہیں کیونکہ یہ پانی اگرچہ ماءِ مطلق کے حکم میں ہوتے ہیں لیکن منزل من السماء ہونے کی صفت ان میں موجود نہیں ہوتی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

واضح رہے کہ حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ نے بھی اپنے مسلک پر آیت کریمہ ”فان لم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیباً“ سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے صرف ماء مطلق سے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اور ماء مطلق اس پانی کو کہتے ہیں جو منزل من السماء ہونے کی صفت پر ہوتا ہے، پس اس آیت کی رُو سے صرف اسی پانی سے وضو کرنا جائز ہے اس کے علاوہ کسی اور پانی سے جائز نہیں ہے۔

احناف حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کے مذکورہ مسلک کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جناب! آپ کا یہ کہنا کہ ماء مطلق اس کو کہتے ہیں جو منزل من السماء ہونے کی صفت پر ہوتا ہے صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن کریم کی جس آیت سے آپ نے استدلال کیا ہے اس میں اللہ رب العزت نے لفظ ”ماء“ کا مطلق ذکر کیا ہے اس میں منزل من السماء ہونے یا ہونے کی کوئی قید مذکور نہیں ہے، پس اگر آپؒ ماء مطلق کیلئے اس قید کا اضافہ کرتے ہیں تو یہ قیاس کے ذریعہ کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا ہے اور یہ جائز نہیں ہے بلکہ کتاب اللہ کے مطلق پر اسکے اطلاق کے ساتھ عمل کرنا ضروری ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۱۳﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۱﴾

وَخرج عَن هَـذِه الْقَضِيَّة الْمَاء النَّجس بقوله تَعَالَى وَلَكِن يُرِيد ليطهركم وَالنَّجس لَا يُفِيد الطَّهَارَة وبهذه الْإِشَارَة علم أَن الْحَدث شَرط لوُجُوب الْوضُوء فَإِن تَحْصِيل الطَّهَارَة بِدُون وجود الْحَدث محَال۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) ”هذه القضية“ کا مشار الیہ متعین کریں (ج) عبارت میں جس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اس کو مع اعتراض تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمة العبارة:

اور ماء مطلق کے حکم سے اللہ رب العزت کے ارشاد ''ولکن یرید لیطھر کم'' کی وجہ سے ناپاک پانی نکل گیا اس لئے کہ نجس طہارت کو فائدہ نہیں دیتا ہے، اور ''لیطھر کم'' کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو واجب ہونے کیلئے بے وضو ہونا شرط ہے کیونکہ وجودِ حدث کے بغیر طہارت حاصل کرنا محال ہے۔

جواب (ب)

''ھذہ القضیة'' کے مشار الیہ تعیین:

واضح رہے کہ ''ھذاہ القضیة'' کا مشار الیہ سابق میں بیان کردہ یہ حکم ہے کہ ماء زعفران اور ماء صابون وغیرہ اضافت کے باجود ماء مطلق میں داخل ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے وضو کرنا ضروری ہے تیمّم کرنا جائز نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

اعتراض اور جواب کی وضاحت:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے ماء زعفران اور ماء صابون وغیرہ کے متعلق احناف کے مسلک پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے، واضح رہے کہ ماء زعفران اور ماصابون وغیرہ کے متعلق احناف کا مسلک یہ ہے اضافت کے باوجود یہ ماء مطلق میں داخل ہیں اور ان سے وضو کرنا جائز ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اضافت کے باوجود یہ پانی ماء مطلق میں داخل ہو سکتے ہیں تو پھر ماء نجس بھی اضافت کے باوجود ماء مطلق میں داخل ہوگا اور اس سے بھی وضو کرنا جائز ہوگا۔

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

جناب! ہم نے ماءِ نجس کو ماءِ مطلق کے حکم سے خبر واحد یا قیاس جیسے ظنی دلائل کی وجہ سے خارج نہیں کیا ہے بلکہ کتاب اللہ کے حکم "ولکن یرید لیطھرکم" کی وجہ سے نکالا ہے کیونکہ یہ آیت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ پانی آلۂ تطہیر ہے اور اس سے پاکی حاصل ہوتی ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ ماءِ نجس خود ناپاک ہوتا ہے اس سے پاکی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

قوله: وبهذه الاشارة علم ان الحدث....

صاحبِ کتاب فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے مذکورہ ارشاد "ولکن یرید لیطھرکم" سے بطور اشارہ یہ مسئلہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وضو واجب ہونے کیلئے حدث کا لاحق ہونا ضروری ہے، حدث لاحق ہوئے بغیر وضو کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ وضو کا مقصد طہارت کا حصول ہے اور طہارت حدث کے بعد ہی پائی جاتی ہے۔ (اجود الحواشی: ۷۱تا۷۲)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۱۴﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۱﴾

قَالَ أَبُو حنيفة رَضِى الله عَنهُ الْمظاهر إِذا جَامع امْرَأته فِي خلال الْإِطْعَام لَايستَأْنف الْإِطْعَام لِأَن الْكتاب مُطلق فِي حق الْإِطْعَام فَلَا يُزَاد عَلَيْهِ شَرط عدم الْمَسِيس بِالْقِيَاسِ على الصَّوْم بل الْمُطلق يجْرِي على إِطْلَاقه والمقيد على تَقْيِيده۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مظاہر کس کو کہتے ہیں؟ تحریر کریں

(ج) یہ مثال کس قاعدے پر متفرع ہے اس کو تحریر کر کے مثال کو قاعدے پر منطبق کریں اور قیاس علی الصوم کا کیا مطلب ہے تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر ظہار کرنے والا کھانا کھلانے کے دوران اپنی بیوی سے جماع کرلے تو کھانا کھلانے کا اعادہ نہیں کرے گا اسلئے کہ قرآن کریم کھانا کھلانے کے حق میں مطلق ہے پس روزے پر قیاس کرتے ہوئے اس میں عدم جماع کی شرط کو زیادہ نہیں کیا جائے گا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مظاہر کس کو کہتے ہیں؟:

واضح رہے کہ مظاہر ظہار کرنے والے شخص کو کہتے ہیں، ظہار اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دینے کا نام ہے، مثلاً کسی شخص نے غصہ یا غلبۂ محبت میں اپنی بیوی کو ''انتِ علی کظھر امی'' یا ''انتِ علی کظھر اختی'' کہدیا تو اس سے ظہار ہوجاتا ہے اور اس شخص کیلئے کفارادا کرنے تک بیوی سے وطی کرنا حرام ہوتا ہے۔

یہ مثال جس قاعدہ پر متفرع ہے اس کی وضاحت اور مثال کی اس قاعدہ پر تطبیق:

واضح رہے کہ عبارت میں مذکور یہ مثال اس قاعدہ پر متفرع ہے کہ احناف کے نزدیک کتاب اللہ کے مطلق کو اس کے اطلاق پر باقی رکھنا ضروری ہے خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ اس کو مقید کرنا جائز نہیں ہے۔

اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا یعنی اسے محرمات ابدیہ میں کسی کے ساتھ تشبیہ دیدی تو اب اس شخص پر بیوی سے وطی حلال کرنے کیلئے کفارادا کرنا لازم ہے اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ظہار کے بالترتیب تین کفارے بیان کئے ہیں (۱) غلام آزاد کیا جائے.... اگر اس پر قدرت نہ ہو تو (۲) دو ماہ کے مسلسل روزے رکھیں جائیں..... اگر اس پر بھی

Website:MadarseWale.blogspot.com

قدرت نہ ہوتو (۳) ساٹھ مسکین کو کھانا کھلایا جائے، ان میں سے اللہ رب العزت نے شروع کے دو کفاروں میں "من قبل ان یتماسا" کی قید لگائی ہے، یعنی یہ حکم دیا ہے کہ یہ دو کفارے بیوی سے وطی کرنے سے پہلے پہلے ادا کئے جائیں اگر کسی نے ان کفاروں کو ادا کرنے کے دوران بیوی سے وطی کرلی تو کفارے باطل ہو جائیں گے اور دوبارہ ادا کرنا ہوں گے جبکہ تیسرے کفارہ میں یہ قید مذکور نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کفارۂ ظہار میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا اور کچھ مسکینوں کے کھانا کھانے کے بعد بیوی سے جماع کرلیا اور بقیہ کو بعد میں کھلایا تو کفارہ ادا ہو جائے گا، اس کے برخلاف حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

واضح رہے کہ حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ نے کفارۂ ظہار میں مساکین کے کھانا کھلانے کو غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے پر قیاس کیا ہے اور جس طرح ان میں "من قبل ان یتماسا" کی قید مذکور ہے اسی طرح اس میں بھی اس قید کا لحاظ کیا ہے، جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب خود اللہ رب العزت نے یہاں اس قید کو بیان نہیں کیا ہے تو پھر ہم اس کو غلام آزاد کرنے پر یا روزے رکھنے پر قیاس کرنے اور اس میں اس قید کا اضافہ کرنے کے حقدار نہیں ہے بلکہ یہاں یہ کفارہ مطلق ہے پس اس کو اس کے اطلاق ہی پر باقی رکھنا ضروری ہے قیاس کے ذریعہ اس کو مقید کرنا جائز نہیں ہے۔ (اجود الحواشی:۳۷تا۴۷)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۱۵﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۲﴾

فصل فِی الْمُشْتَرک والمؤول الْمُشْتَرک مَا وضع لمعنیین مُخْتَلفین أَو لمعان مُخْتَلفَة الْحَقَائِق مِثاله قَولنَا جَارِیَة فَإِنَّهَا تتَنَاوَل الْأمة والسفینة

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

وَالْمُشْتَرِی فَإِنَّهُ یَتَنَاوَل قَابِل عقد البیع وکوکب السَّمَاءِ وَقَوْلُنَا بئن فَأن یحْتَمل الْبَین وَالْبَیَان۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مشترک کی تعریف اور حکم بیان کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

یہ فصل مشترک اور مؤول کے بیان میں ہے، مشترک وہ لفظ ہے جو دو یا اس سے زیادہ مختلف فی الحقیقۃ معنی کیلئے وضع کیا جاتا ہے، مشترک کی مثال لفظ "جاریۃ" ہے یہ باندی اور کشتی دونوں کو شامل ہے اسی طرح لفظ "مشتری" یہ عقد بیع قبول کرنے والے کو اور آسمان کے ستارے کو شامل ہے اور ہمارا قول "بائن" فرقت اور بیان کا احتمال رکھتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مشترک کی تعریف اور حکم:

مشترک اس لفظ کو کہتے ہیں جو دو یا اس سے زیادہ ایسے معانی پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا جاتا ہے جن کی حقیقتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں، جیسے کے لفظ "جاریۃ" یہ دو مختلف الحقیقۃ معنی یعنی باندی اور کشتی پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے، اسی طرح لفظ "مشتری" اور لفظ "بائن" ہے، ان میں سے اول الذکر عقد بیع قبول کرنے والے کیلئے اور آسمان کے ایک ستارے کیلئے وضع کیا گیا ہے، اور ثانی الذکر فرقت اور بیان کے معنی پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ لفظ "بائن" اگر فرقت اور جدائی کے معنی میں استعمال ہوگا تو یہ "بان یبین... بینا" سے مشتق ہوگا، اور اگر بیان وظہور کے معنی میں استعمال ہوگا تو "بان... یبین... بیانا" سے مشتق ہوگا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

واضح رہے کہ احناف کے نزدیک مشترک کا حکم یہ ہے کہ جب اس کے ایک معنی متعین ہو جائیں تو پھر انہیں پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اور دوسرے معنی کو مراد لینے کا احتمال ساقط ہو جاتا ہے، جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک اگر مشترک کے کئی معنی مراد لینے میں کوئی تضاد نہ ہو تو بیک وقت اس کے مختلف معنی مراد لینا جائز ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۱۶﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۲﴾

قُلْنَا إِن الْكتاب لَيْسَ بِمُطلق فِي بَاب الْمسْح فَإِن حكم الْمُطلق أَن يكون الْآتِي بِأَيّ فَرد كَانَ آتِيا بالمأمور بِهِ والآتي بِأَيّ بعض كَانَ هَهُنَا لَيْسَ بآت بالمأمور بِهِ فَإِنَّهُ لَو مسح على النّصْف أَو على الثُّلثَيْنِ لَا يكون الْكل فرضا وَبِه فَارق الْمُطلق الْمُجمل وَأما قيد الدُّخُول فقد قَالَ الْبَعْض أَن النِّكَاح فِي النَّص حمل على الْوَطْء إِذْ العقد مُسْتَفَاد من لفظ الزَّوْج وَبِهَذَا يَزُول السُّؤَال۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مجمل کی تعریف کریں، مطلق اور مجمل کے درمیان فرق تحریر کریں (ج) یہ عبارت جن اعتراضات کے جواب میں ہے ان کی وضاحت کر کے ترتیب وار جواب تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

(سابق میں ذکر کردہ اعتراضات کے جواب میں) ہم کہیں گے کہ کتاب اللہ باب مسح میں مطلق نہیں ہے کیونکہ مطلق کا حکم یہ ہے کہ اس کے کسی بھی فرد کو ادا کرنے والا مامور بہ کو ادا کرنے والا شمار ہوتا ہے اور یہاں مطلق کے ہر فرد کو ادا کرنے والا مامور بہ **کو ادا کرنے** والا شمار نہیں ہوتا ہے، **کیوں کہ اگر کسی نے آدھے سر پر مسح کیا یا دو تہائی پر مسح کیا تو اس سے کل ممسوح فرض نہیں ہوگا، اور**

Website:MadarseWale.blogspot.com

اسی وجہ سے مطلق مجمل سے جدا ہوگیا اور بہرحال دخول کی قید تو بعض نے کہا کہ آیت میں لفظ نکاح وطی پر محمول ہے اس لئے کہ عقدِ نکاح لفظ زوج سے مستفاد ہے اور اس سے سوال زائل ہوجائے گا۔

جواب (ب)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مجمل کی تعریف:

مجمل اس کلام کو کہتے ہیں جو کئی معنی کا احتمال رکھتا ہے اور اس کی مراد پر متکلم کی طرف سے بیان کے بغیر واقفیت حاصل نہیں ہوتی، واضح رہے کہ مجمل میں خفا مشکل سے بھی زیادہ ہوتا ہے کیونکہ مشکل کی مراد طلب اور تامل کے بعد معلوم ہوجاتی ہے لیکن مجمل کی مراد طلب اور تامل سے معلوم نہیں ہوتی ہے بلکہ متکلم کے بیان کرنے سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ (اجود الحواشی:۱۳۹)

وأما المجمل: فهو اللفظ الذی خفی مراده بصیغته خفاء لایمکن ازالته بقرینة خارجیة، بل لایدرک الابیان من المتکلم کالصلاة، والزکاة، فان لفظ الصلاة وضع للدعاء ولفظ الزکاة للنماء وهما لیسابمرادین فلابدلهما من بیان من الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم۔ (تسہیل الاصول:۲۸)

مطلق ومجمل دونوں کے درمیان فرق:

وضح رہے کہ مطلق اور مجمل کے درمیان یہ فرق ہے کہ مطلق اس کو کہتے ہیں جس کے کسی بھی فرد کو ادا کرنے والا مامور بہ کو ادا کرنے والا شمار کیا جاتا ہے، جیسے "فاقرؤا ما تیسر من القرآن" کے بموجب نماز میں جونسی بھی سورت پڑھ لی جائے نماز ادا ہوجاتی ہے۔

اور مجمل وہ ہوتا ہے کہ اس کے کسی ایک فرد کو بجالانے والا مامور بہ کو بجالانے والا شمار نہیں ہوتا بلکہ شارع علیہ السلام کے بیان کے بغیر مجمل کی مراد پر واقفیت ممکن نہیں ہے جیسے کہ آیت کریمہ "وامسحوا برء وسکم" مسح رأس کی مقدار کے سلسلے میں مجمل ہے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں مسح رأس کی مقدار چوتھائی سر بیان کی

Website:MadarseWale.blogspot.com

گئی ہے اس کیلئے بیان ہے۔ (اجود الحواشی:۷۶)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

یہ عبارت جن اعتراضات کے جواب میں ہے ان کی وضاحت اور جواب:

واضح رہے کہ صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں شوافع کی جانب سے احناف پر وارد ہونے والے دو اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں......

پہلا اعتراض: شوافع کی جانب سے احناف پر پہلا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک کتاب اللہ کے مطلق کو خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ مقید کرنا جائز نہیں ہے لیکن احناف نے اللہ رب العزت کے ارشاد "وامسحوا برء وسکم" کو خبر واحد کے ساتھ مقید کیا ہے، بایں طور کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے وضو کے دوران مطلقاً بعض سر کے مسح کا حکم دیا ہے، مگر احناف حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی سباطۃ قوم فبال وتوضا ومسح علی الناصیۃ وخفیہ" کی وجہ سے سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کو فرض قرار دیتے ہیں، اور یہ حدیث خبر واحد ہے تو معلوم ہوا کہ احناف نے بھی کتاب اللہ کے مطلق کو خبر واحد سے مقید کیا ہے۔

جواب: صاحب کتاب شوافع کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب! ہم نے کتاب اللہ کے کسی بھی مطلق کو خبر واحد سے مقید نہیں کیا ہے، رہا آپ کا یہ کہنا کہ قرآن کریم کی آیت "وامسحوا برء وسکم" کو خبر واحد سے مقید کیا گیا ہے تو یہ غلط ہے اس لئے کہ یہ آیت مطلق نہیں ہے بلکہ مجمل ہے، اس میں مسح کی مفروضہ مقدار مذکور نہیں ہے اور مجمل کا حکم آپ جانتے ہیں کہ اس کی مراد واضح کرنے کیلئے بیان کی ضرورت ہوتی ہے، پس حضرت مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہم نے اس مجمل کی وضاحت کی ہے کہ آیت میں مذکور مسح کی مفروضہ مقدار چوتھائی سر ہے، اب رہا یہ سوال کہ یہ حدیث تو خبر واحد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے

Website:MadarseWale.blogspot.com

کہ خبر واحد سے کتاب اللہ کے مجمل کی وضاحت کی جا سکتی ہے۔

قولہ: فإن حکم المُطلق أن یکون الآتِي بِأيّ فرد......

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ آیت کریمہ "وامسحوا برء وسکم" کے مجمل ہونے اور مطلق نہ ہونے کی دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شریعت کی اصطلاح میں مطلق اس کو کہتے ہیں جس کے کسی بھی فرد پر عمل کرنے والا مامور بہ کو بجالانے والا شمار ہوتا ہے، جیسے کہ قسم اور ظہار کے کفارہ میں تحریر رقبہ کا حکم مطلق ہے پس آدمی جس مملوک کو آزاد کردے خواہ وہ مملوک غلام ہو یا باندی، مسلمان ہو یا کافر، چھوٹا ہو یا بڑا اس کی آزادگی سے یہ کفارے ادا ہو جاتے ہیں اور آزاد کرنے والا مامور بہ پر عمل کرنے والا شمار ہوتا ہے، لیکن اس کے برخلاف وضو میں سر کے بعض حصہ پر مسح کرنے والا مامور بہ پر عمل کرنے والا شمار نہیں ہوتا کیونکہ آیت مسح میں سر کے بعض حصے پر مسح کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور بعض سر کا اطلاق کل سر سے کم پر ہوتا ہے پس دو چار بال بھی بعض سر کا فرد ہیں اور نصف، ربع اور دو ثلث بھی اسکے افراد ہیں مگر ان افراد میں سے کسی بھی ایک فرد پر عمل کرنے والا مامور بہ کو ادا کرنے والا نہیں سمجھا جاتا، مثلاً کسی نے آدھے سر یا دو تہائی سر پر مسح کیا تو یہ کل کا کل مامور بہ اور فرض نہیں ہے بلکہ احناف کے نزدیک اس میں ربع مامور بہ ہے اور شوافع کے نزدیک تین بالوں کی مقدار مامور بہ ہے اور اس سے زائد حصہ دونوں کے نزدیک غیر مامور بہ ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ آیت اپنے حکم میں مطلق نہیں ہے بلکہ مجمل ہے کیونکہ آیت میں بعض سر کے کسی فرد کی تعیین نہیں ہے۔ (صفوۃ الحواشی: ۷۸)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

دوسرا اعتراض: شوافع کی جانب سے احناف پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں اور عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا تو اس سلسلے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ شوہر اول کے لئے عورت کے حلال ہونے کے واسطے صرف شوہر ثانی کا نکاح کرنا کافی نہیں ہے بلکہ عورت سے جماع کرنا اور دخول کرنا بھی ضروری ہے، اس

Website:MadarseWale.blogspot.com

کے بغیر حلالہ متحقق نہیں ہوگا اور عورت شوہر اول کیلئے حلال نہیں ہوگی،شوافع فرماتے ہیں کہ احناف کا حلالہ میں شوہر ثانی کے لئے وطی کو لازم قرار دینا خبر واحد سے کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا ہے، بایں طور کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ''فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره ''فرما کر حلالہ میں صرف نکاح ثانی کا حکم دیا ہے وطی کرنے کی کوئی شرط بیان نہیں کی ہے جبکہ احناف حدیث امرأۃِ رفاعہؓ سے حلالہ میں وطی کو ضروری قرار دیتے ہیں،اور یہ حدیث چونکہ خبر واحد ہے لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں احناف نے کتاب اللہ کے مطلق کو خبر واحد سے مقید کیا ہے۔(اجود الحواشی:۷۵/۷۶)

قولہ:واماقیدالدخول......

جواب: صاحب کتاب علیہ الرحمۃ شوافع کے اس دوسرے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب! ہمارا حلالہ میں وطی کو شرط قرار دینا کتاب اللہ کے مطلق کو خبر واحد سے مقید کرنا نہیں ہے ہم نے کتاب اللہ ہی سے اس شرط کو ثابت کیا ہے،بایں طور کہ اللہ رب العزت کے ارشاد''فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره ''میں نکاح بمعنی وطی ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تک دوسرا شوہر عورت سے وطی نہ کرلے عورت شوہر اول کیلئے حلال نہیں ہے،پس ہمارے اس جواب سے آپ کا مذکورہ اعتراض باطل ہو جاتا ہے اور ثابت ہوجاتا ہے کہ کہ ہم نے کتاب اللہ کے مطلق کو خبر واحد سے مقید نہیں کیا ہے۔

واضح رہے کہ بعض علماء نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ شوافع نے امرأۃِ رفاعہؓ کی جس حدیث کو خبر واحد قرار دیکر احناف پر اشکال کیا ہے یہ حدیث خبر واحد نہیں ہے بلکہ خبر مشہور ہے اور احناف کے نزدیک حدیثِ مشہور سے کتاب اللہ کے حکم پر زیادتی کرنا جائز ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۱۷۱﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۲۳﴾

قَالَ مُحَمَّد إذا أوصى لموَالِي بني فلان ولبني فلان موَالٍ من أعلى وموال من أسْفَل فَمَاتَ بطلت الْوَصِيَّة فِي حق الْفَرِيقَيْنِ لاسْتِحَالَة الْجمع بَينهمَا وَعدم الرجحان۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) یہ مسئلہ کس ضابطہ پر متفرع ہے؟ تحریر کریں (ج) ''موال من اعلیٰ'' اور ''موال من اسفل'' کی مراد متعین کریں (د) عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے بنی فلاں کیلئے وصیت کی اور بنی فلاں کے موالی اعلیٰ (یعنی آزاد کرنے والے) بھی ہیں اور موالی اسفل (آزاد کردہ) بھی ہیں اور پھر وصیت کرنے والا انتقال کر گیا تو وصیت دونوں فریق کے حق میں باطل ہو جائے گی کیونکہ ان دونوں کو جمع کرنا محال ہے اور مرجح موجود نہیں ہے۔

جواب (ب)

عبارت میں مذکور مسئلہ کس ضابطہ پر متفرع ہے؟:

عبارت میں مذکور مسئلہ اس ضابطہ پر متفرع ہے کہ عند الاحناف عموم مشترک جائز نہیں ہے، واضح رہے کہ احناف کے نزدیک اگر مشترک کے ایک معنی دلیل کی بنیاد پر متعین ہو جائیں تو پھر اس کے دوسرے معنی مراد لینا جائز نہیں ہے، اس کے برخلاف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک مشترک کے بیک وقت کئی معنی مراد لینا جائز ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ج)

"موال من اعلیٰ" اور "موال من اسفل" کی مراد:

واضح رہے کہ لفظ موالی عربی زبان میں لفظ مشترک ہے، اس کے ایک معنی معتِق (بمعنی آزاد کرنے والا) اور دوسرے معنی معتَق (بمعنی آزاد کردہ) ہیں، عبارت مذکورہ فی السوال میں "موال من اعلیٰ" سے معتِق یعنی آزاد کرنے والے اور "موال من اسفل" سے معتَق یعنی آزاد کردہ مراد ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (د)

مطلب العبارة:

واضح رہے کہ صاحبِ کتاب علیہ الرحمۃ نے عبارت مذکورہ میں عمومِ مشترک کے عدمِ جواز پر متفرع ہونے والا ایک مسئلہ بیان کیا ہے، حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے یہ وصیت کی میرے مرنے کے بعد میرا تہائی مال بنی فلاں مثلاً بنی خالد کے موالی کو دیدینا اور اس نے موالی کو کوئی تعیین نہیں کی، اور بنی خالد کے موالی اعلیٰ بھی ہیں اور موالی اسفل بھی ہیں یعنی وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے خالد کو آزاد کیا تھا اور وہ بھی ہیں جن کو خالد نے آزاد کیا ہے تو اب موصی کی یہ وصیت ان دونوں موالی کے حق میں باطل ہوگی، کیونکہ موصی نے وصیت کرتے ہوئے صرف لفظ موالی استعمال کیا ہے اور یہ لفظ موالی اعلیٰ اور موالی اسفل دونوں کو شامل ہے اور ان دونوں کو یہاں ایک ساتھ جمع کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ عمومِ مشترک جائز نہیں ہے اور کسی ایک کو ترجیح دینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ کوئی مرجح موجود نہیں ہے پس بایں وجہ یہاں یہ وصیت ان دونوں موالی کے حق میں باطل ہو جائے گی۔ (اجود الحواشی: ۸۰)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۱۸﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۳﴾

وعَلَى هَذَا قُلْنَا لَا يجب النظير فِي جَزَاءِ الصَّيْد لقَوْله تعَالَى فجزاء مثل مَاقتل من النعم لِأَن الْمثل مُشْتَرك بَين الْمثل صُورَة وَبَين الْمثل معنى وَهُوَ الْقيمَة وَقد أُرِيد الْمثل من حَيْثُ الْمَعْنى بِهَذَا النَّص فِي قتل الحمام والعصفور ونحوهمابالاتفاق فلا يزاد المثل من حيث الصورة إِذْ لَا عُمُوم للمشترك أصل فَيسْقط اعْتِبَار الصُّورَة لِاسْتِحَالَة الْجمع۔

(الف) عبارت پر اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) ''وعلی ھذا'' کا مشارالیہ متعین کریں (ج) عبارت کا مطلب تحریر کریں (د) ''بالاتفاق'' سے کن لوگوں کا اتفاق مراد ہے؟ تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی اصول کی وجہ سے ہم یہ کہتے ہیں کہ جزاء صید میں مثل صوری واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے ''فجزاء مثل ما قتل من النعم'' ارشاد فرمایا ہے، اور لفظ مثل... مثل صوری اور مثل معنوی یعنی قیمت کے مابین مشترک ہے اور اس نص کی بنیاد پر کبوتر اور چڑیا وغیرہ کے قتل میں بالاتفاق مثل معنوی مراد لیا گیا ہے لہذا اب مثل صوری مراد نہیں ہوگا کیونکہ مشترک میں بالکل عموم نہیں ہوتا ہے پس مثل صوری کا اعتبار دونوں کے درمیان جمع کے محال ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا۔

جواب (ب)

''وعلی ھذا'' کے مشارالیہ کی تعیین:

عبارت مذکورہ میں ''وعلی ھذا'' کا مشارالیہ مصنف علیہ الرحمۃ کا قول ''وحکم

Website:MadarseWale.blogspot.com

المشترک انه اذا تعین الواحد مراداًبه سقط اعتباره ارادة غیره ‘‘ ہے،یعنی مشترک کا حکم یہ ہے کہ جب اس کے ایک معنی متعین ہوجائیں تو دوسرے معنی کا اعتبار ساقط ہوجاتا ہے۔

واضح رہے کہ بعض حضرات نے اس کا مشار الیہ محذوف عبارت’’ان المشترک لاعموم له اصلا‘‘ کو قرار دیا ہے،سیاق کلام کی وجہ سے یہ عبارت بھی اس کا مشار الیہ بن سکتی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے عموم مشترک کے ناجائز ہونے کی مثال بیان کی ہے،اس مثال کا سمجھنا ایک فقہی مسئلہ پر موقوف ہے اس لئے ہم اولاً اس فقہی مسئلہ کو بیان کرتے ہیں پھر اسی کے بعدان شاء اللہ مصنفؒ کی بیان کردہ مثال کی وضاحت کریں گے۔

مسئلہ یہ ہے کہ احرام کی حالت میں زمینی شکار کرنا حرام ہے قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے’’وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما‘‘تم جب تک احرام کی حالت میں رہواس وقت تک تمہارے لئے خشکی کا شکار کرنا حرام ہے،اس آیت کی بنیاد پر تمام فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی محرم احرام کی حالت میں زمینی شکار کر لیتا ہے تو یہ جرم ہے اور محرم پر اس کی جزاء دینا لازم ہے،لیکن اب یہ جزاء کیا ہوگی اس سلسلے میں ان حضرات کے درمیان اختلاف ہے،ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام مالکؒ،امام شافعیؒ،امام احمدؒ بن حنبل اور احناف میں سے حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ اگر محرم نے کسی ایسی چیز کا شکار کیا ہے جس کی نظیر ملتی ہے مثلاً پالتو جانور کا شکار کر لیا یا اسی کے مثل کسی چیز کا شکار کر لیا تو بدلے میں اسی جیسا جانور ذبح کیا جائے گا،چنانچہ ہرن کے بدلے میں بکری اور خرگوش کے بدلے میں ایک سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ قربان کرنا ضروری ہے،اور اگر شکار ایسا ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی ہے مثلاً چڑیا یا کبوتر ہے تو پھر محرم پر اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہے،اس کے برخلاف حضرات شیخین یعنی حضرت

Website:MadarseWale.blogspot.com

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ شکار چاہے کیسا بھی ہو اس کی نظیر ملتی ہو یا نہ ملتی ہو ہر صورت میں محرم پر بطور جزاء اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ کی وضاحت کے بعد اب مصنفؒ کی بیان کردہ مثال سمجھئے......

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فقہاء کرام نے مذکورہ مسئلہ میں قرآن کریم کی آیت ''فجزاء مثل مَاقتل من النعم'' سے استدلال کیا ہے اس آیت میں لفظ ''مثل'' آیا ہے اور یہ مثل صوری اور مثل معنوی دو معنی کے مابین مشترک ہے، اور یہ سب جانتے ہیں کہ چڑیا اور کبوتر کے شکار میں ''مثل'' سے بالاتفاق مثل معنوی مراد ہے اب اگر ان جانوروں کے شکار میں جن کی نظیر ملتی ہے اس سے مثل صوری مراد لیا جائے گا تو عموم مشترک لازم آجائے گا اور یہ جائز نہیں ہے، بایں وجہ یہاں مثل صوری کا اعتبار بالکلیہ ساقط ہے۔

جواب (د)

''بالاتفاق'' سے کن لوگوں کا اتفاق مراد ہے؟:

واضح رہے کہ یہاں ''بالاتفاق'' سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمۃ کا اتفاق مراد ہے، ان سب حضرات نے چڑیا اور کبوتر کے متعلق قرآن کریم کی آیت ''فجزاء مثل مَاقتل من النعم'' میں ''مثل'' سے مثل معنوی کو مراد لیا ہے اور محرم پر ان کے شکار کرنے کی صورت میں بطور بدلہ قیمت ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۱۹﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۳﴾

ثُمَّ إِذا ترجح بعض وُجُوه الْمُشْتَرك بالغالب الرَّأْي يصير مؤوَّلاً وَحكم المؤول وجوب الْعَمَل بِهِ مَعَ احْتِمَال الْخَطأ ومثاله فِي الحكميات مَا قُلْنَا

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

إذاأطلق الثَّمن ومثاله فِي الحكميات مَا قُلْنَا إِذا أطلق فِي البيع كَانَ على غالب نقد البَلَد وَذَلِكَ بطريق التَّأْوِيل وَلَو كَانَت النُّقُود مُخْتَلفَة فسد البيع لما ذكرنا۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کرترجمہ کریں (ب) مشترک اور مؤول کی تعریف تحریر کریں (ج) عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

پھر جب مشترک کے معانی میں سے کوئی ایک معنی غالب رائے سے راجح ہو جائے تو وہ مؤول ہو جاتا ہے اور مؤول کا حکم یہ ہے اس پر عمل کرنا غلطی کے احتمال کے ساتھ ساتھ واجب ہوتا ہے اور احکام شرعیہ میں اس کی مثال وہ ہے جو ہم بیان کی ہے کہ جب کسی بیع میں ثمن کو مطلق رکھا جائے تو بطریق تاویل غالبِ نقد مراد ہوں گے اور اگر نقو د مختلف ہوں تو مذکورہ دلیل کی وجہ سے بیع فاسد ہوجائے گی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مشترک اور مؤول کی تعریف:

مشترک اس لفظ کو کہتے ہیں جو دو یا اس سے زیادہ ایسے معانی پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا جاتا ہے جن کی حقیقتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں، جیسے کے لفظ ''جارية'' یہ دو معنی باندی اور کشتی پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے، اوران دونوں کی حقیقتیں ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں ،اور مؤول مشترک کے معانی میں کسی ایک معنی کو غالب رائے یعنی خبر واحد، قیاس یادوسرے قرائن سے راجح ہو جانے کو کہتے ہیں۔

المشترک:فهو اللفظ ماوضع لمعنيين مختلفين او لمعان محتلفة الحقائق

Website:MadarseWale.blogspot.com

کلفظ الجارية فانها يتناول الامة والسفينة معاً والمؤول فهو المشترک الذی ترجح احد معانيه بما يوجب الظن۔

جواب(ج)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں مؤول کی تعریف کرتے ہوئے اس کی مثال بیان کی ہے، مؤول کی تعریف ابھی گذری ہے، مثال کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے عقد بیع میں ثمن کو مطلق رکھا اور کوئی تعیین نہیں کی اور شہر میں مختلف اوصاف کے دراہم جو مالیت میں سب برابر ہوں رائج ہوں تو جن دراہم کے ذریعہ لوگوں کا لین دین زیادہ ہوگا ان کے ذریعہ ثمن کو ادا کیا جائے گا۔

واضح رہے کہ یہاں غالب درہم کا متعین ہونا بطریق تاویل ہے کیونکہ نقود کئی اوصاف کے مابین مشترک ہیں اور مشترک کے معانی میں سے کسی ایک معنی کی تعیین اگر قرینہ سے ہوجائے تو وہ مؤول ہوجاتا ہے اور یہاں غالب دراہم کے متعین ہونے کا قرینہ ان کا شہر میں زیادہ رائج ہونا ہے۔

قولہ:وَلَو كَانَتِ النُّقُودُ مُختَلِفَةً......

صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اگر شہر میں رائج شدہ نقود مختلف مالیت کے ہوں یعنی بعض کی مالیت زیادہ اور بعض کی کم ہو تو اس صورت میں بیع فاسد ہوجائے گی کیونکہ عموم مشترک کے ناجائز ہونے کی وجہ سے تمام دراہم مراد لینا محال ہے اور قرینہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے کسی ایک کو متعین کرنا جائز نہیں ہے، پس اس مشکل اور دشواری کی وجہ سے بیع فاسد ہوجائے گی۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۲۰﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۴﴾

كُل لَفظ وَضعه وَاضع اللُّغة بِإزاء شَيْء فَهُوَ حَقِيقَة لَهُ وَلَو اسْتُعْمِل فِي غَيره يَكُون مَجَازًا لَا حَقِيقَة ثمَّ الْحَقِيقَة مَعَ الْمجَاز لَا يَجْتَمِعَان ارادة من لفظ وَاحِد فِي حَالَة وَاحِدَة۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) حقیقت اور مجاز کی لغوی اور اصطلاحی تعریفات مع مثال تحریر کریں (ج) ''ثم الحقیقة مع المجاز ......الخ ......'' سے جو حکم بیان کیا گیا ہے، اس کی وضاحت کرتے ہوئے اس پر کوئی مثال تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

یہ فصل حقیقت اور مجاز (کے بیان) میں ہے ہر وہ لفظ جس کو واضع لغت نے کسی شئی کے مقابلہ میں وضع کیا ہو تو وہ لفظ اس شئی کے لئے حقیقت ہے اور اگر اس کے علاوہ میں استعمال کیا جائے تو حقیقت نہیں مجاز ہے، پھر کسی لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی کا ایک حالت میں ایک ساتھ جمع ہونا محال ہے۔

جواب (ب)

حقیقت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

واضح رہے کہ حقیقت لغت میں ''حق یحق حقا وحقیقة'' کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں کسی چیز کا ثابت ہونا، اس اعتبار سے حقیقت کا مطلب ہے ''اللفظ الثابت فی محله'' وہ لفظ جو اپنے محل یعنی معنی میں ثابت ہو چونکہ حقیقت اپنے معنی موضوع لہ پر ثابت رہتی ہے اسلئے اس کو حقیقت کہتے ہیں، اور اگر حقیقة کا مصدر بنی للمفعول ہو تو پھر اس کا مطلب ہوگا ''اللفظ المثبت

Website:MadarseWale.blogspot.com

فی محلہ ‘‘کہ وہ لفظ جسے اپنے محل میں ثابت کیا جاتا ہے چونکہ حقیقت کو دلائل وضعیہ سے اس کے معنی موضوع لہ میں یقینی طور پر ثابت کیا جاتا ہے اس لئے اس کو حقیقت کہتے ہیں۔

اور اصطلاح میں حقیقت ہر وہ لفظ کہلاتا ہے جس کو واضع لغت کسی شئی کے مقابلہ میں وضع کرتا ہے اور وہ لفظ اپنے معنی موضوع لہ میں استعمال بھی ہوتا ہے، جیسے کہ لفظ...اسد...اس کو واضع لغت نے شیر کے مقابلہ میں وضع کیا ہے، پس جب یہ لفظ شیر کے معنی میں استعمال ہو تو یہ حقیقت ہے۔ (اجود الحواشی:۸۷)

أما الحقيقة:فاستعمال اللفظ فيما وضع له لغة: كالأسد للحيوان المفترس،أو شرعا: كالصلاة للعبادة المخصوصة،أوعرفا كالاصطلاحات التي يستعملها أهل الفنون۔ (تسہیل الاصول:۲۲)

مجاز کی لغوی اصطلاحی تعریف:

مجاز مصدر میمی ہے لیکن فاعل کے معنی میں ہے یہ ’’جاز یجوز جوازاً‘‘ سے مشتق ہے اس کے لغوی معنی تجاوز کرنے کے آتے ہیں، لفظ کے مجازی معنی کو مجاز اسی لئے کہا جاتا ہے کہ لفظ اپنے معنی موضوع لہ سے تجاوز کرکے دوسرے معنی میں مستعمل ہونے لگتا ہے۔

اور اصطلاح میں مجاز اس لفظ کو کہتے ہیں جو اپنے معنی موضوع لہ کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے لفظ...اسد...اس کو اگر بہادر آدمی کے لئے استعمال کیا جائے تو مجاز کہلائے گا۔ (اجود الحواشی:۸۸)

أما المجاز:فاستعمال اللفظ في غيرما وضع له لعلاقة بينهما،سواء كانت العلاقة بينهما التشبيه كتسمية الشجاع أسدا،أوغير التشبيه مثل السببية والمسببية،كتسمية المطرسماءاً۔

(تسہیل الاصول:۲۲)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ج)

"ثم الحقيقة مع المجاز......الخ......" سے بیان کردہ حکم وضاحت اور مثال:

واضح رہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے "ثم الحقيقة مع المجاز......الخ......" سے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کا حکم بیان کیا ہے پھر اس کی تائید میں قرآن کریم اور حدیث مبارکہ سے مثالیں پیش کی ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک حقیقت اور مجاز کا ایک وقت میں ایک لفظ کے اندر اکٹھا ہونا ممکن نہیں ہے یعنی ایک ہی وقت میں لفظ کے حقیقی اور مجازی دونوں معنی مرد نہیں ہو سکتے کیونکہ حقیقت اصل ہے اور مجاز اس کا خلیفہ ہے اور خلیفہ کا اصل کے ساتھ ایک ہی وقت میں جمع ہونا محال ہے جیسے وضو اصل ہے اور تیمّم اس کا خلفیہ ہے اور ان دونوں کا ایک وقت میں ایک ساتھ جمع ہونا محال ہے، لیکن حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک کسی بھی لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی ایک وقت میں ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مثال:

واضح رہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے عدم جواز پر حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی تائید میں حدیث سے ایک مثال بیان کی ہے، حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں "لاتبيعوا الدرهم بالدرهمين ولا الصاع بالصاعين" "ایک درہم کو دو درہم کے عوض اور ایک صاع کو دو صاع کے عوض میں فروخت نہ کرو، اب اس حدیث پاک میں صاع کے حقیقی اور مجازی دو معنی ہیں، حقیقی معنی لکڑی کا وہ پیمانہ ہے جس میں گندم وغیرہ کو ناپا جاتا ہے اور مجازی معنی "مافي الصاع" اور "مايدخل في الصاع" یعنی وہ چیز ہے جو صاع کے اندر ڈالی جاتی ہے جیسے گندم، جو وغیرہ اب لفظِ صاع سے اس حدیث پاک میں دونوں معنی مراد نہیں ہیں ورنہ لفظ واحد میں حقیقت و مجاز کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے، لہذا اس حدیث میں بالاتفاق مجازی معنی یعنی "مافي الصاع" مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ایک صاع گندم کو دو صاع گندم کے

Website:MadarseWale.blogspot.com

مقابلہ میں فروخت نہ کرو، لہذا اب حقیقی معنی مراد نہ ہونے کی وجہ سے لکڑی کے ایک عین صاع کو دو عین صاع کے بدلے میں بیچنا جائز ہے۔ (اجود الحواشی: ۸۸تا۸۹)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۲۱﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۴﴾

وَلِهٰذَا قُلْنَا لما أُرِيد مَا يدْخل فِي الصَّاع بقوله عَلَيْهِ السَّلَام لَا تَبِيعُوا الدِّرْهَم بِالدِّرْهَمَيْنِ وَلَا الصَّاع بالصاعين وَسقط اعْتِبَار نفس الصَّاع حَتَّى جَازَ بيع الْوَاحِد مِنْهُ بالإثنين وَلما أُرِيد الوقاع من آيَة الْمُلَامسَة سقط اعْتِبَار إِرَادَة الْمس بِالْيَدِ قَالَ مُحَمَّد إذاأوصى لمواليه وَله موَالٍ أعتقهم ولمواليه موَالٍ اعتقوهم كَانَت الْوَصِيَّة لمواليه دون موَالِي موَالِيه۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) حقیقت اور مجاز کی تعریف تحریر کریں (ج) صاحب کتاب نے حقیقت کی تعریف میں وضع کا لفظ تحریر کیا ہے آپ وضع کے معنی اور اس کے اعتبار سے حقیقت کی اقسام تحریر کریں (د) مذکورہ مسائل کس اصل پر مبنی ہیں اس کو تحریر کر کے ان مسائل کی تشریح قلم بند کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کے ارشاد "لا تبیعوا الدرهم بالدرهمين ولا الصاع بالصاعين" سے داخل صاع مراد لیا گیا ہے تو نفسِ صاع کا اعتبار ساقط ہے یہاں تک کہ ایک صاع کو دو صاع کے مقابلہ میں فروخت کرنا جائز ہے، اور جب آیت ملامست سے جماع مراد لیا گیا ہے تو ہاتھ سے چھونے کا اعتبار ساقط ہے، حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ

Website:MadarseWale.blogspot.com

فرماتے ہیں کہ جب کسی نے اپنے موالی کیلئے وصیت کی اور اس کے لئے ایسے موالی ہیں جن کو اس نے آزاد کیا ہے اور اس کے موالی کے بھی ایسے موالی جنہیں انہوں نے آزاد کیا ہے تو وصیت موصی کے موالی کیلئے ہوگی اس کے موالی کے موالی کیلئے نہیں ہوگی۔

جواب (ب)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

حقیقت اور مجاز کی تعریف:

حقیقت اور مجاز کی تفصیلی تعریف سابقہ سوال کے تحت گذر چکی ہے یہاں خلاصۃً عرض ہے کہ حقیقت ہر وہ لفظ کہلاتا ہے جس کو واضع لغت کسی شئی کے مقابلہ میں وضع کرتا ہے اور وہ لفظ اپنے معنی موضوع لہ میں استعمال بھی ہوتا ہے، جیسے لفظ اسد کو واضع لغت نے شیر کے مقابلہ میں وضع کیا ہے، پس جب یہ لفظ شیر کے معنی میں استعمال ہوگا تو یہ حقیقت ہے، اور اگر لفظ اپنے معنی موضوع لہ کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے تو اس کو مجاز کہتے ہیں جیسے لفظ اسد کو اگر بہادر آدمی کے لئے استعمال کیا جائے تو اس پر اسد کا اطلاق مجاز ہے۔ کما مر انفاً۔ (جواد الحواشی: ۷۸)

الحقیقة کل لفظ وضعه واضع اللغة بازاء شئی فهو حقیقة ولو استعمل فی غیره یکون مجازا لاحقیقة۔

جواب (ج)

وضع کے معنی اور اس کے اعتبار سے حقیقت کی اقسام:

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے حقیقت کی تعریف کرتے ہوئے وضع کا لفظ استعمال کیا ہے، وضع لفظ کو کسی معنی کیلئے اس طرح متعین کرنے کو کہتے ہیں کہ اس معنی پر دلالت کرنے میں لفظ کسی قرینہ کا محتاج نہیں ہوتا، واضح رہے کہ وضع کے اعتبار سے لفظ کی تین قسمیں (۱) حقیقت لغویہ (۲) حقیقت شرعیہ (۳) حقیقت عرفیہ.....

حقیقت لغویہ: اگر واضع نے لفظ کو ایک ہی معنی کیلئے وضع کیا ہے اور وہ لفظ اسی معنی

Website:MadarseWale.blogspot.com

میں استعمال ہوتا ہے تو اس کو حقیقت لغویہ کہتے ہیں، جیسے کے لفظ اسد کو واضع نے شیر کیلئے وضع کیا ہے تو شیر کیلئے اس کا استعمال حقیقت لغوی ہے۔

حقیقت شرعیہ: اگر کسی لفظ کو شارع علیہ السلام نے ایک معنی کیلئے وضع کیا ہو اور وہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہو تو اس کو حقیقت شرعیہ کہتے ہیں، جیسے لفظ صلوٰۃ اس کو شارع علیہ السلام نے اوقات مخصوصہ میں ارکان مخصوصہ کو ادا کرنے کیلئے وضع کیا ہے پس اس کا اس معنی میں استعمال حقیقیت شرعیہ ہے۔

حقیقت عرفیہ: اگر کسی لفظ کو عرف عام یا عرف خاص نے کسی معنی کیلئے وضع کیا ہو تو اس کو حقیقت عرفیہ کہتے ہیں، جیسے لفظ دابہ اس کو عرف عام نے چوپائے پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا ہے پس اس سے اس کے یہی معنی مراد لینا حقیقت عرفیہ ہے۔ (اجود الحواشی: ۸۷)

جواب (د)

عبارت میں مذکور مسائل کس اصل پر مبنی ہیں؟:

واضح رہے کہ عبارت میں مذکور مسائل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی بیان کردہ اس اصل پر مبنی ہیں کہ کسی لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی کو بیک وقت مراد لینا درست نہیں ہے، اس لئے کہ حقیقت اصل ہوتا ہے اور مجاز اس کا خلیفہ ہوتا ہے اور اصل کے ساتھ خلیفہ کا جمع ہونا ممکن نہیں ہے، اس کے برخلاف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ حقیقت ومجاز کو ایک ساتھ جمع کرنا جائز ہے، لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے متبعین نے متعدد دلائل کے ذریعہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اس مسلک کو رد کیا ہے جیسا کہ عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح کے تحت آرہا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح:

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اس مسلک کی تائید

Website:MadarseWale.blogspot.com

میں کہ حقیقت اور مجاز کوایک ساتھ جمع کرنا صحیح نہیں ہے یہ دلیل پیش کی ہے حضور علیہ السلام نے ارشادفرمایاہے ''لاتبیعوا الدرھم بالدرھمین ولا الصاع بالصاعین ''ایک درہم کودودراہم کےعوض اورایک صاع کودوصاع کےعوض فروخت نہ کرو،صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ صاع کے دومعنی ہیں ایک حقیقی ہیں اوردوسرے مجازی ہیں،صاع کے حقیقی معنی ہیں لکڑی کاوہ پیمانہ جس میں گیہوں وغیرہ کوناپاجاتاہےاورمجازی معنی ہیں''مایدخل فی الصاع ''یعنی وہ چیز جوصاع کے اندرڈال کرناپی جاتی ہے،اب اس حدیث میں ہمارے لئے ان دونوں معنی کوایک ساتھ مراد لینا درست نہیں ہے اس لئے اس صورت میں حقیقت ومجاز کااجتماع لازم آتاہےاوریہ صحیح نہیں ہے، پس یہاں علماءکرام نے صاع سے اس کے مجازی معنی مرادلئے ہیں اورحدیث مذکورہ کامطلب یہ بیان کیاہے ایک صاع گندم وغیرہ کودوصاع گندم کےعوض فروخت کرناجائزنہیں ہے رہانفس صاع تواس کےایک عددکودوکےبدلےمیں فروخت کرناجائزہے۔

قولہ: ولما ارید الوقاع من آیۃ الملامسۃ....

صاحب کتاب دوسری دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشادفرمایاہے''اولٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداطیباً''(اگر)تم عورتوں کومس کرواورتمہیں پانی نہ ملےتوپاک مٹی سےتیمّم کرلو،مس کے دومعنی آتے ہیں (۱)حقیقی یعنی مس بالید کرنا(۲) مجازی یعنی جماع کرنا،حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہاں مس کےمجازی معنی مرادہیں لہذااب اس کےساتھ حقیقی معنی کوجمع کرنا اورمس مرأۃ کوناقض وضوقراردیناصحیح نہیں ہے،اس کے برخلاف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتےہیں یہاں مس سےاس کےحقیقی اورمجازی دونوں معنی مرادہیں پس جس طرح اس لفظ کےمجازی معنی پرعمل کرتےہوئےجماع کی صورت میں پانی نہ ملنے پرپاک مٹی سےتیمم کرناضروری ہےاسی طرح اس کےحقیقی معنی پرعمل کرتےہوئےمس مرأۃ بالید کےبعدبھی پانی

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کرنا ضروری ہے۔

قولہ: قال محمدؒ اذا اوصیٰ لموالیہ.....

صاحبؒ کتاب تیسری دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس طرح مذکورہ بالا مسائل میں حقیقت اور مجاز دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنا صحیح نہیں ہے اسی طرح حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آزاد شخص اپنے موالی کیلئے وصیت کرے اور اس کے از خود بھی موالی یعنی غلام ہیں جن کو اس نے آزاد کیا ہے اور پھر ان آزاد کردہ غلاموں کے بھی موالی یعنی آزاد کردہ غلام ہیں تو اس صورت میں یہ وصیت صرف موصی کے موالی حق میں ثابت ہوگی، موالی کے موالی کے حق میں ثابت نہیں ہوگی، اور اس کی وجہ یہ ہے موالی کے حقیقی معنی معتَق المعتِق کے آتے ہیں جب کہ مجازاً معتَق المعتَق کو بھی موالی کہہ دیتے ہیں، اور جب یہاں اس کے حقیقی معنی مراد لے لئے گئے تو اب ان کے ساتھ مجازی معنی کو جمع کرنا اور موالی کے موالی کے لئے وصیت کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۲۲﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۵﴾

وَلَئِن قَالَ إِذا حلف لَا يضع قدمه فِي دَار فُلَان يَحْنَث لَو دَخلهَا حافيا أَومتنعلا أَو رَاكِبًا وَكَذَلِكَ لَو حلف لَا يسكن دَار فُلَان يَحْنَث لَو كَانَت الدَّار ملكا لفُلَان أَو كَانَت بِأُجْرَة أَوْ عَارِيَة وَذَلِكَ جمع بَين الْحَقِيقَة وَالْمجَاز وَكَذَلِكَ لَو قَالَ عَبده حر يَوْم يقدم فلَان فقدم فلَان لَيْلًا أَو نَهَارا يَحْنَث۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مذکورہ عبارت میں جن اعتراضات کو بیان کیا گیا ہے ان کی وضاحت کر کے جواب تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمة العبارة:

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرنے لگے کہ جب کسی شخص نے یہ قسم کھالی کہ وہ فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھے گا تو اب یہ اس کے گھر میں چاہے ننگے پیر داخل ہو یا جوتا پہن کر ہو بہر صورت حانث ہو جائے گا، اور اگر کوئی یہ قسم کھالے کہ وہ فلاں کے گھر میں نہیں رہے گا تو یہ اس کے گھر میں رہنے کی وجہ سے خواہ گھر اس کا مملوک ہو یا اجرت پر ہو حانث ہو جائے گا اور یہ در حقیقت جمع بین الحقیقة والمجاز ہے، اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں جس دن آئے تو میرا غلام آزاد ہے تو وہ فلاں رات میں آئے یا دن میں یہ شخص حانث ہو جائے گا۔

جواب (ب)

عبارت میں مذکور اعتراضات اور ان کے جوابات:

اس عبارت میں صاحب کتاب نے جمع بین الحقیقة والمجاز کے عدم جواز پر شوافع کی جانب سے وارد ہونے والے تین اعتراضات اور ان کے جوابات تحریر کئے ہیں...

پہلا اعتراض اور اسکا جواب : شوافع کی جانب سے جمع بین الحقیقة والمجاز کے عدم جواز پر پہلا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ اگر کسی نے یہ قسم کھالی کہ وہ فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھے گا تو قدم رکھنے کے حقیقی اور مجازی دو معنی ہیں، حقیقی معنی یہ ہیں اس کے گھر میں ننگے پیر نہیں جاؤں گا اور مجازی معنی یہ ہیں کہ جوتے پہن کر یا سوار ہو کر نہیں جاؤں گا، اب اگر یہ شخص اس کے گھر میں ننگے پیر یا جوتے پہن کر یا سوار ہو کر داخل ہوتا ہے تو احناف کے نزدیک حانث ہو جاتا ہے، پس گویا یہاں احناف نے حقیقت اور مجاز کو ایک ساتھ جمع کیا ہے، لہذا انہوں نے اپنے اس اصول کو کہ حقیقت اور مجاز کو ایک ساتھ جمع کرنا صحیح نہیں ہے اپنے ہی عمل سے رد کر دیا ہے۔

احناف اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جناب! آپ نے جو مثال پیش کی ہے اس

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

میں حقیقت ومجاز ایک ساتھ اکھٹے نہیں ہیں بلکہ اس میں حالف کی قسم "لا یضع قدمی فی دار فلان" سے عرفاً عموم مجاز کے طور پر دخول دار مراد ہے پس دخول دار جن جن صورتوں میں پایا جائے گا حالف حانث ہو جائے گا اور یہاں دخول دار چونکہ مذکورہ دونوں صورتوں (یعنی ننگے پیر داخل ہونے کی صورت میں اور جوتے پہن کر یا سوار کر داخل ہونے کی صورت) میں پایا جاتا ہے اس لئے ہمارے نزدیک بہر صورت حالف حانث ہو جاتا ہے۔

دوسرا اعتراض اور اس کا جواب: جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے عدم جواز پر شوافع نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے اگر کسی شخص نے یہ قسم کھالی کہ وہ فلاں کے گھر میں سکونت اختیار نہیں کرے گا تو اب فلاں کیلئے گھر ہونے کے حقیقی اور مجازی دو معنی ہیں حقیقی معنی یہ ہیں کہ وہ گھر فلاں کی ملکیت ہو اور مجازی معنی یہ ہیں کہ فلاں کے پاس بطور عاریتاً موجود ہو، اور احناف اس بات کے قائل ہیں کہ فلاں کا گھر خواہ اسکا اپنا ہو یا اس کے پاس کرائے پر ہو حالف اگر اس میں داخل ہو گا تو حانث ہو جائے گا تو گویا اس مسئلہ میں احناف نے حقیقت اور مجاز کو ایک ساتھ جمع کیا ہے۔

احناف اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں فرماتے ہیں جناب! اس مسئلہ میں حالف کی قسم "لا یسکن دار فلان" سے عموم مجاز کے طور پر رہائشی گھر مراد ہے اور رہائشی گھر کا اطلاق مملوکہ اور غیر مملوکہ دونوں گھروں پر ہوتا ہے اس لئے ہم اس بات کے قائل ہیں کہ حالف اگر فلاں کے رہائشی گھر میں خواہ وہ اس کا اپنا ہو یا کرائے کا ہو داخل ہو گا تو حانث ہو جائے گا، پس اس مسئلہ میں بھی ہم نے حقیقت اور مجاز کو ایک ساتھ جمع نہیں کیا ہے بلکہ عموم مجاز مراد لیا ہے۔

تیسرا اعتراض اور اسکا جواب: جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے عدم جواز پر شوافع نے تیسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اگر کسی نے یہ قسم کھالی "عبدی حر یوم یقدم فلان" جس دن فلاں آئے گا تو میرا غلام آزاد ہے، اب وہ فلاں خواہ دن میں آئے یا رات میں آئے احناف اس بات کے قائل ہیں کہ حالف حانث ہو جائے گا، اور یوم کا اطلاق چونکہ حقیقتاً دن پر اور مجازاً

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

رات پر ہوتا ہے تو گویا اس مسئلہ میں بھی احناف نے حقیقت اور مجاز کو ایک ساتھ جمع کیا ہے۔

احناف اس اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہم نے حالف کی مذکورہ قسم میں دن یا رات کو مراد نہیں لیا ہے بلکہ مطلق وقت کو مراد لیا ہے بایں وجہ کہ یوم کی اضافت جب فعل غیر ممتد کی جانب ہوتی ہے تو اس سے مطلق وقت ہی مراد ہوتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے، پس اس مسئلہ میں بھی ہم نے حقیقت اور مجاز کو ایک ساتھ جمع نہیں کیا ہے بلکہ مطلق وقت کی وجہ سے حالف کو حانث قرار دیا ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۲۳﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۶﴾

وعلی هذا قُلْنَا إذا حلف لَا يشرب من هٰذه البير ينْصَرف ذٰلِك إِلَى الاغتراف حَتّٰى لَو فَرضنَا أَنه لَو كرع بِنَوْع تكلّف لَا يَحْنَث بِالِاتِّفَاقِ وَنَظِير المهجورة لَو حلف لَا يضع قدمه فِي دَار فلَان فَإِن إِرَادَة وضع الْقدَم مهجورة عَادَة۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) حقیقت کی تینوں اقسام مع تعریفات تحریر کر کے ان کے مابین دلیل حصر تحریر کریں (ج) عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی اصل کی بنیاد پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی یہ قسم کھالے کہ وہ اس کنویں سے نہیں پیے گا تو اس قسم کو چلو بھر کر پینے پر محمول کیا جائے گا یہاں تک کہ اگر ہم اس کے بتکلف کنویں سے منھ لگا کر پینے کو فرض کر لیں تو اس صورت میں یہ حالف حانث نہیں ہوگا، اور حقیقت مہجورہ کی مثال

Website:MadarseWale.blogspot.com

یہ ہے کہ اگر کسی نے یہ قسم کھالی کہ وہ فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھے گا تو تو صرف قدم رکھنے کو مراد لینا عادۃ متروک ہے۔

جواب (ب)

حقیقت کی اقسام اوران کی تعریفات:

واضح رہے کہ حقیقت کی تین قسمیں ہیں (۱) حقیقت مستعملہ (۲) حقیقت متعذرہ (۳) حقیقت مہجورہ.....

حقیقت مستعملہ: اس حقیقت کو کہتے ہیں جس میں لفظ کے حقیقی معنی پر عمل کرنا نہ صرف آسان ہوتا ہے بلکہ عرفاً وعادۃً متروک بھی نہیں ہوتا، لوگ اس کو اس کے حقیقی معنی میں استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ "شرب اللبن" اس کے حقیقی معنی دودھ پینے کے آتے ہیں اور اسی معنی میں یہ استعمال بھی ہوتا ہے۔

حقیقت متعذرہ: اس حقیقت کو کہتے ہیں جس میں لفظ کے حقیقی معنی پر عمل کرنا دشوار اور متعذر ہوتا ہے اور بغیر مشقت کے اس کے حقیقی معنی تک رسائی ممکن نہیں ہوتی ہے۔

حقیقت مہجورہ: اس حقیقت کو کہتے ہیں جس میں لفظ کے حقیقی معنی پر عمل کرنا آسان تو ہوتا ہے لیکن عرفاً وعادۃً اس پر عمل متروک ہوتا ہے۔

حقیقت کی مذکورہ اقسام کے مابین دلیل حصر:

واضح رہے کہ حقیت کی مذکورہ بالا تینوں اقسام کے مابین دلیل حصر یہ ہے کہ کسی بھی لفظ کے حقیقی معنی یا تو عرف اور عادت میں مستعمل ہوں گے یا مستعمل نہیں ہوں گے، اگر مستعمل ہیں تو اس کو حقیقت مستعملہ کہتے ہیں، اور اگر مستعمل نہیں ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو ان حقیقی معنی پر عمل کرنا آسان ہوگا یا دشوار ہوگا، اگر لفظ کے حقیقی معنی پر عمل کرنا دشوار ہے تو اس کو حقیقت متعذرہ کہتے ہیں، اور اگر آسان ہے لیکن متروک العمل ہے تو اس کو حقیقت مہجورہ کہتے ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ج)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں حقیقت متعذرہ کی مثال بیان کی ہے، فرماتے ہیں کہ احناف اپنے اس اصول کے مطابق اگر متکلم نے متعذرہ اور مہجورہ میں شئی کی نفسِ حقیقت کی نیت نہ کی ہوتو اس کے کلام کے مجازی معنی مراد ہوتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے "واللّٰہ لا اشرب من ھذہ البئر" اللہ کی قسم میں اس کنویں سے پانی نہیں پیوں گا تو یہ قسم چلو سے پانی پینے پر محمول ہوگی، کیونکہ کنویں سے پانی پینے کے دو معنی ہیں (۱) حقیقی (۲) مجازی، حقیقی معنی یہ ہیں عین کنویں سے پانی پئے اور مجازی معنی یہ ہیں کہ کنویں کے پانی کو کسی برتن وغیرہ میں لیکر پئے اور یہاں حقیقی معنی پر عمل کرنا متعذر ہے بایں وجہ کے عین کنویں سے منھ لگا کر پانی پینا نہایت دشوار ہے اور متکلم نے اس کی نیت بھی نہیں کی ہے اس لئے یہاں اس کے مجازی معنی مراد ہوں گے، پس اگر یہ شخص چلو سے یا کسی برتن وغیرہ سے کنویں کا پانی کا حاصل کر کے پئے گا تو حانث ہو جائے گا اور اگر کنویں میں اتر کر بتکلف اس سے منھ لگا کر پئے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

قولہ: وَنَظِیر المھجورۃ لَو حلف.....

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ حقیقت مہجورہ کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھالی "واللّٰہ لا اضع قدمی فی دار فلان" قسم بخدا میں فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا، تو یہاں وضع قدم کے حقیقی اور مجازی دو معنی ہیں؛ حقیقی معنی یہ ہیں کہ آدمی گھر میں داخل ہوئے بغیر قدم اندر رکھدے اور مجازی معنی یہ ہیں کہ گھر میں داخل ہو جائے، اول معنی پر اگر چہ عمل کرنا آسان ہے لیکن عرف اور عادت میں یہ معنی متروک العمل ہیں، پس اس قسم میں بھی وضع قدم کے مجازی معنی مراد ہوں گے اور یہ کہا

Website:MadarseWale.blogspot.com

جائے گا اگر حالف فلاں کے گھر میں داخل ہوگا تو حانث ہو جائے گا اور اگر اس نے باہر بیٹھ کر صرف پیر اندر داخل کر دئے تو حانث نہیں ہوگا۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۲۴﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۶﴾

وَلَو كَانَتِ الْحَقِيقَة مستعملة فَإِن لم يكن لَهَا مَجَاز مُتَعَارَف فالحقيقة أولى بِلَا خلاف فَإِن كَانَ لَهَا مَجَاز مُتَعَارَف فا لحقيقة اولىٰ عند ابى حنيفةؒ وَعِنْدَهُمَا الْعَمَل بِعُمُوم الْمجَاز أولى۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مجاز متعارف اور عموم مجاز کی تعریف تحریر کریں (ج) عبارت کا مطلب لکھتے ہوئے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اور صاحبین علیہما الرحمۃ کے اختلاف کو مثال کے ذریعہ واضح کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور اگر حقیقت مستعملہ ہو اور اس کا مجاز متعارف نہ ہو تو بالاتفاق حقیقت اولیٰ ہے اور اگر اس کا مجاز متعارف ہو تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک حقیقت اولیٰ ہے اور حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک عموم مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

جواب (ب)

مجاز متعارف اور عموم مجاز کی تعریف:

واضح رہے کہ مجاز متعارف کسی لفظ کے اس معنی کو کہتے ہیں جو عوام الناس کے مابین متعارف ہو جاتے ہیں اور حقیقی معنی کے مقابلہ میں ان کا استعمال زیادہ ہونے لگتا ہے، اور عموم مجاز کسی لفظ

Website:MadarseWale.blogspot.com

کے ایسے معنی مراد لینے کو کہتے ہیں جس میں حقیقی اور مجازی دونوں معنی داخل ہو جاتے ہیں۔

جواب (ج)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ اگر کسی لفظ کے حقیقی معنی مستعمل ہوں اور اس کا مجاز متعارف موجود نہ ہو تو اس صورت میں اس لفظ سے بالاتفاق حقیقی معنی ہی مراد لینا زیادہ اولیٰ ہے، جیسے کہ لفظ اسد اس کو واضع نے حقیقتاً شیر کی ذات پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا ہے اور اس کے مجازی معنی عموماً عرف عام میں مستعمل بھی نہیں ہے پس جب بھی یہ لفظ بولا جائے تو اس سے اس کے حقیقی معنی ہی مراد لئے جائیں گے۔

اور اگر کسی لفظ کے حقیقی معنی بھی مستعمل ہوں اور اس کا مجاز متعارف بھی موجود ہو یعنی اس کے مجازی معنی بھی عرف اور عادت میں استعمال ہوتے ہوں اور ان کا استعمال حقیقی معنی کے مقابلہ میں زیادہ ہو اور ذہن اس لفظ کے بولے جانے کے وقت اول مرحلہ میں اسی مجازی معنی کی جانب منتقل ہوتا ہو تو اس صورت میں اس کے حقیقی معنی مراد لینا زیادہ اولیٰ ہیں یا مجازی اس سلسلے میں اختلاف ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں لفظ کے حقیقی معنی مراد لینا زیادہ اولیٰ ہے جبکہ صاحبین علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عموم مجاز پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ اپنے قول پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب تک کسی لفظ کے حقیقی معنی پر عمل کرنا ممکن ہو اس وقت تک اس کے مجازی معنی کو مراد لینا صحیح نہیں ہے اور مذکورہ صورت میں چونکہ لفظ کے حقیقی اور مجازی دونوں معنی مستعمل ہیں اس لئے حقیقی معنی پر عمل کرنا مجاز متعارف پر عمل کرنے سے زیادہ اولیٰ ہے، اس کے برخلاف حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ اپنے قول پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں جب عرف اور عادت میں کسی لفظ کے حقیقی اور مجازی دونوں معنی استعمال ہوتے ہوں تو اس صورت میں اس لفظ کے ایسے معنی مراد لینا جس میں حقیقی اور مجازی دونوں معنی کا

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

مفہوم موجود ہو زیادہ اولیٰ اور مناسب ہے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے ”لا یاکل من هذه الحنطة“ کہ وہ اس گندم سے نہیں کھائے گا تو اس کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ وہ گندم کو بھون کر یا پکا کر نہیں کھائے گا اور مجازی معنی یہ ہیں کہ وہ اس گندم کی روٹی نہیں کھائے گا، اور عرف میں یہ دونوں ہی معنی مستعمل ہیں لیکن حقیقی معنی کے مقابلہ میں مجازی معنی کا استعمال زیادہ ہے، پس اس صورت میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک حقیقی معنی مراد لئے جائیں گے اور قسم کھانے والا یہ شخص عین گندم کے کھانے سے حانث ہوگا اس کی روٹی کھانے سے حانث نہیں ہوگا جبکہ حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک یہاں عموم مجاز مراد لیا جائے گا اور یہ شخص عین گندم اور اس کی روٹی دونوں کھانے سے حانث ہو جائے گا۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۲۵﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۷﴾

وَلَا يـلْزم على هَذَا إذا قَالَ لامْرَأته هَذِه ابْنَتِي وَلها نسب مَعْرُوف من غيره حَيْثُ لاتحرم عَلَيْهِ وَلَا يَجْعَل ذَلِك مجَازًا عَن الطَّلَاق سَوَاء كَانَت الْمَرْأَة أَصْغَر سنا مِنْهُ أَو كبرى لِأَن هَذَا اللَّفْظ لَو صَحَّ مَعْنَاهُ لَكَانَ منافيا للنِّكَاح فَيكون منافيا لحكمه هُوَ الطَّلَاق وَلَا اسْتِعَارَة مَعَ وجود التَّنَافِي۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) ”علی هذا“ کا مشار الیہ متعین کرتے ہوئے عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور (سابق میں مذکور اسی صول کی بنا پر) اس شخص پر جس نے اپنی بیوی کو ”هـذا ابنتی“ کہا

Website:MadarseWale.blogspot.com

اور بیوی کا نسب شوہر کے علاوہ سے معروف ہے کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور یہ عورت شوہر پر حرام نہیں ہوگی اور شوہر کے اس قول کو طلاق سے مجاز قرار نہیں دیا جائے گا خواہ عورت شوہر سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو بایں وجہ کے اگر یہ لفظ اپنے معنی کے اعتبار سے صحیح ہو تو یہ نکاح کے منافی ہوگا اور جب ایسا ہے تو پھر یہ حکم نکاح یعنی طلاق کے بھی منافی ہوگا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے سابق میں ذکر کردہ احناف کے اصول پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کو بیان کر کے اس کا جواب دیا ہے، اس اعتراض اور جواب کو سمجھنے سے پہلے "علی ھذا" کے مشار الیہ کو جاننا ضروری ہے، واضح رہے کہ "علی ھذا" سے صاحب کتاب نے سابق میں بیان کردہ احناف کے اس اصول کی جانب اشارہ کیا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اگر کوئی کلام نحوی ترکیب اور ترجمہ کے اعتبار سے بالکل صحیح ہو لیکن حقیقت کے اعتبار سے اس پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو اس کلام کو لغو قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ مجاز کی جانب رجوع کیا جائے گا اور اس کلام کے مجازی معنی مراد لئے جائیں گے۔

اب حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اس اصول پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت! اگر کوئی شخص اپنی معروف النسب بیوی کو "ھذا ابنتی" کہے تو اس کا کیا حکم ہے کیا کیا اس کلام کو مجازاً طلاق مانا جائے گا؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر شوہر کا یہ کلام لغو ہوگا اور آپؒ کا بیان کردہ اصول باطل ہو جائے گا۔

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب! حضرت امام صاحبؒ کا اصول اپنی جگہ بالکل صحیح ہے اور آپ کا اعتراض کرنا فضول ہے بایں طور کہ شوہر کا کلام "ھذا ابنتی" اگرچہ نحوی ترکیب اور ترجمہ کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے، لیکن بنت

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہونے کا معنی نکاح کے منافی ہے کیونکہ شرعاً بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے، پس جب بنت ہونا نکاح کے منافی ہے تو یہ طلاق کے بھی منافی ہوگا کیونکہ طلاق کا وقوع نکاح کے بعد ہوتا ہے، لہذا جب بنت اور طلاق کے معنی میں منافات ثابت ہوگئی تو منافی چیزوں کے مابین مجاز اور استعارہ مراد لینا درست نہیں ہے اسی لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں اگرچہ ''ھذا ابنتی'' کے الفاظ بالکل صحیح ہیں لیکن بنت اور طلاق کے مابین منافات ہونے کی وجہ سے یہاں ان الفاظ سے مجاز أطلاق مراد لینا درست نہیں ہے۔ (اجود الحواشی:۱۰۳)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۲۶﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۸﴾

فصل فِی تعْرِیف طَرِیق الِاسْتِعَارَة،اعْلَم أَن الِاسْتِعَارَةَ فِی أَحْكَام الشَّرْع مطردَة بطريقين أَحدهمَا لوُجُود الِاتِّصَال بَين الْعلَّة وَالْحكم وَالثَّانِي لوُجُود الِاتِّصَال بَين السَّبَب والمحض وَالْحكم فَالْأول مِنْهُمَا يُوجب صِحَة الِاسْتِعَارَة من الطَّرفَيْنِ وَالثَّانِي يُوجب صِحَّتهَا من أحد الطَّرفَيْنِ وَهُوَ استِعَارَة الأَصْل للفرع۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) علت، حکم اور سبب کے مرادی معنی تحریر کر کے سبب کو محض کی قید کے ساتھ مقید کرنے وجہ تحریر کریں (ج) استعارۃ کی تعریف تحریر کریں (د) استعارۃ کی دونوں قسموں کی وضاحت مع مثال اور حکم قلم بند کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

یہ فصل استعارۃ کے طریقہ کی تعریف کے بیان میں ہے، جان لو! کہ استعارۃ شریعت کے

Website:MadarseWale.blogspot.com

احکام میں دوطریقوں پر رائج ہے،ان دونوں میں سے ایک علت اور حکم کے درمیان اتصال کا پایاجانا ہے اور دوسرا سببِ محض اور حکم کے مابین اتصال کا پایا جانا ہے،پس ان دونوں میں اول استعارۃ کی صحت کوطرفین سے ثابت کرتا ہے اورثانی اس کی صحت کواحد الطرفین سے ثابت کرتا ہےاور یہ اصل کافرع کیلئے استعارۃ ہے۔

جواب(ب)

علت،حکم اورسبب کے مرادی معنی:

علت: واضح رہے کہ علت اس چیز کو کہتے ہیں جو شئی کیلئے بغیرکسی واسطے کے حکم کوثابت کرتی ہے۔

حکم:اس نتیجہ کو کہتے ہیں جوعلت کی وجہ سے کسی شئی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے۔

سبب:اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی شئی کیلئے واسطے کے ساتھ حکم کوثابت کرتی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب(ج)

استعارۃ کی تعریف:

واضح رہے کہ علماءاصول کے نزدیک بنیادی طور پرمجاز اوراستعارۃ کے مابین کوئی فرق نہیں ہے بلکہ تعریف کے اعتبار سے دونوں ایک ہی ہیں،البتہ علماءاہل بیان کے نزدیک ان دونوں کے مابین فرق ہےاور وہ یہ ہے اگرلفظ اپنے معنی حقیقی کوچھوڑکرمعنی مجازی میں کسی علاقہ تشبیہ کی وجہ سے استعمال ہوتا ہےتو یہ استعارۃ ہےاوراگر بغیر علاقہ کے ہوتا ہےتو مجاز ہے۔

جواب(ج)

استعارۃ کی دونوں قسموں کی وضاحت:

واضح رہے کہ استعارۃ شریعت کے احکام میں دوطریقوں سے جاری ہوتا ہے اور یہی دوطریقے استعارۃ کی دوقسمیں ہیں(۱)علاقۂ علیت(۲)علاقۂ سببیت۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

علاقۂ علت: اس علاقہ کو کہتے ہیں جس میں استعارۃ علت اور حکم کے مابین علت پائے جانے کی وجہ سے ہوتا ہے، اور اس میں علت بول کر حکم مراد لینا اور حکم بول کر علت مراد لینا جائز ہوتا ہے، یہ استعارۃ ''استعارۃ الاصل للفرع'' اور ''استعارۃ الفرع للاصل'' کہلاتا ہے، مثال کے طور پر عقد بیع میں ملکیت معلول ہے اور شراء اس کیلئے علت ہے، پس یہاں ''ملکت'' بول کر ''اشتریت'' مراد لینا اور ''اشتریت'' بول کر ''ملکت'' مراد لینا صحیح ہے۔

علاقۂ سببیت: اس علاقہ کو کہتے ہیں جس میں استعارۃ سبب محض اور حکم کے مابین اتصال کے پائے جانے کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ ایک طرف سے استعارۃ کے صحیح ہونے کو ثابت کرتا ہے، پس اس میں سبب بول کر حکم مراد لینا تو صحیح ہوتا ہے لیکن حکم بول کر سبب مراد لینا صحیح نہیں ہوتا، یہ استعارۃ صرف ''استعارۃ الاصل للفرع'' کہلاتا ہے، مثال کے طور پر تحریر سبب اور اس سے ملکیت کو زائل ہونا مسبب ہے، پس کسی شوہر کا ''حررتکِ'' بول کر طلاق مراد لینا صحیح ہے لیکن ''طلقتکِ'' بول کر تحریر مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ (اجود الحواشی:۱۰۶)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۲۷﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۹﴾

وَمِثَالُ الثَّانِی إِذَا قَالَ لِامْرَأَتِہٖ حَرَّرْتُکِ وَنَوَی بِہِ الطَّلَاقَ یَصِحُّ لِأَنَّ التَّحْرِیرَ بِحَقِیقَتِہٖ یُوجِبُ زَوَالَ مِلْکِ الْبُضْعِ بِوَاسِطَۃِ زَوَالِ مِلْکِ الرَّقَبَۃِ فَکَانَ سَبَبًا مَحْضًا لِزَوَالِ مِلْکِ الْمُتْعَۃِ فَجَازَ أَنْ یُسْتَعَارَ عَنِ الطَّلَاقِ الَّذِی ھُوَ مُزِیلٌ لِمِلْکِ الْمُتْعَۃِ وَلَا یُقَالُ لَوْ جُعِلَ مَجَازًا عَنِ الطَّلَاقِ لَوَجَبَ أَنْ یَکُونَ الطَّلَاقُ الْوَاقِعُ بِہٖ رَجْعِیًّا کَصَرِیحِ الطَّلَاقِ لِأَنَّا نَقُولُ....الخ....۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) ''لا یقال

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

لو جعل.... الخ....'' جس اعتراض کی جانب اشارہ ہے اس کو مع جواب تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور دوسرے طریقہ کی مثال یہ ہے اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی سے یہ کہا ''حررتکِ'' میں نے تجھے آزاد کر دیا اور اس سے طلاق کی نیت تو یہ نیت کرنا صحیح ہے اس لئے کہ لفظ تحریر اپنی حقیقت کے اعتبار سے ملک رقبہ کے زوال کے واسطے سے ملک بضعہ کے زوال کو ثابت کرتا ہے پس یہ لفظ ملک متعہ کے زوال کیلئے سبب محض ہے لہذا آزاد کے لفظ کو اس طلاق سے مستعار لینا جو ملک متعہ کو زائل کرتی ہے جائز ہے، پس یہاں یہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کہ جب لفظ تحریر کو طلاق سے مجاز قرار دیا گیا ہے تو اس سے واقع ہونے والی طلاق طلاقِ رجعی ہونی چاہئے، اس لئے کہ اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے........

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے استعارہ کے دوسرے طریقہ کی مثال بیان کی ہے، استعارہ کا دوسرا طریقہ جیسا کہ گذر چکا یہ ہے کہ اس میں اصل یعنی سبب کا استعارہ فرع یعنی حکم کیلئے ہوتا ہے، یہ استعارہ صرف ایک جانب سے صحیح ہوتا ہے یعنی اس میں سبب بول حکم مراد لینا صحیح ہوتا ہے جبکہ حکم بول کر سبب مراد لینا صحیح نہیں ہوتا، صاحب کتاب علیہ الرحمۃ اس استعارہ کی مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے ''حررتکِ'' کہا اور اس سے طلاق مراد لی تو طلاق مراد لینا صحیح ہے کیونکہ لفظ تحریر اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے ملک رقبہ کے زوال کے واسطے سے ملک متعہ کے زوال کو ثابت کرتا ہے، پس یہ لفظ ملک متعہ کے زوال کا سبب ہے اور سبب بول کر مجازاً مسبب یعنی حکم مراد لینا جائز ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ج)

''لایقال لو جعل .... الخ ....'' سے وارد ہونے اعتراض کی تفصیل اوراس کا جواب:

اس جملے سے صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے احناف پر وارد ہونے والے ایک اعتراض اور اس کے جواب کو بیان کیا ہے ، یہاں احناف پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آپ نے لفظ ''حررتکِ'' کو طلاق سے مجاز قرار دیا ہے اور مجاز حقیقت کا خلیفہ ہوتا ہے جو حکم حقیقت کا ہوتا ہے وہی مجاز کا بھی ہوتا ہے تو آپ لفظ ''حـــــررتکِ'' سے طلاق رجعی کا ثبوت کیوں تسلیم نہیں کرتے جبکہ لفظ طلاق سے جو کہ حقیقت ہے اس کا ثبوت ہوتا ہے۔

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ اس اعتراض کا جواب دیتے ہو فرماتے ہیں کہ جناب! آپ نے ابھی ہماری بات کو سمجھا ہی نہیں ہے، ہم نے لفظ ''حـــررتکِ'' کو طلاق سے مجاز قرار نہیں دیا ہے بلکہ اس چیز سے مجاز قرار دیا ہے جو ملکیت متعہ کو زائل کرتی ہے اور ملکیت متعہ کو طلاق بائن زائل کرتی ہے طلاق رجعی نہیں کرتی اس لئے ہم اس لفظ سے طلاق بائن کو واقع مانتے ہیں، پس آپ کا بغیر سمجھے ہمارے اوپر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۲۸﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۱۹﴾

وعلی ھذا نقول ینعقد النّکاح بِلَفْظ الْهِبَة وَالتَّمْلِیک وَالْبیع لِأَن الْهِبَة بحقیقتها توجب ملک الرَّقبَة وَملک الرَّقبَة یُوجب ملک الْمُتعَة فِی الْإِمَاء فَکَانَت الْهِبَة سَببا مَحْضا لثُبُوت ملک الْمُتعَة فَجَاز أَن یستعار عَن النِّکَاح کَذَلِک لفظ التَّمْلِیک وَالْبیع لَا ینعکس۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کا مطلب تحریر کرتے ہوئے

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

"ولا ینعکس" کی وضاحت قلم بند کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی اصول پر ہم یہ کہتے ہیں کہ نکاح لفظ ہبہ، تملیک اور بیع سے منعقد ہو جاتا ہے، اس لئے کہ ہبہ اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے ملکیت رقبہ کو ثابت کرتا ہے اور باندیوں میں ملکیت رقبہ ملکیت متعہ کو ثابت کرتی ہے پس ہبہ ملکیت متعہ ثابت کرنے کیلئے سبب محض ہے لہذا لفظ ہبہ کو نکاح کے معنی ادا کرنے کیلئے مستعار لینا جائز ہے اور اسی طرح لفظ تملیک اور بیع کا حکم ہے اور اسکے برعکس نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں بھی صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے استعارہ کے دوسرے طریقے علاقۂ سببیت کی مثال بیان کی ہے، جیسا کہ یہ بات گذر چکی ہے کہ استعارہ کے دوسرے طریقے یعنی علاقۂ سببیت میں سبب بول کر حکم مراد لینا صحیح ہوتا ہے لیکن حکم بول کر سبب مراد لینا صحیح نہیں ہوتا، صاحب کتابؒ اسی اصول پر متفرع کرتے ہوئے یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ ہبہ، تملیک اور بیع کے ساتھ نکاح منعقد ہو جاتا ہے، مثال کے طور پر اگر کسی عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں کسی شخص سے "وھبت نفسی لک" یا "ملکت نفسی لک" یا "بعت نفسی لک" کہدیا اور مرد نے "قبلت" کہہ کر اس کو قبول کر لیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور شوہر کیلئے اس عورت سے وطی کرنا حلال ہوگا، صاحب کتابؒ ان الفاظ سے نکاح منعقد ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ در حقیقت اسباب ہیں اور نکاح مسبب ہے پس استعارہ کے دوسرے طریقے میں چونکہ سبب بول کر مسبب مراد لینا صحیح ہوتا ہے اس لئے یہاں بھی ان الفاظ

Website:MadarseWale.blogspot.com

سے نکاح مراد لینا صحیح ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کہ مذکورہ الفاظ نکاح کیلئے اسباب کس طرح ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تینوں الفاظ ملکیت متعہ کیلئے سبب ہیں، ان الفاظ کے ذریعہ سے باندی میں ملکیت رقبہ کے واسطے سے ملکیت متعہ ثابت ہوتی ہے بایں طور کہ اگر کوئی شخص اپنی باندی کو کسی کیلئے ہبہ کردے یا کسی کو اس کا مالک باندے یا باندی کو اسکے ہاتھ فروخت کردے تو دوسرا آدمی اس باندی کا مالک بن جاتا ہے اور اس کو اس باندی کی ملکیت رقبہ حاصل ہوجاتی ہے اور پھر اسی ملکیت رقبہ کے ضمن میں ملکیت متعہ بھی حاصل ہوجاتی ہے، پس گویا یہ الفاظ باندی میں ملکیت رقبہ کے واسطے سے ملکیت متعہ ثابت کرنے کا سبب ہیں اور نکاح میں بھی چونکہ شوہر کو عورت پر ملکیت متعہ حاصل ہوتی ہے پس اس اعتبار سے یہ الفاظ نکاح میں بھی ملکیت متعہ ثابت کرنے کا سبب ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

قولہ: ولا ینعکس....

صاحبِ کتاب فرماتے ہیں لفظ ہبہ، تملیک اور بیع سے نکاح مراد لینا تو صحیح ہے لیکن نکاح بول کر ہبہ، تملیک اور بیع مراد لینا صحیح نہیں ہے اس لئے استعارہ کے دوسرے طریقے یعنی علاقۂ سببیت میں مسبب بول کر سبب مراد لینا جائز نہیں ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۲۹﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۲۱﴾

فصل فِی المتقابلات وَالنَّص مَا سیق الْکَلَامُ لِأَجله و مثاله فِي قَوْله تَعالَی وَأَحل اللّٰه البیع وَحرم الرِّبَا فالآیة سیقت لبَیَان التَّفْرِقَة بَین البیع والربا ردا لما ادَّعاهُ الْکفَّار من التَّسْوِيَة بَینهمَا۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) ظاہر اور نص کی تعریف تحریر کریں

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) عبارت میں مذکور آیت کریمہ کس اعتبار سے ظاہر اور کس اعتبار سے نص کی مثال ہے تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمة العبارة:

یہ فصل متقابلات کے بیان میں ہے، اور نص وہ ہے جس کی وجہ سے کلام کو لایا جاتا ہے، جیسا کہ اس کی مثال اللہ رب العزت کا ارشاد "واحل الله البیع وحرم الربوٰا" ہے، پس یہ آیت بیع اور ربوا کے درمیان فرق بیان کرنے کیلئے اور کفار کے اس دعوی کو رد کرنے کیلئے کہ بیع اور ربوا دونوں برابر ہیں لائی گئی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

ظاہر اور نص کی تعریف:

ظاہر اس کلام کو کہتے ہیں جس کی مراد سامع کو نفس سماع ہی سے معلوم ہو جاتی ہے اور سامع کو غور وفکر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔

اور نص اس کلام کو کہتے ہیں کہ جس مراد سننے والے کے سامنے ظاہر ہوتی ہے اور کلام کو اسی مراد کے لئے لایا جاتا ہے۔ (اجواد الحواشی:۱۲۳)

أم الظاهر: فهو اللفظ الذی ظهر مراده بنفس الصیغة ولیس مسوقا لأجله الکلام کقوله تعالی "وأحل الله البیع وحرم الربوا" ظاهر فی حلة البیع وحرمة الربوا.....وأما النص: فهو اللفظ الذی تکون دلالته أوضح علی المراد من الظاهر بأن سیق لأجله الکلام۔ (تسہیل الاصول:۲۵تا۲۶)

جواب (ج)

عبارت میں مذکور آیت کس اعتبار سے ظاہر اور کس اعتبار سے نص کی مثال ہے؟:

واضح رہے کہ صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے عبارت میں مذکور آیت "واحل الله البیع

Website:MadarseWale.blogspot.com

وحرم الربوا ''کو ظاہر اور نص کی مثال میں پیش کیا ہے، اس آیت میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے، صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد بیع اور سود کے مابین فرق کو بیان کرنا ہے کہ بیع حلال ہے اور سود حرام ہے، اور یہ فرق بیان کرنے ضرورت اس لئے پیش آئی کہ عہدِ جاہلیت کے کفار بیع اور سود کو برابر قرار دیتے تھے، اللہ رب العزت نے اس آیت میں ان کے اس فاسد عقیدہ کی تردید کی اور بیان کر دیا کہ اللہ رب العزت کے نزدیک بیع حلال اور سود حرام ہے، پس اس آیت سے چونکہ بیع کے حلال ہونے اور سود کا حرام ہونے کا علم نفس سماع ہی سے حاصل ہو جاتا ہے اس لئے یہ آیت اس حکم کے بیان کرنے میں ظاہر ہے اور اس آیت کا مقصد بیع اور سود کے مابین فرق کو واضح کرنا ہے اس لئے فرق بیان کرنے کے حق میں نص ہے۔ (اجود الحواشی:۱۲۳)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۳۰﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۲۱﴾

وَكَذٰلِكَ قَوْله تَعَالٰى فانكحوا مَا طَابَ لكم من النِّسَاء مثنى وَثلاث وَربَاع سيق الْكَلَام لبَيَان الْعدَد وَقد علم الْإِطْلَاق وَالْإِجَازَة بِنَفس السماع فَصَارَ ذٰلِك ظَاهرا فِي حق الْإِطْلَاق نصا فِي بَيَان الْعدَد وَكَذٰلِكَ قَوْله تَعَالٰى لَا جنَاح عَلَيْكُم إِن طلّقْتُم النِّسَاء مَا لم تمَسُّوهُنَّ أَو تفرضوا لَهُنَّ فَرِيضَة۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کرتے ہوئے دونوں مثالوں میں ظاہر اور نص کی تعیین کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمة العبارة:

اور اسی طرح کا اللہ رب العزت کا ارشاد ''فانکحوا ما طَابَ لکم من النِّسَاء مثنی

Website:MadarseWale.blogspot.com

وَثلاث وَربَاع ''ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ان عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کر سکتے ہو، یہ آیت عدد بیان کرنے کیلئے لائی گئی ہے اور نکاح کا مباح ہونا اس آیت کے سنتے ہی معلوم ہو جاتا ہے، پس یہ آیت نکاح کی اجازت کے حق میں ظاہر اور عدد بیان کرنے کے حق میں نص ہے، اور اسی طرح کا اللہ رب العزت کا ارشاد '' لَا جُنَاحَ عَلَيْكُم إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَو تفرضوا لَهُنَّ فَرِيضَة '' ہے اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ تم پر ان عورتوں کو طلاق دینے میں جن سے تم نے جماع نہیں کیا ہے اور نہ ان کیلئے مہر مقرر کیا ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

جواب (ب)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے ظاہر و نص کی دوسری اور تیسری مثال بیان کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ظاہر اور نص کی دوسری مثال قرآن کریم کی آیت '' فَانكحوا مَا طَابَ لكم من النِّسَاء مثنى وَثلاث وَربَاع '' ہے، اس آیت میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ان عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کر سکتے ہو، اس آیت کا مقصد منکوحہ عورتوں کی تعداد بیان کرنا ہے کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں ان کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی، پس یہ آیت منکوحہ عورتوں کی تعداد بیان کرنے میں نص ہے اس لئے کہ اس کو یہی بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے، اور چونکہ اس آیت کے لفظ '' فَانكحوا '' سے سنتے ہی نکاح کا جواز معلوم ہوتا ہے اس لئے نکاح کے جواز اور اباحت کو بیان کرنے میں یہ آیت ظاہر ہے۔

قولہ: لَا جناح عَلَيْكُم إِن طَلَّقْتُم النِّسَاءَ مَا لم تَمَسُّوهُنَّ ....

یہاں سے صاحب کتابؒ نے ظاہر اور نص کی تیسری مثال بیان کی ہے، اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ایسی عورتوں کی طلاق قبل الوطی کے متعلق جن کا مہر نکاح کے وقت

Website:MadarseWale.blogspot.com

مقرر نہیں ہوتا ہے ارشاد فرمایا ہے ”لا جناح علیکم إن طلقتم النساء ما لم تمسوهن أو تفرضوا لهن فريضة“ تم پر ان عورتوں کو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، پس اس آیت کا مقصد اس بات کو بیان کرنا ہے جس عورت کا مہر نکاح کے وقت مقرر نہ ہو اور اس کو طلاق قبل الوطی دیدی جائے تو وہ مہر کی مستحق نہیں ہے، پس یہ آیت اپنے اس مقصد کو بیان کرنے میں نص ہے کیونکہ اس کو یہی بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ چونکہ اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے ا روہ اپنے اس اختیار کا مستقل مالک ہے اس لئے اس امر کے حق میں یہ آیت ظاہر ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۱۳۱﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۲۲﴾

وَحكم الظَّاهِر وَالنَّص وجوب الْعَمَل بهما عَامينِ كَانَا أَو خاصين مَعَ احْتِمَال إِرَادَة الْغَيْر وَذَلِكَ بِمَنْزِلَة الْمجاز مَعَ الْحَقِيقَة وعَلى هذاقلنا إِذا اشْترى قَرِيبه حَتَّى عتق عَلَيْهِ يكون هُوَ معتقا وَيكون الْوَلَاء لَهُ۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) ظاہر اور نص کے حکم میں اہل اصول کے اقوال تحریر کریں (ج) ”وعلی هذاقلنا“ سے کس ضابطہ پر تفریع ہے؟ سوچ کر صحیح تحریر کریں، ولاء کی تعریف تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمة العبارة:

اور ظاہر اور نص کا حکم ان دونوں پر عمل کا واجب ہونا ہے خواہ یہ دونوں عام ہوں یا خاص ہوں اس احتمال کے ساتھ کہ ان میں سے ہر ایک سے دوسری چیز بھی مراد ہو سکتی ہے اور دوسرے معنی

Website:MadarseWale.blogspot.com

کا احتمال رکھنے میں نص اور ظاہر حقیقت کے ساتھ مجاز کی طرح ہیں اور اسی لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے قریبی رشتہ دار کو خرید لے اور وہ رشتہ دار آزاد ہو جائے تو خریدنے والا ہی اس کا معتق ہوگا اور اسی کے لئے ولاء ثابت ہوگا۔

جواب (ب)

ظاہر اور نص کے حکم میں اہل اصول کے اقوال:

اس عبارت میں مصنف علیہ الرحمۃ نے ظاہر اور نص کا حکم اور اس پر متفرع ہونے والے ایک مسئلہ کو بیان کیا ہے۔

واضح رہے کہ ظاہر اور نص کے حکم میں اہل اصول کا اختلاف ہے، چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کے دو اقوال ہیں....

قول اول: جمہور اہل اصول، مشائخ عراق، امام ابوالحسن کرخیؒ، امام ابوبکر جصاصؒ اور قاضی ابوزید دبوسی علیہ الرحمۃ کا ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کے ظاہر اور نص پر عمل کرنا قطعی طور پر واجب ہے، یہ حضرات اپنے اس قول پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کے ظاہر اور نص کتاب اللہ کے خاص کی طرح ہوتے ہیں پس ان پر اسی کی طرح قطعی طریقے سے عمل کرنا واجب ہے ان میں غیر کے معنی کا احتمال ''غیر ناشی من الدلیل'' ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

قول ثانی: بعض اہل اصول مثلاً امام ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمۃ وغیرہ کا ہے آپؒ فرماتے ہیں کتاب اللہ کے ظاہر اور نص پر عمل کرنا ظنی طور پر واجب ہے، آپؒ اپنے قول پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ظاہر اور نص دونوں میں دوسرے معنی کا احتمال ہوتا ہے بایں طور کہ اگر ظاہر اور نص دونوں عام ہوں تو ان میں تخصیص ہو جاتی ہے اور اگر دونوں خاص ہوں تو تاویل کا احتمال ہوتا ہے لہذا یہ دونوں دوسرے معنی کا احتمال رکھنے میں حقیقت کے ساتھ مجاز کی طرح ہیں یعنی

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جس طرح لفظ اپنے معنی حقیقی میں استعمال ہوتے ہوئے مجازی معنی کا احتمال رکھتا ہے اسی طرح یہ بھی تخصیص اور تاویل کا احتمال رکھتے ہیں، پس اس احتمال کے ہوتے ہیں ان پر قطعیت کے ساتھ عمل کرنا واجب نہیں ہے۔

واضح رہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ نے مذکورہ عبارت میں امام ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمۃ کے اسی مسلک کو بیان کیا ہے اور اہل اصول کے اس اختلاف کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جن حضرات کے یہاں ظاہر اور نص پر قطعیت کے ساتھ عمل کرنا واجب ہے ان کے نزدیک حکم کا اعتقاد رکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا انکار کرنا موجب کفر ہے، اور جن حضرات کے یہاں ظنی طور پر عمل کرنا واجب ہے ان کے نزدیک حکم کا اعتقاد رکھنا ضروری نہیں ہے البتہ انکار کرنا فسق ہے۔ (صفوۃ الحواشی:۱۴۶ تا ۱۴۷)

جواب (ج)

”وعلی هذا قلنا“ سے کس ضابطہ پر تفریع ہے؟:

واضح رہے کہ ”وعلی هذا قلنا“ سے صاحب کتاب نے ظاہر اور نص کے متعلق بیان کردہ اس ضابطہ پر تفریع کی ہے کہ ظاہر اور نص خواہ دونوں عام ہو یا خاص ان پر عمل کرنا واجب ہے۔

صاحب کتاب کی اس تفریع کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے قریبی رشتہ دار کو خرید اور وہ اس پر آزاد ہو گیا تو خریدنے والا اسکا معتق ہوگا اور معتق کی ولاء اس آزاد کرنے والے کو معتق کی حیثیت سے ملے گا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ولاء کی تعریف:

واضح رہے کہ ولاء اس میراث کو کہتے ہیں جو آدمی کو معتق ہونے کی حیثیت سے حاصل ہوتی ہے، یعنی آدمی جس شخص کو آزاد کرتا ہے اس کی جو میراث آقا کو ملتی ہے وہ ولاء کہلاتی ہے۔

(صفوۃ الحواشی:۱۴۷)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۳۲﴾
﴿اصول الشاشی صفحہ ۲۲﴾

وَإِنَّمَا يظْهر التَّفَاوُت بَينهمَا عِنْد الْمُقَابلَة وَلِهَذَا لَو قَالَ لَهَا طَلِّقِي نَفسك فَقَالَت أبنت نَفسِي يَقع الطَّلَاق رَجْعِيًا لِأَن هَذَا نَص فِي الطَّلَاق وَظَاهر فِي الْبَيْنُونَة فيترجح الْعَمَل بِالنَّصِّ۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) ظاہر اور نص کے درمیان اگر تعارض ہو جائے تو کس کو ترجیح ہوگی کم از کم دو مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمة العبارة:

اور ظاہر اور نص کے درمیان معارضہ کے وقت تفاوت ظاہر ہوگا اور اسی وجہ سے اگر کسی نے اپنی بیوی سے "طلقی نفسکِ" کہا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے اور عورت نے "ابنتُ نفسی" کہہ دیا کہ میں نے اپنے آپ کو الگ کر لیا تو طلاق رجعی واقع ہوگی کیونکہ عورت کا قول "ابنتُ نفسی" طلاق میں نص ہے اور بینونت میں ظاہر ہے پس نص پر عمل کرنا راجح ہوگا۔

جواب (ب)

ظاہر اور نص کے درمیان اگر تعارض ہو جائے تو کس کو ترجیح ہوگی؟:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، ظاہر اور نص دونوں کے حکم پر عمل کرنا واجب ہے لیکن دونوں کے حکم کے درمیان مقابلے کے وقت فرق ظاہر ہوتا ہے کیونکہ ظاہر نص کے مقابلہ میں ادنیٰ ہے اسی طرح نص مفسر کے مقابلہ میں اور مفسر، محکم کے مقابلہ میں ادنیٰ ہے، پس ظاہر اور نص کے مابین تعارض کے وقت نص کے اعلیٰ ہونے کی وجہ سے اس پر عمل کیا جائے گا۔

ظاہر اور نص کے درمیان تعارض کی پہلی مثال:

ظاہر و نص کے درمیان تعارض کی پہلی مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے "طلقی

Website:MadarseWale.blogspot.com

نفسکِ ''کہا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے اور عورت نے جواب میں ''ابنتُ نفسی '' کہدیا کہ میں نے اپنے آپ کو بائنہ کر دیا تو عورت کا قول طلاق بائن واقع ہونے میں ظاہر ہے، اس کلام کے سنتے ہی سمجھ میں آتا ہے کہ عورت اپنے اوپر طلاق بائنہ واقع کرنا چاہتی ہے، لیکن یہ کلام طلاق رجعی واقع ہونے میں نص ہے، اس لئے کہ ''ابنتُ نفسی''...."طلقی نفسکِ '' کے جواب میں جو کہ طلاق صریح ہے واقع ہوا ہے اور صریح طلاق سے چونکہ طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، اس لئے عورت کا یہ کلام طلاق رجعی کے حق میں نص ہے، پس یہاں ظاہر اور نص کے حکم میں تعارض ہے بایں طور کہ ظاہر طلاق بائن کے وقوع کا اور نص طلاق رجعی کے وقوع کا تقاضا کرتا ہے اور یہ آپ جان چکے ہیں کہ تعارض کے وقت نص کو ترجیح ہوتی ہے لہذا یہاں بھی اسی کو ترجیح ہوگی اور عورت پر طلاق رجعی واقع ہوگی۔

ظاہر اور نص کے درمیان تعارض کی دوسری مثال:

ظاہر و نص کے مابین تعارض کی دوسری مثال حدیث عرینہ ہے اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ قبیلۂ عرینہ کے لوگ جب مدینہ منورہ آئے اور آب ہوا کی نا موافقت سے ان کے رنگ زرد پڑ گئے، پیٹ پھول گئے تو حضور علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کے باہر صدقہ کے اونٹ چر رہے ہیں ان میں جا کر رہو''....و.....اشربوا من ابوالھا و البانھا''اور ان اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیو، یہ حدیث اس بات کو بیان کرنے میں کہ پیشاب کے اندر اہل عرینہ کی شفا ہے نص ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ پیشاب میں ان لوگوں کی شفا بتادی گئی تھی لہذا آپؐ کا مقصد اپنے اس فرمان سے اسی کو بیان کرنا ہے، مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ حدیث پیشاب پینے کے جواز میں ظاہر ہے بایں وجہ کہ حضور علیہ السلام کے مذکورہ ارشاد میں ''اشربوا''امر کا صیغہ ہے اور امر کا ادنی درجہ اباحت ہے، اس لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پینا مباح ہے، یہی احناف میں سے حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ کا

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

مسلک ہے.....لیکن اس کے برخلاف حضور علیہ السلام اپنی ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں "استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه" پیشاب سے بچو اس لئے کہ اکثر عذابِ قبر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے، یہ حدیث اس بات کے حق میں کہ پیشاب نجس ہے اور اس سے بچنا واجب ہے نص ہے اور یہی احناف میں سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کا مسلک ہے۔

اب یہاں اگر دیکھا جائے تو ظاہر و نص کے مابین تعارض ہے بایں طور کہ حدیث عرینہ بصورت ظاہر پیشاب کو مباح قرار دیتی ہے اور حدیث "استنزهوا عن البول ...الخ." بصورت نص اس کو نجس ثابت کرتی ہے، اور ظاہر و نص کے درمیان تعارض کے وقت چونکہ نص کو ترجیح ہوتی ہے اس لئے یہاں بھی اس دوسری حدیث کو ترجیح حاصل ہوگی اور پیشاب کے متعلق یہ حکم عائد کیا جائے گا کہ کسی بھی قسم کے جانور کا پیشاب مباح نہیں ہے بلکہ نجس العین ہے اور اس سے اجتناب کرنا واجب ہے۔(اجوالحواشی:۱۲۶تا۱۲۹)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۳۳﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۲۳﴾

وَأما الْمُفَسّر فَهُوَ مَا ظهر الْمُرَاد بِهِ من اللَّفْظ بِبَيَان من قبل الْمُتَكَلّم بِحَيْثُ لَا يبْقى مَعَه احْتِمَال التَّأْوِيل والتخصيص مِثَاله......فِي الشرعيات إذا قَالَ تزوجت فُلَانَة شهرا بِكَذَا فَقَوله تزوجت ظَاهر فِي النِّكَاح إِلَّا أَن احْتِمَال الْمُتْعَة قَائِم فبقوله شهرا فسر الْمُرَاد بِهِ فَقُلْنَا هَذَا مُتْعَة وَلَيْسَ بِنِكَاح۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مفسر کی تعریف اور حکم تحریر کریں (ج) مطلب تحریر کریں (د) نکاح متعہ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی حرمت کب ہوئی تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور بہر حال مفسر وہ ہوتا ہے جس کی مراد متکلم کے بیان کرنے کی وجہ سے لفظ ہی سے ظاہر ہوجاتی ہے اور اس میں تاویل یا تخصیص کا احتمال باقی نہیں رہتا ہے.....اس کی مثال احکام شرعیہ میں یہ ہے اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں نے فلاں عورت سے ایک ماہ کیلئے اتنے مہر کے عوض نکاح کیا ہے تو اس شخص کا قول "تزوجتُ" نکاح کے حق میں ظاہر ہے لیکن چونکہ متعہ کا احتمال موجود تھا لیکن اس کے قول "شهراً" نے اس کی مراد کو واضح کردیا، پس ہم نے اس پر یہ حکم لگادیا کہ یہ متعہ ہے نکاح نہیں ہے۔

جواب (ب)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مفسّر کی تعریف اور حکم:

واضح رہے کہ مفسّر اس کلام کو کہتے ہیں جس کی مراد متکلم کے بیان کرنے وجہ سے لفظ ہی سے معلوم ہوجاتی ہے اور اس میں تاویل اور تخصیص کا احتمال باقی نہیں رہتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر اس احتمال کے ساتھ عمل کرنا کہ ہوسکتا ہے یہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں منسوخ ہوچکا ہو اور ہمیں اس کی خبر نہ ہوئی ہو واجب ہے۔

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے احکام شرعیہ کے اعتبار سے مفسّر کی مثال بیان کی ہے، مثال کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا "تزوجتُ فلانة شهرا بكذا" میں نے فلاں عورت سے ایک ماہ کیلئے اتنے مہر کے عوض نکاح کیا ہے تو اس آدمی کا "تزوجتُ" کہنا نکاح کے معنی میں ظاہر ہے اور اس لفظ سے سنتے ہیں نکاح کا علم ہوجاتا ہے لیکن یہاں نکاح متعہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

اور نکاح صحیح دونوں کا احتمال موجود ہے پس جب متکلم نے ''شهرا بکذا'' کہا تو اس نے اپنی مراد کی خود تفسیر کردی اور بتادیا کہ میرے قول ''تزوجتُ'' سے نکاحِ صحیح مراد نہیں ہے بلکہ نکاحِ متعہ مراد ہے، اس لئے ہم نے اس پر حکم لگادیا کہ نکاح متعہ حرام ہے اور نکاح صحیح جائز ہے۔

جواب (ج)

نکاح متعہ کی تعریف اور اس کی حرمت کب ہوئی اس کی تعیین:

واضح رہے کہ نکاح متعہ اس نکاح کو کہتے ہیں جس کو آدمی لفظ ''اتمتع'' یا ''تمتعت'' سے ایک متعینہ مدت تک کیلئے کرتا ہے، یہ نکاح ابتدائے اسلام میں حلال تھا لیکن سن سات ہجری میں غزوۂ خیبر کے موقع پر اللہ رب العزت نے اس کو حرام قرار دیدیا اور پھر غزوہ اوطاس میں تین دن کیلئے مباح ہو کر قیامت تک کیلئے حرام ہو گیا۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۳۴﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۲۴﴾

فالخفی مَا أخفی المُرَاد بها بِعَارِض لَا من حَيْثُ الصِّيغَة مِثَاله فِي قَوْله تَعَالَى وَالسَّارِق والسارقة فَاقْطَعُوا أَيْدِيهِمَا فَإِنَّهُ ظَاهر فِي حق السَّارِق خَفِي فِي حق الطرار والنباش۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) خفی کی تعریف اور حکم تحریر کریں (ج) سارق، طرار اور نباش کے معنی اور ان کے مابین فرق تحریر کریں (د) عبارت کا مطلب لکھتے ہوئے مثال کو ممثل لہ پر منطبق کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمة العبارة:

پس خفی اس کلام کو کہتے ہیں جس کی مراد کسی عارض کی وجہ سے پوشیدہ ہوتی صیغہ کی وجہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

پوشیدہ نہیں ہوتی، اس کی مثال باری تعالیٰ کے قول ''السارق و السارقۃ فاقطعو ایدیھما '' میں ہے کیونکہ یہ کلام چور کے حق میں ظاہر (اور) جیب کترے اور کفن چور کے حق میں خفی ہے۔

جواب (ب)

خفی کی تعریف:

خفی ہر اس کلام کو کہتے ہیں جس کی مراد صیغہ کے علاوہ کسی دوسرے امر خارجی کی وجہ سے پوشیدہ ہوتی ہے یعنی خفی میں لفظ کے اعتبار سے کوئی خفا نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی ظاہر اور متعین ہوتے ہیں، لیکن اس میں کسی امر خارجی کی وجہ سے خفا ہو جاتا ہے۔

الخفی ماخفی مراده بعارض غیر الصیغة، ای لایکون خفاؤه من حیث الصیغة و اللغة بل لامر خارجی۔ (اجود الحواشی: ۱۳۵/ محبوب الحواشی: ۱۲۸)

خفی کا حکم:

خفی کا حکم یہ ہے کہ جس لفظ میں خفا ہوا ہے اس سے خفا دور ہونے تک اس کے معنی کی جستجو اور تلاش کرنا ضروری ہے۔ حکم الخفی وجوب الطلب حتی یزول عنه الخفاء۔ (صفوۃ الحواشی: ۱۶۰/ محبوب الحواشی: ۱۲۸)

جواب (ج)

سارق، طرار اور نباش کے معنی اور ان کے مابین فرق:

سارق: یہ باب ''ضرب'' سے مستعمل ہے، سرقہ کسی کے محفوظ و متقوم کم سے کم دس درہم کی مالیت کا قابل انتفاع مال چپکے سے لینے کو کہتے ہیں۔

طرار: یہ باب ''نصر'' سے مستعمل ہے، طرار جیب کترے کو کہتے ہیں یعنی مالک کی بیداری جب کہ وہ اپنی جیب کی حفاظت کا ارادہ رکھتا ہو جیب اچک لینا۔

نباش: یہ باب ''نصر'' سے مستعمل ہے، نباش کفن چور یعنی قبر کھود کر کفن نکال لینے

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

والے کو کہتے ہیں۔ (محبوب الحواشی:۱۲۹)

واضح رہے کہ سارق، طرار اور نباش کے مابین فرق یہ ہے کہ سارق اور طرار میں تو حد جار ہوتی ہے، بایں وجہ کہ یہ دونوں مال محفوظ کو چوری کرتے ہیں، اس کے برخلاف نباش پر حد جاری نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ یہ مال محفوظ کو چوری نہیں کرتا ہے بلکہ مال غیر محفوظ کو چوری کرتا ہے، پس چونکہ یہ تینوں معنی اور مفہوم کے اعتبار سے الگ الگ ہیں اس لئے ان کا حکم بھی الگ الگ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (د)

مطلب العبارۃ:

واضح رہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ خفی کی تین مثالیں بیان کی ہیں، جن میں سے عبارت مذکورہ فی السوال میں پہلی مثال بیان کی گئی ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں "والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما" چور اور چورنی دونوں کے ہاتھ کو کاٹ دو، یہ آیت چور کے حق میں ظاہر ہے، لیکن جیب کترے اور کفن چور کے حق میں خفی ہے یہ آیت چور کے حق میں ظاہر اس طرح ہے کہ سرقہ کا لغوی معنی چوری کرنا اور شرعی معنی چوری کے ثابت ہونے پر چور کے ہاتھ کا ٹا جانا ہے، جبکہ جیب کترے اور کفن چور کے حق میں خفی اس طرح ہے کہ ان میں بظاہر سرقہ کا یہ مفہوم نہیں پایا جاتا، لیکن جب ہم سرقہ کے معنی تلاش کرتے ہیں تو جیب کترے اور کفن چور کے حق میں اس آیت کا خفا دور ہو جاتا ہے بایں طور کہ سرقہ کسی کا محفوظ مال خفیہ طریقے سے لینے کو کہتے ہیں اس کے بعد ہم طرار اور نباش میں اس معنی کا مصداق تلاش کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جیب کترے میں یہ معنی چور سے زیادہ پائے جاتے ہیں بایں وجہ کہ چور لوگوں کا مال ان کے غافل ہونے کی صورت میں پوشیدہ طریقے سے لیتا ہے، لیکن جیب کترا مالک کی بیداری اس کی جیب اچک لیتا ہے پس طرار کے حق میں یہ معنی چور سے زیادہ پائے جانے کی وجہ سے سارق کی حد اس پر بھی

Website:MadarseWale.blogspot.com

جاری ہوگی اور جیب کترنے کا جرم ثابت ہونے پر اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا،اس کے برخلاف نباش یعنی کفن چور کے حق میں سرقہ کے یہ معنی نہیں پائے جاتے کیونکہ کفن محفوظ جگہ پرنہیں ہوتا اور نہ میت اس کی محافظ ہوتی ہے،پس معلوم ہوا کہ کفن چور نہ مال محفوظ کو چوری کرتا ہے اور نہ محفوظ مقام سے چوری کرتا ہے اس لئے یہ سارق کے حکم میں نہیں ہے اور جب یہ سارق نہیں ہے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس پر سرقہ کی حد بھی جاری نہیں ہوگی اور کفن چوری کرنے کی وجہ سے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(اجود الحواشی:۱۳۶تا۱۳۷)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۳۵﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۲۴﴾

وَنَظِيرُه فِي الْأَحْكَام لَو حلف لَا يأتدم فَإِنَّهُ ظَاهر فِي الْخلّ والدبس فَإِنَّمَا هُوَ مُشكل فِي اللَّحْم وَالْبيض والجبن حَتَّى يطْلب فِي معنى الائتدام ثمَّ يتَأَمَّل أَن ذَلِك الْمَعْنى هَل يُوجد فِي اللَّحْم وَالْبيض والجبن أَو لَا۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب)"نظیرہ" کی ضمیر کا مرجع متعین کرتے ہوئے مطلب تحریر کریں (ج)ظہور اور خفا کے اعتبار سے الفاظ کی کتنی قسمیں ہیں اور کیا کیا ہیں؟تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب(الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور شریعت کے احکام میں اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی نے یہ قسم کھالی کہ وہ سرکہ نہیں کھائے گا تو اس کی یہ قسم سرکہ اور کھجور کے شیرہ میں ظاہر اور گوشت،انڈے اور پنیر میں مشکل ہے یہاں تک کے اس سے ایتدام کے معنی کو معلوم کرلیا جائے اور پھر غور کیا جائے کہ یہ معنی گوشت،انڈے اور

Website:MadarseWale.blogspot.com

پنیر میں موجود ہیں یا موجود نہیں ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

واضح رہے کہ مذکورہ فی السوال عبارت میں "نظیرہ" کی ضمیر کا مرجع مشکل ہے، اور صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں مشکل کی مثال بیان کی ہے۔

اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھالی "واللہ لا ائتدم" اللہ کی قسم میں سالن نہیں کھاؤں گا، تو اس کی یہ قسم سرکہ اور کھجور کے شیرہ میں بالکل ظاہر ہے بایں وجہ کہ لفظ ادم کا اطلاق ان دونوں پر صراحتاً ہوتا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے "نعم الادم الخل" سرکہ بہترین سالن ہے نیز عرب میں کھجور کی چٹنی بنا کر اس سے روٹی کھانا بھی عام ہے پس اس اعتبار سے حالف کی قسم ان دونوں میں بالکل ظاہر ہے اور یہ ان دونوں میں سے جس کو بھی استعمال کرے گا حانث ہو جائے گا، لیکن اس کی یہ قسم گوشت، انڈے اور پنیر کے سلسلے میں مشکل ہے، اس لئے کہ یہ تینوں ادام میں داخل ہیں یا نہیں؟ یہ واضح نہیں ہے، لہذا اب اولاً ادام کے معنی کو معلوم کیا جائے گا اور پھر ان چیزوں کو اس پر منطبق کیا جائے گا، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ادام اس چیز کو کہتے ہیں جو روٹی کے ساتھ تابع بنا کر کھائی جاتی ہے اس طرح کہ روٹی اس میں رنگ جاتی ہے اور ڈوب جاتی ہے، پس اس معنی کے اعتبار سے جب ہم غور کرتے ہیں تو گوشت، انڈا اور پنیر ادام میں داخل نہیں ہیں اس لئے یہ چیزیں روٹی سے الگ بھی کھائی جاتی ہیں، اس کے برخلاف حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک یہ تینوں ادام میں داخل ہیں، پس مذکورہ حالف اگر ان تینوں میں سے کسی ایک کو کھالے گا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا اور حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک حانث ہو جائے گا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ج)

ظہور اور خفا کے اعتبار سے الفاظ کی اقسام:

ظہور اور خفا کے اعتبار سے الفاظ کی چار چار قسمیں ہیں، ظہور کے اعتبار سے الفاظ کی چار قسمیں یہ ہیں (۱) ظاہر (۲) نص (۳) مفسر (۴) محکم ......اور خفا کے اعتبار سے چار قسمیں یہ ہیں (۱) خفی (۲) مشکل (۳) مجمل (۴) متشابہ۔

اہل اصول کی اصطلاح میں ان اقسام کو متقابلات کہا جاتا ہے اس لئے کہ ان میں ہر قسم دوسری قسم کے مقابلہ میں ہے، چنانچہ ظاہر خفی کے نص مشکل کے مفسر مجمل کے اور محکم متشابہ کے مقابلہ میں ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۳۶﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۲۵﴾

وَنَظِيره فِي الشرعيات قَوْله تَعَالَى وَحرم الرِّبٰوا فَإِن الْمَفْهُوم من الرِّ هُوَ الزِّيَادَة الْمُطلقَة وَهِي غير مُرَادة بل الْمُرَاد الزِّيَادَة الخالية عَن الْعِوَض فِي بيـ المقدورات المتجانسة وَاللَّفْظ لَا دلَالَة لَهُ على هَذَا فَلَا ينَال الْمُرَاد بِالتَّأَمُّل۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مجمل، متشابہ کی تعریف مع مثال اور حـ تحریر کریں نیز ربوا کی تعریف اور حکم بھی قلم بند کریں (د) ''نـــظـــــــــــره'' کی ضمیر کا مرجـ اور ''المقدرات المتجانسة'' کی مراد متعین کرتے ہوئے عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور مجمل کی مثال شرعی احکام میں اللہ رب العزت کا ارشاد ''حرم الربوٰا'' ہے۔ پس ربو

Website:MadarseWale.blogspot.com

مفہوم مطلقاً زیادتی ہے، اور یہ معنی آیت کی مراد نہیں ہیں بلکہ آیت کی مراد وہ زیادتی ہے جو ہم قدر اور ہم جنس چیزوں میں عوض سے خالی ہوتی ہے اور ربوا کا لفظ اس مخصوص زیادتی پر دلالت نہیں کرتا ہے پس تامل کے ذریعہ ربوا کی مراد حاصل نہیں ہوگی۔

جواب (ب)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مجمل کی تعریف، مثال اور حکم:

واضح رہے کہ مجمل اس کلام کو کہتے ہیں جو کئی معنی کا احتمال رکھتا ہے اور اس کی اصل مراد متکلم کی جانب سے بیان کئے بغیر معلوم نہیں ہوتی ہے۔

المجمل هو مااحتمل وجوها فصار بحال لا يوقف على المراد به الا بيان من قبل المتكلم۔

مجمل کی مثل اللہ رب العزت کا ارشاد "احل البيع وحرم الربوٰا" ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرم کیا ہے، لغت میں ربوا کے معنی مطلق زیادتی کے آتے ہیں لیکن یہاں مطلق زیادتی کا حرام ہونا مراد نہیں ہے بلکہ اس زیادتی کا حرام ہونا مراد ہے جو عوض سے خالی ہوتی ہے اور آیت کریمہ اس مرادی معنی پر دلالت نہیں کرتی ہے اور نہ آیت میں اس معنی پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود ہے، پس اس معنی کا علم شریعت کے متکلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کرنے ہی سے حاصل ہوا ہے۔

مجمل کا حکم یہ ہے کہ اس کے معنی مرادی کا علم ہونے تک اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا اور مرادی معنی معلوم ہوجانے کے بعد ان پر عمل کرنا واجب ہے۔

متشابہ کی تعریف، مثال اور حکم:

متشابہ اس کلام کو کہتے ہیں جس مراد دنیا میں معلوم ہونا ممکن نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں اس کی مراد معلوم ہونے کی امید معدوم ہوتی ہے اور امت مسلمہ سے اس کی مراد طلب کرنے کا

Website:MadarseWale.blogspot.com

حکم ساقط ہوتا ہے۔

واما المتشابه :فهو اللفظ الذی خفی مراده بصيغته خفاءً لا يمكن ازالته بقرينة خارجية ولا ببيان المتكلم۔

متشابہ کی مثال حروف مقطعات ہیں جن کے معنی دنیا میں معلوم نہیں ہیں اور قیامت سے پہلے معلوم ہونے کی امید بھی نہیں ہے، متشابہ کا حکم یہ ہے اس پر اس کے معنی کو جانے بغیر یقین رکھنا واجب ہے۔

ربوا کی تعریف اور حکم:

ربوا لغت میں مطلقاً زیادتی کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اس زیادتی کو کہتے ہیں جو کیلی اور موزونی اشیاء کو ان کی ہم مثل چیزوں کے عوض فرخت کرتے ہوئے متعاقدین کے مابین بغیر کسی عوض کے مشروط ہوتی ہے۔

الربا:هو فی اللغة الزيادةوفی الشرع هو فضل خال عن عوض بمعيار شرعی مشروط لاحد لاحد المتعاقدين فی المعاوضة۔(قواعدالفقیہ:۳۰۲)

واضح رہے کہ ربوا کا حکم یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں اس کا لینا اور دینا دونوں ناجائز اور حرام ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (د)

مطلب العبارۃ:

عبارت کا صحیح مطلب جاننے سے پہلے اس عبارت میں مذکور لفظ ''نظیرہ'' کی ضمیر کا مرجع اور ''المقدرات المتجانسة'' کی مراد جان لینا ضروری ہے، واضح رہے کہ عبارت میں ''نظیرہ'' کی ''ہ'' ضمیر مرجع مجمل ہے، اور ''المقدرات المتجانسة'' سے مراد ہم قدر اور ہم جنس چیزیں ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں مجمل کی مثال بیان کی ہے، مجمل میں چونکہ مشکل سے بھی زیادہ خفا ہوتا ہے اس لئے اس کے معنی مرادی کی تعیین متکلم کے بیان کے بغیر نہیں ہوتی ہے، کتاب اللہ میں مجمل کی مثال اللہ رب العزت کا ارشاد "حرم الربوٰا" ہے، اس آیت میں اللہ رب العزت نے ربوا یعنی سود کو حرام قرار دیا، ربوا کے لغوی معنی جیسا کہ گذر چکا ہے مطلق زیادتی کے آتے ہیں لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں ہیں بلکہ یہاں اس سے مراد وہ زیادتی ہے جو مکیلی اور موزونی چیزوں کو ان کے ہم جنس کے عوض فروخت کرتے ہوئے بغیر کسی عوض کے احد المتعاقدین کیلئے مشروط ہوتی ہے، آیت مذکورہ ربوا کے اس معنی پر دلالت نہیں کرتی ہے اور نہ اس معنی پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود ہے اور نہ غور وفکر اور تامل کے ذریعہ یہ معنی معلوم ہوسکتے ہیں بلکہ یہ معنی جاننے کیلئے ہمیں شارع علیہ السلام ہی جانب رجوع کرنا ضروری ہے اور جب اس سلسلے میں ہم آپ علیہ السلام کی جانب رجوع کرتے ہیں تو ہمیں ذخیرۂ احادیث میں آپ علیہ السلام کا یہ ارشاد ملتا ہے "الحنطة بالحنطة والشعير بالشعير التمر بالتمر والملح بالملح والذهب بالذهب والفضة بالفضة مثلاً بمثل يداً بيد والفضل ربوٰا" گیہوں کو گیہوں کے بدلے جو کو جو کے بدلے کھجور کو کھجور کے بدلے نمک کو نمک کے بدلے سونے کو سونے کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے برابر برابر یداًبید فروخت کرنا جائز ہے ان میں اگر کسی ایک جانب زیادتی ہے تو یہ ربوا ہے، حضور علیہ السلام کے اس ارشاد نے آیت کریمہ میں ربوا کے معنی کو متعین کر دیا اور یہ واضح ہو گیا کہ آیت میں ربوا سے مراد مطلق زیادتی نہیں ہے بلکہ وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہوتی ہے اور احد المتعاقدین کے لئے مشروط ہوتی ہے، پس آیت کریمہ میں ربوا کے یہ معنی کسی قرینہ سے یا غور وفکر اور تامل سے معلوم نہیں ہوئے بلکہ متکلم شریعت حضور علیہ السلام کے بیان سے معلوم ہوئے ہیں۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۳۷﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۲۸﴾

ومثاله انْعِقَاد نِكَاح الْحرَّة بِلَفْظ البيع وَالْهِبَة وَالتَّمْلِيك وَالصَّدَقَة وَقَوله لِعَبْدِهِ وَهُوَ مَعْرُوف النّسَب من غيره هَذَا إبني وَكَذَا إِذا قَالَ لِعَبْدِهِ وَهُوَ أكبر سنا من الْمولى هَذَا إبني كَانَ مجَازًا عَن الْعتْق عِنْد أبي حنيفَة رَضِي الله عَنهُ خلافًا لَهما بِنَاء على مَا ذكرنَا أَن الْمجَاز خلف عَن الْحَقِيقَة فِي حق اللَّفْظ عِنْده وَفِي حق الحكم عِنْدهمَا۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کی تشریح تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور اس کی مثال یہ ہے کہ آزاد عورت کا نکاح لفظ بیع، ہبہ، تملیک اور صدقہ کے الفاظ سے منعقد ہو جاتا ہے، اور کسی شخص کا اپنے اس غلام کے بارے میں جس کا نسب معروف ہو یہ کہنا کہ یہ میرا بیٹا ہے، اور اسی طرح کسی کا اپنے اس غلام کے بارے میں جو عمر میں اس سے بڑا ہو یہ کہنا کہ یہ میرا بیٹا ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک آزادی سے مجاز ہے برخلاف حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ کے اس اختلاف کی وجہ سے کس کو ہم نے ذکر دیا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنفیہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک مجاز لفظ کے حق میں حقیقت کا خلیفہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حکم کے حق میں خلیفہ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے دلالت محل کلام کی وجہ سے لفظ کے حقیقی معنی

Website:MadarseWale.blogspot.com

متروک ہونے کی مثالیں بیان کی ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں کسی شخص سے یہ کہدیا کہ میں اپنی جان تمہیں فروخت کرتی ہوں یا اپنی جان کا تمہیں مالک بناتی ہوں یا اپنی جان تم پر فداء کرتی ہوں اور مرد اس کو قبول کر لے تو نکاح منعقد ہو جائے گا بایں وجہ کہ یہاں ان الفاظ کے حقیقی معنی مراد لینا ممکن نہیں ہیں کیونکہ آزاد عورت ایک ایسی ذات ہے جس کو نہ فروخت کیا جا سکتا ہے، نہ اس کی ذات کا کسی مالک بنایا جا سکتا ہے، نہ اس کو ہبہ کیا جا سکتا اور نہ صدقہ کیا جا سکتا ہے، پس جب یہاں ان الفاظ کے حقیقی معنی مراد نہیں لے سکتے تو یہ معنی متروک العمل ہوں گے اور ان الفاظ کو ان کے مجازی معنی نکاح پر محمول کیا جائے گا اور انعقاد نکاح کا حکم لگایا جائے گا۔

قوله: لِعَبْدِهِ وَهُوَ مَعْرُوفُ النَّسَب....

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جس طرح مذکورہ بالا مثال میں لفظ کے حقیقی معنی متروک العمل ہیں اسی طرح کسی نے اپنے اس غلام کو جو دوسرے سے معروف النسب ہو یا اس غلام کو جو عمر میں اس سے بڑا ہو "ھذا ابنی" کہدیا تو یہاں بھی چونکہ اس کے حقیقی معنی مراد لینا ممکن نہیں ہے اس لئے ان کو ترک کر کے مجازی معنی مراد لئے جائیں گے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک غلام آزاد ہو جائے گا جبکہ حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک غلام آزاد نہیں ہوگا بلکہ کلام لغو ہو جائے گا۔

واضح رہے کہ اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ اور حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ کے مابین اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک مجاز لفظوں کے اعتبار سے حقیقت کا خلیفہ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک حکم کے اعتبار سے خلیفہ ہے، پس حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک جب "ھذا ابنی" کے حقیقی معنی مراد لینا ممکن نہیں ہیں تو مجازی معنی مراد لئے جائیں گے اور مجازی معنی آزادی کے ہیں اس لئے غلام آزاد ہو جائے گا، اور حضرات

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

صاحبینؒ کے نزدیک اس کلام پر حقیقی اور مجازی کسی بھی معنی کے اعتبار سے حکم لگانا ممکن نہیں ہے اس لئے کلام لغو ہو جائے گا۔ (اجود الحواشی: ۱۵۴)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۳۸﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۲۸﴾

وَأما إِشَارَة النَّص فَهِيَ مَا ثَبت بنظم النَّص من غير زِيَادَة وَهُوَ غير ظَاهر من كل وَجه وَلَا سيق الْكَلَام لأَجله مِثَاله فِي قَوْله تَعَالَى لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرين الَّذين أخرجُوا من دِيَارهم الْآيَة فَإِنَّهُ سيق لبَيَان اسْتِحْقَاق الْغَنِيمَة فَصَارَ نصا فِي ذَلِك وَقد ثَبت فقرهم بنظم النَّص فَكَانَ إِشَارَة إِلَى أَن اسْتِيلَاء الْكَافِر على مَال الْمُسلم سَبَب لثُبُوت الْملك للْكَافِرِ۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) عبارت النص اور اشارۃ النص کی تعریف تحریر کریں (ج) عبارۃ النص اور اشارۃ النص کی تعریف میں مذکورہ قیودات کے فوائد تحریر کریں (د) عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور اشارۃ النص اس حکم کو کہتے ہیں جو نص کے الفاظ سے بغیر کسی زیادتی کے ثابت ہوتا ہے لیکن مکمل طور پر ظاہر نہیں ہوتا اور نہ کلام کو اس کے لایا جاتا ہے، اس کی مثال اللہ رب العزت کا ارشاد "لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرين الَّذين أخرجُوا من دِيَارهم" ہے، یہ آیت غنیمت کے مستحقین کو بیان کرنے کیلئے لائی گئی ہے، پس یہ آیت غنیمت کے حقدار کو بیان کرنے میں نص ہے اور فقر نص کے الفاظ سے ثابت ہے، لہذا یہ نص اس جانب مشیر ہوگی کہ کسی مسلمان کے مال پر کافر کا غلبہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

حاصل کر لینا اس کافر کی ملکیت ثابت ہونے کا سبب ہے۔

جواب (ب)

عبارت النص اور اشارۃ النص کی تعریف:

واضح رہے کہ عبارۃ النص اس حکم کو کہتے ہیں جسے بیان کرنے کیلئے کلام لایا جاتا ہے، باالفاظ دیگر جس لفظ سے کسی حکم کی دلیل بیان کی جائے اور مجتہد اس سے استدلال کر کے حکم کو بیان کرے اسے عبارۃ النص کہتے ہیں۔

أما عبارة النص: فهو الكلام الذى دل على معنى سيق له اللفظ من غير تأمل كقوله تعالى: فانكحوا ماطاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع عبار في اباحة النكاح وبيان العدد۔ (تسہیل الاصول:۳۰)

اور اشارۃ النص اس حکم کو کہتے ہیں جو کسی نص کے الفاظ سے بغیر کسی زیادتی کے ثابت ہوتا ہے لیکن نص کا مقصد اس کو بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ مجتہد تامل اور اجتہاد کے ذریعہ اس حکم کو بیان کرتا ہے۔

و أما اشارة النص: فهو اكلام الذى دل على معنى لم يكن الكلام مسوقاله ولايتبادر فهمه من ألفاظه بل يفهم منها بعدالتأمل فهو مدلول الكلام بطريق الالتزام كقوله تعالى: للفقواء المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم ... الاية۔ (تسہیل الاصول:۳۰)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

عبارۃ النص اور اشارۃ النص کی تعریف میں مذکور قیودات کے فوائد کی وضاحت:

مصنف علیہ الرحمۃ نے اشارۃ النص کی تعریف میں "ماثبت بنظم النص" کہہ کر دلالۃ النص کو نکالا ہے اس لئے کہ دلالۃ النص سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ نص کے معنی اور مفہوم سے

Website:MadarseWale.blogspot.com

ثابت ہوتا ہے نص کے الفاظ سے ثابت نہیں ہوتا، اور ''من غیر زیادۃ'' کی قید سے اقتضاء النص کو نکالا ہے اس لئے کہ اقتضاء النص میں حکم ثابت کرنے کے لئے نص میں زیادتی ماننی پڑتی ہے، اور ''و لاسیق الکلام لاجلہ'' کی قید سے عبارۃ النص کو نکالا ہے اس لئے کہ اس میں کلام کو حکم بیان کرنے کیلئے لایا جاتا ہے، اور ''وھو غیر ظاھر من کل وجہ'' کی قید احترازی نہیں صرف تعریف کی وضاحت کے لئے ہے کہ اشارۃ النص سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ پورے طور پر ظاہر نہیں ہوتا ہے بلکہ اس میں کچھ خفا اور پوشیدگی ہوتی ہے اور اس حکم کو ثابت کرنے کے لئے غور و فکر کرنا پڑتا ہے۔ (صفوۃ الحواشی:۱۹۲)

جواب (د)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے عبارۃ النص اور اشارۃ النص کی مثال بیان کی ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں ''لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أخرجوا من دِيَارِهِم'' غنیمت کا مال ان فقراء مہاجرین کیلئے جنہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا ہے، اس آیت کریمہ سے دو حکم معلوم ہو رہے ہیں (۱) مال غنیمت کے مستحق فقراء مہاجرین ہیں (۲) اگر کسی مسلمان کے مال پر کفار غلبہ حاصل کرلیں تو وہ اس کے مالک بن جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ آیت سے پہلا حکم بطور عبارۃ النص ثابت ہو رہا ہے کیونکہ یہ آیت اسی حکم کو بیان کرنے کیلئے لائی گئی ہے اور بغیر تامل کے یہ حکم اس سے معلوم ہو رہا ہے، جبکہ دوسرا حکم اس آیت سے بطور اشارۃ النص کے ثابت ہے، بایں طریق کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو فقراء کہا ہے ان میں سے اکثر ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں صاحب مال تھے اور بوقت ہجرت ان کا مال مکہ مکرمہ ہی میں رہ گیا تھا جس پر کفار سے قبضہ کرلیا تھا پس اللہ رب العزت کا ان کو فقراء کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا جو مال مکہ مکرمہ میں کفار کے قبضہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

میں تھا وہ ان کی ملکیت نہیں ہے بلکہ کافروں کی ملکیت بن چکا ہے کیونکہ یہ مال اگر ان کی ملکیت میں باقی ہوتا تو اللہ رب العزت ان کو فقراء ارشاد نہ فرماتے، پس اس سے فقہاء کرام نے یہ مسئلہ نکالا کہ اگر کسی مسلمان کے مال پر کفار غلبہ حاصل کرلیں تو اس کے مالک بن جاتے ہیں، لیکن آیت مذکورہ مقصد چونکہ اس حکم کو بیان کرنا نہیں ہے اور نہ بغیر تامل کے یہ حکم اس آیت سے معلوم ہورہا ہے اس لئے اس حکم کے حق میں یہ آیت اشارۃ النص ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۳۹﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۳۰﴾

وَعلم مِنْهُ حكم الِاحْتِلَام والاحتجام والادهان لِأَن الْكتاب لما سمى الْإِمْسَاك اللَّازِم بِوَاسِطَة الِانْتِهَاء عَن الْأَشْيَاء الثَّلَاثَة الْمَذْكُورَة فِي أول الصُّبْح صوما علم أَن ركن الصَّوْم يتم بالانتهاء عَن الْأَشْيَاء الثَّلَاثَة وعَلى هَذَا يخرج الحكم فِي مَسْأَلَة التبييت فَإِن قصد الْإِتْيَان بالمأمور بِهِ إِنَّمَا يلْزمه عِنْد توجه الْأَمر وَالْأَمر إِنَّمَا يتَوَجَّه بعد الْجُزْء الأول لقَوْله تَعَالَى ثمَّ أَتموا الصّيام إِلَى اللَّيْل۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) ''منہ'' کی ضمیر کا مرجع اور ''ھذا'' کا مشار الیہ متعین کرتے ہوئے عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی سے احتلام، پچھنے لگانے اور تیل لگانے کا حکم معلوم ہوگیا، اس لئے کہ کتاب اللہ نے اس امساک کا نام روزہ رکھا ہے جو اول صبح میں مذکورہ اشیاء ثلاثہ سے رکنے کے واسطے سے لازم

Website:MadarseWale.blogspot.com

آتا ہے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ ان تین چیزوں سے رکنے سے روزہ کا رکن مکمل ہو جاتا ہے، اور اللہ رب العزت کے اسی فرمان سے رات سے روزہ کی نیت کرنے کا مسئلہ نکالا جائے گا اس لئے کہ مامور بہ کو بجالانے کی نیت کرنا امر کے متوجہ ہونے کے وقت لازم آتا ہے اور امر جزء اول کے بعد متوجہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے "ثم اتموا الصیام الی اللیل" ارشاد فرمایا ہے۔

جواب (ب)

"منه" ضمیر کے مرجع اور "ھذا" کے مشار الیہ تعیین:

واضح رہے کہ عبارت میں مذکورہ میں "منه" کی ضمیر کا مرجع اللہ رب العزت کا ارشاد "ثم اتموا الصیام الی اللیل" ہے، اور "ھذا" کا مشار الیہ اس آیت کریمہ کا موجب ہے۔

مطلب العبارة:

عبارت مذکورہ میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اللہ رب العزت کے ارشاد "ثم اتموا الصیام الی اللیل" سے روزہ کی حالت میں احتلام، پچھنے لگانے اور تیل لگانے کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ روزہ میں ان چیزوں کا پیش آجانا مفسد صوم نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے روزہ داروں کو رات میں کھانے پینے اور جماع کرنے کی اجازت دی ہے اور اسکے بعد اس آیت "ثم اتموا الصیام الی اللیل" کو ارشاد فرمایا ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ صرف کھانے، پینے اور جماع سے رکنے کا نام ہے اور یہی تین چیزیں مفسد صوم ہیں، رہا احتلام کا ہونا یا پچھنے لگانا یا تیل لگانا تو ان کا شمار کھانے، پینے اور جماع کرنے میں نہیں ہوتا ہے اس لئے یہ مفسد صوم نہیں ہیں۔

قوله: وعلی هذا یخرج الحکم.....

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے ارشاد "ثم اتموا الصیام اللیل" سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ روزہ کیلئے رات سے

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

نیت کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ مامور بہ بجالانے کی نیت کرنا آدمی پر امر متوجہ ہونے کے وقت لازم ہوتا ہے اور یہاں امر "ثم اتموا الصیام اللیل" صبح صادق کے بعد متوجہ ہوتا ہے کیونکہ صبح صادق تک کھانے، پینے اور جماع کرنے کی اجازت ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کیلئے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا اختلاف ہے، آپؒ فرماتے ہیں کہ روزہ کیلئے رات سے نیت کرنا ضروری ہے اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے "لاصیام لمن لم ینو الصیام من اللیل" جو روزہ کی نیت رات سے نہیں کرتا اس کا روزہ نہیں ہوتا، پس اس حدیث کی بنیاد پر رات سے روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۴۰﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۳۰﴾

وَأما دلَالَة النَّص فَهِيَ مَا علم عِلّة للْحكم الْمَنْصُوص عَلَيْهِ لُغَة لَا اجْتِهَادًا وَلَا استنباطا مِثَاله فِي قَوْله تَعَالَى فَلَا تقل لَهما أُفٍّ وَلَا تنهرهما فالعالم بأوضاع اللُّغَة يفهم بِأول السماع أَن تَحْرِيم التأفيف لدفع الْأَذَى عَنْهُمَا۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) دلالۃ النص تعریف کرتے ہوئے اس کا حکم بیان کریں (ج) مطلب تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور بہر حال دلالۃ النص تو وہ ایسا معنی ہے جس کے حکم کا منصوص علیہ کیلئے علت ہونا لغت کی رُو سے معلوم ہوتا ہے اجتہاد اور استنباط کی رُو سے معلوم نہیں ہوتا، اس کی مثال اللہ رب العزت کا

Website:MadarseWale.blogspot.com

ارشاد "ولا تقل لھما اف ولا تنھرھما " ہے، پس عربی لغت کی وضعوں کو جاننے والا اس کو سنتے ہیں یہ سمجھ جاتا ہے کہ والدین کو اف کہنے کا حرام ہونا ان سے تکلیف دور کرنے کیلئے ہے۔

جواب (ب)

دلالۃ النص کی تعریف:

واضح رہے کہ دلالۃ النص کلام کے اس معنیٰ کو کہتے ہیں جس کے متعلق لغۃً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ منصوص علیہ کے حکم کے واسطے علت ہے اور اجتہاد و استنباط کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

اما دلالۃ النص: فھو الکلام الذی دل معنی غیر ثابت بنفس اللفظ بل بعلۃ یفھمھا کل من یعرف اللغۃ کقولہ تعالیٰ لاتقل لھما اف،عبارۃ فی حرمۃ التأفیف بعلۃ الاذی،ودلالۃ علی حرمۃ الضرب ،فان الآیۃ دلت علی حرمۃ الضرب لابنفس اللفظ بل بعلۃ الاذی التی تفھم منھا لغۃ بالبداھۃ۔(تسہیل الاصول:۳۱)

دلالۃ النص کا حکم یہ ہے کہ علت کے عام ہونے سے منصوص علیہ کا حکم بھی عام ہو جاتا ہے اور جہاں جہاں علت پائی جاتی ہے وہاں وہاں حکم بھی پایا جاتا ہے، نیز دلالۃ النص یقین کا فائدہ دینے اور دلیل قطعی ہونے میں عبارۃ النص کی طرح ہوتا ہے۔

جواب (ج)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے دلالۃ النص کی تعریف اور مثال بیان کی ہے، دلالۃ النص جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کلام کے اس معنیٰ کو کہتے ہیں جس کے حکم کا منصوص علیہ کیلئے علت ہونا لغت کی رو سے معلوم ہوتا ہے اور اجتہاد و استنباط کو اس میں دخل نہیں ہوتا ہے، جیسے کہ اس کی مثال قرآن کریم کی آیت "ولا تقل لھما اف ولا تنھرھما " ہے، اللہ رب العزت اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم اپنے والدین کو نہ اُف کہو اور نہ جھڑکو، اف عربی زبان میں کسی

Website:MadarseWale.blogspot.com

کو نا گواری اور غصہ کے وقت کہا جاتا ہے، لہذا اعرابی لغت جاننے والا اس آیت کو سنتے ہیں سمجھ جاتا ہے کہ والدین کو اف کہنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے، پس تکلیف کی وجہ سے جب والدین کو اف کہنا حرام ہے تو والدین کیلئے ہر وہ کام کرنا جس سے ان کو تکلیف پہنچے خواہ سب وشتم ہو یا ضروب تضریب ہو سب حرام ہیں، پس یہاں والدین کو اف کہنے کی ممانعت عبارۃ النص سے ثابت ہوتی ہے اور اس کی علت لغت سے معلوم ہوتی ہے اور ضرب وشتم کی ممانعت علت کے متحد ہونے کی وجہ سے دلالۃ النص سے ثابت ہوتی ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۱۴۱﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۳۳﴾

اَلْأَمــر فِــي اللُّغَة قَول الْقَائِل لغيره افْعَل وَفِي الشَّرْع تصرف إِلْزَام الْفِعْل على الْغَيْر وَذكـر بـعض الأيـمة أَن الْـمُرَاد بِالْأَمر يخْتَص بِهَذِهِ الصِّيغَة واستحال أَن يكـون مَعْنَاهُ إِن حَقِيقَة الْأَمر يخْتَص بِهَذِهِ الصِّيغَة فَإِن الله تَعَالَى مُتَكَلم فِي الْأَزَل عندنَا وَكَلَامه أَمر وَنهي وإخبار واستخبار واستحال وجود هَذِه الصِّيغَة فِي الْأَزَل واستحال أَيْضا ان يكون مَعْنَاهُ أَن الْمُرَاد بِالْأَمر لِلْأَمرِ يخْتَص بِهَذِهِ الصِّيغَة۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) امر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف تحریر کریں (ج) بعض ائمہ کے قول پر صاحب کتاب نے جو اعتراضات نقل کئے ہیں آپ ان کی مع جواب تشریح قلم بند کریں اور بتائیں کہ قولِ رسولؐ اور فعلِ رسولؐ ہم درجہ ہیں یا نہیں؟۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

امر لغت میں کسی شخص سے ''افعل'' کہنے کو اور شریعت میں دوسرے پر فعل لازم کرنے کے

Website:MadarseWale.blogspot.com

تصرف کو کہتے ہیں، اور بعض ائمہ نے بیان کیا ہے کہ امر کی مراد اسی صیغہ "افعل" کے ساتھ خاص ہے لیکن امر کی مراد اسی صیغہ کے ساتھ خاص ہونا محال ہے کیونکہ اللہ رب العزت ازل ہی سے متکلم ہیں اور آپ کا کلام امر، نہی، اخبار اور استخبار پر مبنی ہے اور اس صیغہ "افعل" کا ازل میں پایا جانا محال ہے لہذا امر میں آمر کی مراد کا اسی صیغہ کے ساتھ مخصوص ہونا بھی محال ہے۔

جواب (ب)

امر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

واضح رہے کہ اہل اصول کے نزدیک امر کی لغوی تعریف ہے "قول القائل لغیره افعل علی سبیل الاستعلاء" یعنی آدمی کا اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے کسی دوسرے سے "افعل" کہنا۔

اور شرعی تعریف "تصرف الزام الفعل علی الغیر" ہے یعنی دوسرے پر فعل لازم کرنے کا تصرف کرنا، جیسے "صل صلاة" تو نماز پڑھ کہہ کر کسی پر نماز کے فعل کو لازم کرنا امر ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

عبارت میں مذکور اعتراضات اور ان کے جوابات:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے "وذکر بعض الائمۃ" سے چند اعتراضات اور ان کے جوابات نقل کئے ہیں، واضح رہے کہ فخر الاسلام بزدوی اور شمس الائمہ سرخسی علیہما الرحمۃ کا قول یہ ہے کہ امر کی مراد یعنی وجوب صرف صیغہ "افعل" کے ساتھ خاص ہے اس کے علاوہ اور کسی صیغہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے ان حضرات کے اس قول پر دو اعتراض کئے ہیں....

پہلا اعتراض: یہ کیا ہے کہ اگر امر میں وجوب اسی صیغہ "افعل" کے ساتھ خاص ہو اور طلب فعل اس صیغہ کے علاوہ کسی اور صیغہ سے متحقق ہی نہ ہو تو یہ بالکل محال اور ناممکن ہے کیونکہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

اہل سنت والجماعت کے نزدیک اللہ رب العزت ازل سے متکلم ہیں اور ازل ہی سے آپ کیلئے صفتِ کلام ثابت ہے اور آپ کے کلام میں امر، نہی، خبر اور انشاء سب موجود ہیں، اب اگر امر کی حقیقت کو صرف اسی صیغہ "افعل" کے ساتھ خاص کیا جائے تو ازل میں اس صیغہ کا پایا جانا محال ہیں بایں وجہ کہ صیغے حروف اور اصوات سے مرکب ہوتے ہیں اور مرکب چیز حادث ہوتی ہے جبکہ اللہ رب العزت کی ذات عالی مقام قدیم ہے اور حادث کو قدیم کے ساتھ لاحق کرنا محال ہے، پس اس صیغہ کا بھی ازل میں پایا جانا محال ہے۔

دوسرا اعتراض: صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اگر ان حضرات کے مذکورہ قول کا یہ مطلب بیان کیا جائے کہ شارع کی مراد صرف صیغہ "افعل" کے ساتھ خاص ہے تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی جگہ شارع کی مراد اس صیغہ کے علاوہ سے بھی معلوم ہوتی ہے، مثلاً کوئی شخص پہاڑ کی چوٹی پر ہو اور وہاں کوئی نبی یا غیر نبی اسلام کی دعوت لیکر نہ پہنچا ہو تب بھی وہاں موجود اس شخص کیلئے بشرطیکہ اسے غور وفکر کا موقع ملا ہو ذات باری پر ایمان لانا ضروری ہے، یہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اور دیگر بہت سے فقہاء کرام کا قول ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع کی مراد صرف صیغہ "افعل" کے ساتھ خاص نہیں ہے اس کے علاوہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

جواب: صاحب کتاب مذکورہ دونوں اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں جن حضرات نے امر کی مراد کو صیغہ "افعل" کے ساتھ خاص مانا ہے ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ بندہ پر احکام شرعیہ کا وجوب اس صیغہ کے ساتھ خاص ہے عقائد اور شارع کے حق میں اس صیغہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، پس نہ تو شارع کو بندہ پر کوئی چیز ثابت کرنے لئے اس صیغہ کی ضرورت ہے اور نہ مسائل اعتقادیہ مثلاً باری تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانا اس صیغہ کے ساتھ خاص ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

قولِ رسولؐ اور فعلِ رسولؐ ہم درجہ ہیں یا نہیں؟:

واضح رہے کہ جب بندہ پر احکام شرعیہ کا ثبوت صیغہ ''افعل'' کے ساتھ خاص ہے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل علیہما الرحمۃ کا مسلک یہ کہ قول رسولؐ یعنی آپ علیہ السلام کا ''افعلوا'' کہنا فعل رسولؐ کے درجہ میں نہیں ہے، پس وجوب قول رسولؐ سے ثابت ہوتا ہے فعل رسولؐ سے ثابت نہیں ہوتا، اس کے برخلاف حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ اور بعض شوافع کا مسلک یہ ہے کہ قول رسولؐ اور فعل رسولؐ دونوں ہم درجہ ہیں اور دونوں ہی سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۴۲﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۳۵﴾

Double Tap to Edit

اَلْأَمر بِالْفِعْلِ لَا يَقْتَضِي التكرار وَلِهٰذا قلنا لو قَالَ طلق امْرَأَتي فَطلقها الْوَكِيل ثمَّ تزوجها الْموكل لَيْسَ لِلْوَكِيلِ أَن يطلقهَا بِالْأَمر الأول ثَانِيًا وَلَو قَالَ زَوجنِي امْرَأَة لَا يتَنَاوَل هٰذَا تزويجا مرّة بعد أُخْرَى۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) عبارت میں مذکورہ قاعدہ کی وضاحت کرتے ہوئے دونوں مثالوں کی تشریح تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمة العبارة:

امر بالفعل یعنی کسی کام کا حکم کرنا تکرار کا تقاضا نہیں کرتا ہے، اور اسی لئے ہم کہتے ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی سے کہے ''طلق امرأتي'' تو میری بیوی کو طلاق دیدے اور وہ وکیل (حقیقتاً) اس کی بیوی کو طلاق دیدیا اور پھر مؤکل دوبارہ اس عورت سے نکاح کر لے تو وکیل کو امر اول کی وجہ سے دوبارہ اس عورت کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے، اور اگر کسی شخص نے دوسرے

Website:MadarseWale.blogspot.com

سے یہ کہا "زوجنی امرأۃ" تو کسی عورت سے میری شادی کرادے تو یہ حکم ایک مرتبہ شادی کرنے کے بعد دوسری مرتبہ شادی کرانے کو شامل نہیں ہے۔

جواب (ب)

عبارت میں مذکور قاعدہ کی وضاحت:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ امر بالفعل تکرار کا تقاضا نہیں کرتا ہے، یعنی کسی شخص کا دوسرے آدمی کو کسی کام کے کرنے کا حکم کرنا اس کام کے بار بار کرنے کا مقتضی نہیں ہے۔

واضح رہے کہ امر بالفعل تکرار کا تقاضا کرتا ہے یا نہیں یہ مسئلہ فقہاء کرام کے مابین مختلف فیہ ہے، چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کے چار اقوال ہیں....

قول اول: شیخ ابواسحاق اسفرائنی اور شیخ عبدالقادر بغدادی علیہما الرحمۃ کا ہے، ان حضرات کا کہنا ہے یہ کہ امر ابالفعل تکرار کا تقاضا کرتا ہے۔

قول ثانی: حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ہے، آپؒ یہ فرماتے ہیں کہ امر تکرار کا تقاضا تو نہیں کرتا ہے البتہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔

قول ثالث: بعض مشائخ احناف کا ہے، ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ امر اگرچہ تکرار تقاضا نہیں کرتا ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے لیکن اگر یہ کسی شرط پر معلق ہو تو پھر تکرار کا تقاضا کرتا ہے جیسے اللہ رب العزت کے ارشاد "وان کنتم جنباً فاطھروا" میں ہے، پس جب جب جنابت پائی جائے گی پاکی حاصل کرنے کا یہ حکم بھی پایا جائے گا اور یہی اس کا مکرر ہونا ہے۔

قول چھارم: جمہور فقہاءِ احناف کا ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ امر خواہ معلق بالشرط ہو یا موصوف بالصفۃ ہو یا اس کے بغیر ہو کسی بھی صورت میں نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے بلکہ فعلِ مامور بہ پر ایک مرتبہ عمل کرنے کے بعد انسان ذمہ داری سے

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

سبکدوش ہوجاتا ہے۔

عبارت میں مذکور مثالوں کی تشریح:

واضح رہے عبارت مذکورہ میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے امر کے متعلق احناف کے اس قاعدہ پر کہ یہ تکرار کا تقاضا نہیں کرتا ہے دو مثالیں بیان کی ہیں، پہلی مثال یہ بیان کی ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے آدمی کو اپنی بیوی کی طلاق کا وکیل بنایا اور اس سے کہا ''طلق امرأتی'' تو میری بیوی کو طلاق دیدے اور اس وکیل نے اس کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کو طلاق دیدی اور پھر مؤکل نے دوبارہ اس عورت سے نکاح کرلیا تو وکیل کو امر اول کی وجہ سے دوبارہ اس عورت کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہوگا کیونکہ امر بالفعل تکرار کا تقاضا نہیں کرتا ہے۔

دوسری مثال صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے یہ بیان کی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی آدمی کو اپنی شادی کا وکیل مقرر کرے اور اس سے کہے ''زوجنی امرأۃ'' تو کسی عورت سے میری شادی کرادے تو وکیل کو صرف ایک شادی کرانے کا اختیار ہوگا، امر کے موجب تکرار نہ ہونے کی وجہ سے بار بار شادی کرانے کا اختیار نہیں ہوگا۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۴۳﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۳۷﴾

المامور به نوعان مُطلق عَن الْوَقْت ومقيد بِهِ وَحكم الْمُطلق أَن يكون الْأَدَاء وَاجِبا على التَّرَاخِي بِشَرْط أَن لَا يفوتهُ فِي الْعُمر وعَلى هَذَا قَالَ مُحَمَّد فِي الْجَامِع لَو نذر أَن يعْتَكف شهرا لَهُ أَن يعْتَكف أَي شهر شَاءَ وَلَو نذر أَن يَصُوم شهرا لَهُ أَن يَصُوم أَي شهر شَاءَ۔

(الف) عبارت پر اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) نذر کی تعریف تحریر کریں (ج) وقت کے

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

اعتبار سے مامور بہ کی اقسام اور ان کی تعریفات تحریر کریں (د) عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

مامور بہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مطلق عن الوقت (۲) مقید بالوقت، مطلق عن الوقت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ آدمی سے اس کی زندگی میں فوت نہ ہوئے تو اس کو تراخی کے ساتھ ادا کرنا واجب ہوتا ہے، اور اسی حکم پر مبنی کرتے ہوئے حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے جامع کبیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کسی آدمی نے یہ نذر مانی کہ وہ ایک ماہ اعتکاف کرے گا تو اس کیلئے کسی بھی ماہ کا اعتکاف کر لینا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ وہ ایک ماہ کے روزے رکھے گا تو اس کیلئے کسی بھی ایک ماہ کے روزے رکھ لینا جائز ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

نذر کی تعریف:

نذر اپنے ذمہ اللہ رب العزت کی تعظیم کیلئے کسی مباح فعل کے لازم کرنے کو کہتے ہیں، نذر اگر کسی شرط کے ساتھ متعلق ہو تو اس کو نذر معلق اور اگر متعلق نہیں ہو تو اس کو نذر مطلق کہتے ہیں۔

النذر: ایجاب عین الفعل المباح علی نفسه بالقول تعظیماً لله تعالیٰ بشرط کونه من جنس الواجب وهی عبادة مقصودة وهو مطلق ان لم یعلق بشرط والافهو معلق۔ (قواعد الفقیه: ۵۲۴)

جواب (ج)

وقت کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام اور ان کی تعریفات:

واضح رہے کہ وقت کے اعتبار سے مامور بہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مامور بہ مطلق عن

Website:MadarseWale.blogspot.com

الوقت (۲) مامور بہ مقید بالوقت۔

مامور بہ مطلق عن الوقت اس مامور بہ کو کہتے ہیں جس کے ادا کرنے کیلئے شریعت کی جانب سے وقت مقرر نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کو کسی بھی وقت ادا کیا جا سکتا ہے، جیسے کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، عشر وغیرہ یہ ایسے مامور بہ ہیں جن کے ادا کرنے کیلئے شریعت نے کوئی متعینہ وقت مقرر نہیں کیا ہے۔

مامور بہ مقید بالوقت اس مامور بہ کو کہتے ہیں جس کو ادا کرنے کیلئے شریعت کی جانب سے وقت مقرر ہوتا ہے اگر اس وقت کے بعد اس کو ادا کیا جائے تو قضاء کہلاتا ہے، جیسے کہ نماز، اور رمضان المبارک کے روزے یہ ایسے مامور بھی ہیں جن کے ادا کرنے کیلئے شریعت نے وقت متعین کر رکھا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (د)

مطلب العبارۃ:

عبارت مذکورہ میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے مامور بہ مطلق عن الوقت کا حکم اور اس کی چند مثالیں بیان کی ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کرام کے نزدیک مامور بہ مطلق عن الوقت کا حکم وجوب علی التراخی ہے یعنی یہ بندے سے اگر اس کی زندگی میں ساقط نہیں ہوتا ہے تو بندے پر اس کو ادا کرنا چاہئے تاخیر ہی سے کیوں نہ ہو واجب ہے، اور جمہور علماء کرام کے اسی مسلک کی بنیاد پر جامع کبیر میں حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص سے مطلقاً یہ نذر مانی کہ وہ ایک ماہ کا اعتکاف کرے گا یا ایک ماہ کے روزے رکھے گا اور کسی مہینے کو متعین نہیں کیا تو اس نذر کے مطلق عن الوقت ہونے کی وجہ سے بندے کو اختیار ہوگا کہ وہ سال کے کسی بھی مہینے میں اعتکاف کر کے اور روزے رکھ کے اپنی نذر کو پورا کر سکتا ہے، اور اگر وہ اپنی نذر کو پورا کرنے میں تاخیر کرتا ہے تو وہ تاخیر کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا۔

واضح رہے کہ اعتکاف اور روزوں کی نذر مطلق عن الوقت کے متعلق تاخیر کی صورت میں

Website:MadarseWale.blogspot.com

گنہگار نہ ہونے کا یہ مسلک حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ ہی کا ہے جبکہ احناف میں سے حضرت امام ابو یوسف اور امام کرخی علیہما الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ اعتکاف اور رزوں کی نذر مطلق عن الوقت کو فی الفور ادا کرنا ضروری ہے تاخیر کی صورت میں بندہ گنہگار ہوگا۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۴۴﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۳۸﴾

وَأما الموقت فنوعان نوع يكون الْوَقْت ظرفا للْفِعْل حَتَّى لَا يشْترط اسْتِيعَاب كل الْوَقْت بِالْفِعْلِ كالصلوة وَمن حكم هَذَا النَّوْع أَن وجوب الْفِعْل فِيهِ لَا يُنَافِي وجوب فعل آخر فِيهِ من جنسه۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) موقت کی دوسری قسم کی وضاحت کرتے ہوئے مامور بہ کو موقت سے تعبیر کرنے وجہ تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

بہر حال موقت تو اس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وقت کا فعل کیلئے ظرف ہونا ہے، یہاں تک کہ فعل کے ساتھ پورے وقت کا استیعاب شرط نہیں ہے، جیسے کہ نماز، اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اس وقت میں فعل کا واجب ہونا ہے دوسرے فعل کے وجوب کے منافی نہیں ہے۔

جواب (ب)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے مامور بہ مقید بالوقت کی اقسام بیان کی ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ مامور بہ مقید بالوقت کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ مامور بہ جس کیلئے وقت ظرف ہوتا

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہے (۲) وہ مامور بہ جس کے وقت معیار ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ اصول فقہ میں مامور بھی کیلئے وقت کے ظرف ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وقت مقررہ میں مامور بہ کو ادا کرنے کے بعد زائد وقت بچ جائے مامور بہ کیلئے تمام وقت کو گھیر لینا ضروری نہ ہو، جیسے کہ اس کی مثال نماز ہے، نماز ایک ایسا مامور بہ جس کیلئے اللہ رب العزت نے ایک طویل وقت مقرر کیا ہے لیکن نماز اپنے مقررہ وقت کے ایک مختصر حصہ میں ادا ہو جاتی ہے، نماز کو اس کے مقررہ وقت کے تمام حصہ میں ادا کرتے رہنا سروری نہیں ہے۔

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے مامور بہ مقید بالوقت کی اس پہلی قسم کے تین احکام بیان کئے ہیں (۱) پہلا حکم یہ بیان کیا ہے کہ جس مامور بہ کیلئے وقت ظرف ہوتا ہے اس میں کسی عبادت کا وجوب اسی جنس کی دوسری عبادت کے منافی نہیں ہے، مثلاً ظہر کے وقت میں اگر کسی نے اپنے اوپر نوافل ادا کرنا لازم کرلی تو یہ صحیح ہے اور ظہر سے بچے ہوئے وقت میں ان کو ادا کرنا جائز ہے۔

(۲) دوسرا حکم یہ بیان کیا ہے اس مامور بہ کے تمام وقت میں جس کے لئے وقت ظرف ہوتا ہے اس میں مقرر کردہ عبادت کے علاوہ اسی کی ہم جنس کوئی اور عبادت ادا کرنا صحیح ہے، مثلاً کسی نے ظہر کے تمام وقت کو نوافل ادا کرنے میں خرچ کر دیا اور ظہر ادا نہیں کی تو نوافل صحیح ہو جائے گے البتہ یہ شخص ظہر ادا نہ کرنے وجہ سے گنہگار ہوگا۔

(۳) تیسرا حکم یہ بیان کیا ہے کہ جس مامور بہ کیلئے وقت ظرف ہوتا ہے اس میں مامور بہ کو ادا کرنے کیلئے نیت کرنا ضروری نہیں ہے البتہ غیر مامور بہ کو ادا کرنے کیلئے نیت ضروری ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

موقت کی دوسری قسم کی وضاحت:

موقت کی دوسری قسم وہ مامور بہ ہے جس کیلئے وقت معیار ہوتا ہے، اہل اصول کے نزدیک وقت کے معیار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمام وقت مامور بہ کو ادا کرنا ضروری ہوتا ہے، جیسے اس کی

Website:MadarseWale.blogspot.com

مثال روزہ ہے، اللہ رب العزت نے صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کے وقت کو روزہ کیلئے معیار مقرر کیا ہے پس اس تمام وقت میں روزہ کو ادا کرنا ضروری ہے۔

مامور بہ کو موقت سے تعبیر کرنے کی وجہ:

واضح رہے کہ صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے مامور بہ مقید بالوقت کو موقت سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مامور بہ کیلئے وقت مقرر ہوتا ہے اور وقت کے بعد ان کو ادا کرنا قضاء کہلاتا ہے۔ (اجود الحواشی:۱۹۵)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۴۵﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۴۰﴾

وعلى هَذَا قُلْنَا إِذا وَجَبت الصلوة فِي أول الْوَقْت سقط الْوَاجِب بِالْأَدَاءِ أَو باعتراض الْجُنُون وَالْحيض وَالنّفاس فِي آخر الْوَقْت بِاعْتِبَار أَن الشَّرْع أسقطها عَنهُ عِند هَذِه الْعَوَارِض وَلَا يسْقط بضيق الْوَقْت وَعدم المَاء واللباس وَنَحْوه۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مامور بہ میں حسن ہونے کی دلیل ہے؟ تحریر کریں (ج) حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی کتنی قسمیں ہیں ہر ایک کا حکم مع مثال تحریر کریں (د) مطلب تحریر کریں

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی بناء پر ہم نے کہا کہ جب نماز اول وقت میں واجب ہوگئی تو واجب یا تو اداء سے ساقط ہوگا یا جنون، حیض اور نفاس کے آخر وقت میں عارض ہونے کی وجہ سے ساقط ہوگا اس لئے کہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

شریعت نے ان عوارض کے وقت مکلف سے نماز کو ساقط کر دیا ہے اور وقت کی تنگی پانی کے نہ ہونے اور لباس کے نہ ہونے کی وجہ سے واجب ساقط نہیں ہوگا۔

جواب (ب)

مامور بہ میں حسن ہونے کی دلیل:

واضح رہے کہ صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے مامور بہ میں حسن ہونے کی یہ دلیل بیان کی ہے کہ شریعت کے ہر مامور بہ کی آمر اللہ رب العزت کی ذاتِ حکیم ہے اور حکیم ذات جس چیز کا بھی حکم دیتی ہے اس میں حسن ضرور ہوتا ہے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کے ہر مامور بہ میں حسن موجود ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام:

واضح رہے کہ حسن ہونے کے اعتبار سے مامور بہ کی دو قسمیں ہیں.....(۱) حسن لذاتہ....(۲) حسن لغیرہ۔

حسن لذاتہ: اس مامور بہ کو کہتے ہیں جس ذات میں حسن ہوتا ہے کسی غیر کی وجہ سے اس میں حسن نہیں ہوتا جیسے اللہ رب العزت کی ذات پر ایمان لانا، منعم کا شکرادا کرنا، سچ بولنا، انصاف کرنا، نماز پڑھنا اور اس جیسی دوسری عبادتیں جو خالصتاً اللہ تعالی کے لئے کی جاتی ہیں، جیسے روزہ اور حج وغیرہ ایسے مامور بہ ہیں جن کے کرنے کا حکم اللہ رب العزت نے دیا ہے اور حسن کا معنی ان کی ذات کے اندر موجود ہے۔

حسن لغیرہ: اس مامور بہ کو کہتے ہیں جس کی ذات میں حسن نہیں ہوتا ہے لیکن کسی غیر کی وجہ سے اس میں حسن پایا جاتا ہے جیسے جہاد کرنا کہ فی نفسہ اس کی ذات میں کوئی حسن نہیں ہے بلکہ ایک قسم کی قباحت ہے کیونکہ اس سے شہر برباد ہوتے ہیں، انسانوں کا خون بہتا ہے وغیرہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

وغیرہ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ چونکہ اس میں کفار کے شر کا دور کرنا اور اللہ کے کلمہ کا بلند کرنا بھی ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں فی نفسہ حسن ہیں اس لئے ان کی وجہ سے جہاد میں بھی حسن پایا جاتا ہے۔

والمأموربه:یکون حسنا،فان کان الحسن لمعنی فی عینه کالایمان یسمی حسنا لذاته،وان کان لمعنی فی غیره کالوضوء یسمی حسنالغیره۔

(اجود الحواشی ۲۰۲ تا ۲۰۳/تسہیل الاصول:۲۰)

مامور بہ حسن لذاتہ کا حکم:

واضح رہے کہ مامور بہ حسن لذاتہ کا حکم جاننے سے پہلے اس کی اقسام کا جاننا ضروری ہے، صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے اگرچہ یہ اقسام بیان نہیں کی ہیں لیکن مامور بہ کی جو تفسیر ذکر کی ہے اس سے ان اقسام کا بخوابی علم ہوجاتا ہے،پس جاننا چاہئے کہ مامور بہ حسن لذاتہ کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ مامور بہ حسن لذاتہ جس کا اداء کرنا بندے پر واجب ہوتا ہے، مامور بہ کی اس قسم میں سقوط کا احتمال بالکل نہیں ہوتا بلکہ یہ صرف ادا کرنے ہی سے ساقط ہوتی ہے جیسے اللہ رب العزت کی ذات پر دل سے ایمان لانا پس یہ ایک ایسا مامور بہ ہے جو بندے سے بغیر ادا کئے ساقط نہیں ہوتا ہے، (۲) وہ مامور بہ حسن لذاتہ جو بندے کے ادا کرنے سے یا خود آمر کے ساقط کردینے سے ساقط ہوجاتا ہے جیسے ایمان کے لئے زبان سے اقرار کرنا پس یہ بندے کی جانب سے ادا کرنے سے بھی ساقط ہوجاتا ہے اور آمر یعنی اللہ رب العزت کی جانب سے معاف ہونے سے بھی ساقط ہوجاتا ہے، آمر کی جانب سے معاف ہونے کی مثال اکراہ ہے کہ اکراہ کی حالت میں اللہ رب العزت نے ایمان کیلئے اقرار لسانی کو ساقط کردیا ہے اور اس صورت میں صرف تصدیق قلبی کو کافی قرار دیا ہے۔ (اجود الحوشی:۲۰۳)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مامور بہ حسن لغیرہ کا حکم:

واضح رہے کہ حسن لغیرہ کا حکم یہ ہے کہ جس واسطہ کی وجہ سے اس مامور بہ میں حسن آتا ہے وہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

واسطہ اگر ساقط ہوجائے تو مامور بہ بھی ساقط ہوجائے گا اور اگر وہ واسطہ ساقط نہ ہوتو یہ مامور بہ بھی ساقط نہ ہوگا، چنانچہ جس آدمی پر نماز جمعہ واجب نہیں تو اس پر سعی الی الجمعہ بھی واجب نہیں ہوتی کیونکہ سعی میں نماز جمعہ کیوجہ سے حسن آیا ہے پس جب نماز جمعہ واجب نہیں تو سعی بھی واجب نہیں ہے، اسی طرح جن لوگوں پر نماز واجب نہیں ہے، جیسے حائضہ، نفاس والی عورت اور مجنون، وغیرہ تو ان پر وضو بھی واجب نہیں ہے، کیونکہ وضو میں حسن نماز کے واسطے سے آیا ہے، پس اس معلوم ہوتا ہے کہ حسن لغیرہ میں جس واسطے حسن آتا ہے وہ واسطہ اگر موجود ہے تو مامور بہ بھی موجود رہے گا اور اگر وہ واسطہ ساقط ہوگیا تو مامور بہ بھی ساقط ہوجائے گا۔ (اجود الحوشی: ۲۰۵/۲۰۶)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (د)

مطلب العبارۃ:

قولہ: وعلی ہذا قلنا اذا وجبت الصلوٰۃ فی اول الوقت......الخ......

واضح رہے مامور بہ حسن لذاتہ کی جو قسم سقوط کا احتمال رکھتی ہے اور مامور بہ بندہ کے ذمہ سے یا تو اس کو ادا کرنے کی وجہ یا آمر کے ساقط کرنے کی وجہ ساقط ہوتا ہے اس پر صاحب کتاب نے دو مسئلے متفرع کئے ہیں۔

پہلا مسئلہ: یہ متفرع کیا ہے کہ اگر نماز کا وقت شروع ہوجائے تو بندہ پر نماز ادا کرنا واجب ہوجاتا ہے پس اگر کسی نے اول وقت ہی میں نماز کو ادا کرلیا تو اس کے ذمہ سے نماز کا وجوب ساقط ہوجائے گا لیکن اگر اول وقت نماز ادا نہیں کی اور آخرِ وقت میں اس کو جنون طاری ہوگیا جس وجہ وہ کئی دن تک پاگل رہا تو تب بھی اس کے ذمہ سے نماز کا وجوب ساقط ہوجائے گا اسلئے جنون کو خود آمر نے سقوط کا سبب قرار دیا ہے۔

دوسرا مسئلہ: یہ متفرع کیا ہے اگر نماز کا وقت شروع ہوا اور عورت نے اول وقت ہی میں نماز کو ادا کرلیا تو اس کے ذمہ سے نماز کا وجوب ساقط ہوجائے گا لیکن اگر عورت نے اول

Website:MadarseWale.blogspot.com

وقت میں نماز ادا نہیں کی اور آخری وقت میں وہ حیض یا نفاس میں مبتلا ہوگئی تو اب بھی اس کے ذمہ سے نماز کا وجوب ساقط ہو جائے گا، اسلئے کہ حیض و نفاس کو شریعت نے خود وجوب صلاۃ کے ساقط ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔ (صفوۃ الحواشی:۱۶۰)

قوله ولا یسقط بضیق الوقت......الخ......

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نماز کا وجوب بندے کے ذمے سے وقت کی تنگی، پانی اور لباس وغیرہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ شریعت نے ان چیزوں کا بدل رکھا ہے، پس وقت کی تنگی کا بدل یہ ہے کہ مصلی نماز قضاء کرلے، پانی کا بدل یہ ہے کہ تیمّم کرلے اور کپڑا نہ ہونے کا بدل یہ ہے کہ بیٹھ کر اور رکوع سجدہ اشارہ سے کر کے نماز ادا کرلے۔ (صفوۃ الحواشی:۱۶۰/۱۶۱)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۴۶﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۴۰﴾

النَّوْع الثَّانِی مَا یکون حسنا بِوَاسِطَة الْغَیر وَذَلِک مثل السَّعْی إِلَی الْجُمُعَة وَالْوُضُوء للصلوة فَإِن السَّعْی حسن بِوَاسِطَة کَونه مفضیا إِلَی أَدَاء الْجُمُعَة وَالْوُضُوء حسن بِوَاسِطَة کَونه مفتاحا للصَّلَاة۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) نوع ثانی کا مقسم تحریر کر کے عبارت کا مطلب تحریر کریں اور ساتھ ہی نوع ثانی کا حکم مثالوں سے واضح کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

(مامور بہ کی) نوع ثانی وہ ہے جو غیر کے واسطے سے حسن ہوتی ہے، اس کی مثال جمعہ کیلئے

Website:MadarseWale.blogspot.com

سعی کرنا اور نماز کیلئے وضو کرنا ہے، پس سعی جمعہ کی ادائیگی کی طرف پہنچانے والی ہونے کے واسطے سے حسن ہے اور وضو نماز کیلئے کنجی ہونے کے واسطے سے حسن ہے۔

جواب (ب)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

واضح یہاں نوع ثانی سے مراد مامور بہ حسن لغیرہ ہے اور اس کا مقسم مامور بہ موقت ہے، مامور بہ حسن لغیرہ اس مامور بہ کو کہتے ہیں جس کی ذات میں حسن غیر کے واسطے سے ہوتا ہے، اور اس غیر کو جس کے واسطے سے مامور بہ میں حسن آتا ہے مستقلاً ادا کرنا ضروری ہوتا ہے، اس کی مثال سعی الی الجمعہ اور وضو ہے، سعی الجمعہ میں حسن جمعہ کی وجہ سے اور وضو میں نماز کی وجہ سے آیا ہے لیکن سعی الی الجمعہ سے جمعہ اور وضو سے نماز خود بخود ادا نہیں ہوتی بلکہ ان کو مستقلاً الگ سے ادا کرنا پڑتا ہے، اس کے برخلاف وہ غیر جس کی وجہ سے مامور بہ میں حسن آتا ہے مامور بہ کے ادا کرنے سے خود بخود ادا ہو جاتا ہے، اس کی مثال حدودات وغیرہ ہیں کہ یہ فی نفسہ حسن نہیں ہیں بلکہ ان میں حسن اسلئے آیا ہے کہ ان کے قیام سے انسان معاصی کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے، پس جب کسی پر حد جاری کر دی جائے تو معاصی سے بچنا خود بخود متحقق ہو جاتا ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۴۷﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۴۱﴾

اَلْوَاجِبُ بِحُكْمِ الْأَمْرِ نَوْعَانِ أَدَاءٌ وَقَضَاءٌ فَالْأَدَاءُ عِبَارَةٌ عَنْ تَسْلِيمِ عَيْنِ الْوَاجِبِ إِلَى مُسْتَحِقِّهٖ وَالْقَضَاءُ عِبَارَةٌ عَنْ تَسْلِيمِ مِثْلِ الْوَاجِبِ إِلَى مُسْتَحِقِّهٖ ثُمَّ الْأَدَاءُ نَوْعَانِ كَامِلٌ وَقَاصِرٌ۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کرتے ہوئے اداء اور قضاء

Website:MadarseWale.blogspot.com

کی تعریف اوران کی دونوں قسمیں کامل اور قاصر کی تعریفات مع مثال تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

امر کے ذریعہ ثابت ہونے والے واجب کی دوقسمیں ہیں، اداء اور قضاء، پس ادا عین واجب کو اس کے مستحق کی جانب سپرد کرنے کو کہتے ہیں اور قضاء مثل واجب کو اس کے مستحق کی جانب سپرد کرنے کا نام ہے، پھر ادا کی دوقسمیں ہیں کامل اور قاصر۔

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے دائیگی کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام بیان کی ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ امر کے ذریعہ جو واجب ثابت ہوتا ہے اس کی دوقسمیں ہیں (۱) اداء (۲) قضاء، پھران دونوں میں ہر ایک دودوقسمیں ہیں، اداء کامل، اداء قاصر، قضاء کامل، قضاء قاصر....

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اداء کی تعریف:

اداء امر کے ذریعہ واجب ہونے والی چیز کو بعینہ اس کے مستحق کی جانب سپرد کرنے کو کہتے ہیں، جیسے کہ حقوق اللہ کے واجبات کے مستحق اللہ رب العزت ہیں پس نماز وغیرہ کو ان کے متعینہ وقت میں اداء کرنا ان کو بعینہ اللہ رب العزت کی جانب سپرد کرنا ہے، اسی طرح حقوق العباد کا مستحق بندہ ہوتا ہے پس بندہ سے غصب کی ہوئی چیز کو بعینہ اس کی جانب لوٹا دینا اس کے سپرد کرنا ہے۔

قضاء کی تعریف:

قضاء مثل واجب کو اس کے مستحق کی جانب سپرد کرنے کو کہتے ہیں، مثلاً حقوق اللہ میں نماز کو اس کے وقت کے بعد اداء کرنا قضاء ہے اور غصب کی ہوئی چیز کے تلف ہوجانے کے بعد اس کی

Website:MadarseWale.blogspot.com

قیمت یا اس کے ہم مثل دوسری چیز مالک کو دینا قضاء ہے۔

اداء کامل کی تعریف اور مثال:

اداء کامل مامور بہ کو اس کی تمام صفات کے ساتھ اداء کرنے کو کہتے ہیں، چنانچہ نماز کو باجماعت وقت پر اداء کرنا اداءِ کامل ہے۔

اداءِ کامل کا حکم یہ ہے کہ بندہ اس صورت میں واجب کی ذمہ داری سے سبکدوش اور بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ (اجود الحواشی: ۲۱۰)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اداءِ قاصر کی تعریف اور مثال:

اداء قاصر مامور بہ کو اس کی صفات میں کمی کر کے اداء کرنے کو کہتے ہیں، چنانچہ نماز کو اس کے وقت میں بغیر جماعت کے اداء کرنا اداءِ قاصر ہے۔

اداءِ قاصر کا حکم یہ ہے کہ اگر شریعت کی جانب سے اس کے نقصان کا مثل کے ذریعہ کوئی تدارک ممکن ہو تو اس کو پورا کرنا ضروری ہے اور اگر ممکن نہ ہو تو نقصان کی تلافی کا حکم بندہ سے ساقط ہو جاتا ہے البتہ بندہ اس نقصان کی وجہ سے آخرت میں گنہگار ہوگا۔

قضاءِ کامل کی تعریف اور مثال:

قضاءِ کامل واجب کے مثل صوری یا مثل معنوی کو اس کے مستحق کی جانب سپرد کرنے کو کہتے ہیں، مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے کسی کا ایک من گیہوں غصب کر لیا اور پھر یہ گیہوں ہلاک ہو گیا یا غاصب اس کو آٹا بنا کر کھا گیا تو اب غاصب گندم کے مالک کو ایک من گندم اداء کرے گا یہ ایک من گندم غصب شدہ گندم کے صورتاً اور معناً دونوں طرح ہم مثل ہیں پس ان کو دینا واجب کو مثل صوری اور مثل معنی کے ذریعہ اداء کرنا ہے۔

قضاء قاصر کی تعریف اور مثال:

قضاءِ قاصر واجب کے مثل معنوی کو اس کے مستحق کی جانب سپرد کرنے کو کہتے ہیں، مثال

Website:MadarseWale.blogspot.com

کے طور پر ایک شخص نے کسی کی بکری غصب کر لی اور پھر وہ بکری تلف ہوگئی تو اب غاصب پر مالک کیلئے اس بکری کی قیمت واجب ہوگئی، پس غاصب کا مالک کو بکری کی قیمت دینا قضاءِ قاصر ہے کیونکہ قیمت بکری کی مثل صوری نہیں ہے۔

واضح رہے کہ بکری یا دیگر حیوانات کے غصب کی صورت میں غاصب پر ان کا مثل معنوی اس لئے واجب ہوتا ہے کہ یہ ذوات الامثال میں سے نہیں ہیں بلکہ ذوات القیم میں سے ہیں اور ذوات القیم کے غصب کی صورت میں ان کا مثل معنوی ہی واجب ہوتا ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۴۸﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۴۶﴾

فصل فِی النَّھْی: النَّھْی نَوْعَانِ نھی عَنِ الْاَفْعَالِ الحسیۃ کَالزِّنَا وَشرب الْخمر وَالْکذب وَالظُّلم وَنھی عَنِ التَّصَرُّفَاتِ الشَّرْعِیَّۃ کالنھی عَنِ الصَّوْمِ فِی یَوْمِ النَّحر والصلوۃ فِی الْاَوْقَاتِ الْمَکْرُوھۃ وَبیع الدِّرْھم بِالدِّرْھَمَیْنِ۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) نہی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف تحریر کریں (ج) نہی کی دونوں قسموں کی وضاحت تحریر کریں (د) افعال حسیہ اور تصرفات شرعیہ کی تعریف قلم بند کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

یہ فصل نہی کے بیان میں ہے، نہی کی دو قسمیں ہیں (۱) افعال حسیہ مثلاً زنا، شرب خمر اور جھوٹ وغیرہ سے نہی (۲) تصرفات شرعیہ مثلاً یوم النحر میں روزے سے اوقات مکروہہ میں نماز سے اور ایک درہم کو دو درہم کے عوض فروخت کرنے سے نہی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ب)

نہی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

واضح رہے کہ نہی لغت میں کسی کو مطلقاً کسی کام سے روکنے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے کسی سے "لاتفعل" کہنے کا نام نہی ہے۔ (اجود الحواشی: ۲۳۰)

النھی: فھو اللفظ الدال علی طلب الکف عن الفعل علی سبیل الاستعلاء کقولہ تعالیٰ "لاتعبدوا الا ایاہ"...... (تسہیل الاصول ۲۱)

جواب (ج)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

نہی کی اقسام اور ان کی وضاحت:

واضح رہے کہ نہی کی دو قسمیں ہیں (۱) نہی عن الافعال الحسیہ (۲) نہی عن الافعال الشرعیہ۔

نھی عن الافعال الحسیہ: اس نہی کو کہتے ہیں جو افعال حسیہ سے کی جاتی ہے جیسے زنا، شربِ خمر، ظلم اور جھوٹ وغیرہ سے روکنا، یہ سب وہ افعال ہیں جو حسی ہیں اور حسی طور پر ان کو اعضاء جوارح سے انجام دیا جاتا ہے۔

نھی عن الافعال الشرعیہ: اس نہی کو کہتے ہیں جو افعال شرعیہ سے کی جاتی ہے، جیسے یوم نحر (عید قرباں کے دن) روزہ رکھنے سے روکنا یا اوقات مکروہہ میں نماز ادا کرنے سے روکنا، پس روزہ اور نماز وہ افعال ہیں جو شرعی ہیں اور ان سے روکنا افعال شرعیہ سے روکنا ہے۔

جواب (د)

افعال حسیہ اور تصرفات شرعیہ کی تعریف:

واضح رہے کہ افعال حسیہ ان افعال کو کہا جاتا ہے جن کا سمجھنا شریعت کے بیان پر موقوف نہیں ہے بلکہ نزول شریعت کے قبل ہی سے ہر انسان ان کے معنی کو جانتا اور سمجھتا ہے البتہ شریعت نے اپنے آنے کے بعد ان کے انہیں معروف معانی کو باقی رکھا ہے، جیسے کہ زنا، شرب خمر وغیرہ وغیرہ۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

اور تصرفات شرعیہ ان شرعی افعال کو کہتے ہیں جن کا سمجھنا شریعت کے بیان پر موقوف ہے، انسان اس خود ان کے معنی سمجھنے سے قاصر ہے، جیسے روزہ اور نماز وغیرہ، انسان شریعت کی آمد سے قبل حقیقت اور ادا کرنے کے طریقے سے ناواقف تھے شریعت نے لوگوں کو اس سے آگاہ کیا ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۴۹﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۴۶﴾

وعلی ھذا قال أصحابنا النَّھی عن التَّصرُّفات الشَّرعِیَّة یقتضی تقریرھا ویُراد بذلک أن التَّصرُّف بعد النَّھی یبقی مشرُوعا کما کانَ لِأنَّه لو لم یبق مشرُوعا کانَ العَبد عاجزا عن تحصِیل المَشرُوع وحِینئذٍ کانَ ذلک نهیا للعاجز وذلک من الشَّارِع محال۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) افعال شرعی پر نہی وارد ہونے کے بعد ان کی مشروعیت کی بقاء کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی اصل کی بنیاد پر ہمارے اصحاب احناف یہ کہتے ہیں کہ تصرفات شرعیہ کی نہی ان افعال شرعیہ کے برقرار رہنے کا تقاضا کرتی ہے پس اس سے یہ مراد ہے کہ وہ فعل شرعی نہی کے بعد بھی اسی طرح مشروع باقی رہے گا جس طرح نہی سے پہلے تھا کیونکہ اگر یہ مشروع باقی نہ رہے تو بندہ فعل مشروع کے کرنے سے عاجز ہو جائے گا اور اس وقت یہ نہی عاجز کیلئے ہو جائے گی اور شارع کی جانب سے عاجز کرنے والی نہی محال ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ب)

افعال شرعی پر نہی وارد ہونے کے بعد ان کی مشروعیت کے متعلق فقہاء کے مسالک:

افعال شرعیہ پر نہی وارد ہونے کے بعد ان افعال کی مشروعیت باقی رہتی ہے یا نہیں اس سلسلے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مابین اختلاف ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ کسی فعل شرعی پر نہی وارد ہونے کے بعد ان افعال کی مشروعیت ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ بدستور مشروع رہتے ہیں البتہ ان کا کرنے والا حسن لذاتہ اور قبیح لغیرہ کا ارتکاب کرنے والا ہوتا ہے۔

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اس مسلک کو مدلل کرتے ہوئے مشائخ احناف کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ افعال شرعی پر نہی وارد ہونے کے بعد ان کی مشروعیت اس لئے باقی رہتی ہے کہ اگر یہ ختم ہو جائے گی تو یہ افعال بندے کی قدرت اور اختیار میں نہیں رہیں گے اور بندہ ان کے کرنے سے عاجز ہو جائے گا اور اس وقت افعال شرعی پر وارد ہونے والی یہ نہی عاجز کیلئے ہو جائے گی اور عاجز کو کسی فعل سے روکنا نہ صرف عبث ہے بلکہ انتہائی قبیح ہے نیز شارع کی جانب سے عاجز کیلئے نہی کا ہونا بھی محال ہے، پس بایں وجہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ افعال شرعی پر نہی وارد ہونے کے بعد بھی یہ افعال بدستور مشروع رہتے ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

واضح رہے کہ احناف کے مذکورہ مسلک کے برخلاف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ افعال شرعی پر نہی وارد ہونے کے بعد ان کی مشروعیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ قبیح لعینہ بن جاتے ہیں۔ (اجود الحواشی: ۲۳۱)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۵۰﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۴۷﴾

وَهٰذَا بِخِلَاف نِكَاح المشركات ومنكوحة الْأَب ومعتدة الْغَيْر ومنكوحته وَنِكَاح الْمَحَارِم وَالنِّكَاح بِغَيْر شُهُودٍ لِأَن مُوجب النِّكَاح حل التَّصَرُّف وَمُوجب النَّهْي حُرْمَة التَّصَرُّف فاستحال الْجمع بَينهمَا فَيحمل النَّهْي على النَّفْي۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) افعال حسیہ اور افعال شرعیہ کی تعریف کرتے ہوئے "نهي عن الافعال الحسية" اور "نهي عن الافعال الشرعية" کی تعریف اور ایک ایک مثال مع حکم تحریر کریں (ج) عبارت کا مطلب تحریر کریں (د) نہی اور نفی کے مابین کیا فرق ہے؟ تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمة العبارة:

اور یہ (حکم) مشرک عورتوں، باپ کی منکوحہ، غیر کی معتدہ، غیر کی منکوحہ، محارم عورتوں کے ساتھ نکاح اور بغیر گواہوں کے نکاح کرنے کے برخلاف ہے، اس لئے کا نکاح کا مقتضی تصرف یعنی وطی وغیرہ کا حلال ہونا ہے اور نہی کا مقتضی تصرف کا حرام ہونا ہے، اور حلت وحرمت کو چونکہ ایک ساتھ جمع کرنا محال ہے اس لئے نہی کو نفی پر محمول کیا جائے گا۔

جواب (ب)

افعال حسیہ اور افعال شرعیہ کی تعریف:

واضح رہے کہ افعال حسیہ ان افعال کو کہتے ہیں جو حساً جانے جاتے ہیں شریعت پر ان کا وجود اور تحقق موقوف نہیں ہوتا ہے، بالفاظ دیگر وہ افعال جن کے معانی کا علم ورود شریعت سے پہلے ہی سے ہو اور شریعت کے آنے کے بعد ان میں کوئی تغیر نہ ہوا ہو افعال حسیہ کہلاتے ہیں جیسے زنا،

Website:MadarseWale.blogspot.com

جھوٹ، ظلم وغیرہ یہ وہ افعال ہیں جن کے معنی ورود شریعت کے بعد بھی وہی ہیں جو پہلے تھے۔

اورافعال شرعیہ ان افعال کو کہتے ہیں جن کا وجود اور تحقق شریعت پر موقوف ہوتا ہے، باالفاظ دیگر وہ افعال جن کے معانی ورود شریعت کے بعد تبدیل ہو گئے افعال شرعیہ کہلاتے ہیں جیسے کہ صلوٰۃ، صوم بیع وغیرہ، ورود شریعت سے پہلے صلوٰۃ کے معنی دعاء کے صوم کے معنی مطلق رکنے کے اور بیع کے معنی مطلق خرید فروخت کے تھے لیکن شریعت آنے بعد ان میں تبدیلی آ گئی اور اب صلوٰۃ کے معنی اوقات مخصوصہ میں ارکان مخصوصہ کو اداء کرنا صوم کے معنی صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جماع سے رکنا بیع کے معنی جائز طریقہ سے مال کی خرید و فروخت کرنا ہے۔

"نھی عن الافعال الحسیة" اور "نھی عن الافعال الشرعیة" کی تعریف اور مثال:

واضح رہے کہ اہل اصول کے نزدیک نہی کی دو قسمیں ہیں (۱) نھی عن الافعال الحسیة (۲) نھی عن الافعال الشرعیة..... نہی عن الافعال الحسیۃ اس نہی کو کہتے ہیں جو حسی افعال پر وارد ہوتی ہے اور نہی عن الافعال الشرعیۃ اس نہی کو کہتے ہیں جو شرعی افعال پر وارد ہوتی ہے۔ اول کی مثال قرآن کریم کی آیت "ولا تقربوا الزنا" ہے، اس آیت میں اللہ رب العزت نے زنا کرنے سے منع کیا ہے، زنا کے جو معنی شریعت کے نازل ہونے سے پہلے تھے وہی معنی اب ہیں، پس اس آیت میں مذکور یہ نہی "نھی عن الافعال الحسیة" ہے۔

ثانی کی مثال ایام النحر میں روزہ رکھنے کی نہی ہے، چنانچہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے "الا لاتصوموا فی هذه الایام فانها ایام اکل وشرب وبعال" ایام النحر میں روزہ نہ رکھو اس لئے کہ یہ کھانے اور پینے کے دن ہیں، روزہ چونکہ فعل شرعی ہے اس لئے اس حدیث میں جو نہی مذکورہ ہے یہ "نھی عن الافعال الشرعیة" ہے۔

"نھی عن الافعال الحسیة" کا حکم:

واضح رہے کہ "نھی عن الافعال الحسیة" کا حکم یہ ہے کہ اس میں منہی عنہ بعینہ وہی چیز

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

ہوتی ہے جس سے روکنا مقصود ہوتا ہے، پس جس فعل حسی پر نہی وارد ہوتی ہے وہ قبیح لعینہ بن جاتا ہے، جیسے کہ زنا، قرآن کریم میں اس پر نہی وارد ہوئی ہے لہذا یہ قبیح لعینہ ہے اور اس کا ارتکاب کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔

"نهي عن الافعال الشرعية" کا حکم:

واضح رہے کہ "نهي عن الافعال الشرعية" کا حکم یہ ہے کہ اس میں منہی عنہ بعینہ وہ چیز نہیں ہوتی ہے جس پر نہی وارد ہوتی بلکہ منہی عنہ اس کے علاوہ چیز ہوتی ہے، جیسے کہ ایام النحر کے روزے حدیث شریف میں ان پر نہی وارد ہوئی ہے لیکن یہاں منہی عنہ روزے نہیں ہیں کیونکہ وہ تو حسن لعنیہ ہیں بلکہ منہی عنہ اللہ رب العزت کی دعوت سے اعراض ہے، اسی لئے احناف "نهي عن الافعال الشرعية" کے سلسلے میں اس بات کے قائل ہیں اس میں منہی عنہ نہی وارد ہونے کے بعد بھی مشروع رہتا ہے اور اگر کوئی اس کے کرنے کا التزام کرلے تو اس پر اس کو مکمل کرنا لازم ہوتا ہے، مثال کے طور پر اگر کوئی شخص ایام النحر کے روزوں کی نذر مان لے تو اس پر ایام النحر میں روزے رکھ کر اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے، البتہ منہی عنہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہ شخص گنہگار ضرور ہوگا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

مطلب العبارة:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے نہی عن الافعال الشرعیۃ کے سلسلے میں احناف کے مسلک پر وارد ہونے والے ایک اعتراض اور اس کے جواب کو نقل کیا ہے، افعال شرعیہ کی نہی کے متعلق احناف کا مسلک یہ ہے کہ یہ افعال ورود نہی کے بعد بھی مشروع رہتے ہیں، اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نکاح ایک شرعی فعل ہے اور قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے مشرک عورتوں سے، باپ کی منکوحہ عورت سے، غیر کی منکوحہ عورت سے، غیر کی معتدہ عورت سے،

Website:MadarseWale.blogspot.com

محارم عورتوں سے اور بغیر گواہوں کے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ اول کے متعلق ارشاد فرمایا ہے" ولا تنکحوا المشرکات "ثانی کے متعلق فرمایا ہے" ولاتنکحوا مانکح اٰبآء کم "ثالث اور رابع کے متعلق فرمایا ہے" حرمت علیکم..... المحصنات من النسآء "خامس کے متعلق فرمایا ہے" حرمت علیکم امهاتکم وبناتکم واخواتکم ...الخ..." اور سادس کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے" لانکاح الابشهود "بغیر گواہوں کے نکاح نہ کرو، پس ان تمام نکاحوں پر وارد ہونے والی یہ نہی... نہی عن الافعال الشرعیہ ہے اور آپ کا مسلک یہ ہے افعال شرعی نہی کے بعد بھی مشروع رہتے ہیں اور اگر ان کو کرلیا جائے تو اداء ہو جاتے ہیں لہذا آپ کے مسلک کہ مطابق مذکورہ تمام نکاح منہی عنہ ہونے باوجود بھی مشروع ہونے چاہئے اور اگر کوئی ان کو کرلے تو اس پر انعقاد نکاح کا حکم عائد ہونا چاہئے، جیسا کہ بیع فاسد میں ہوتا ہے کہ یہ منہی عنہ ہے لیکن واقع ہونے کے بعد نہ صرف منعقد ہو جاتی ہے بلکہ مفید ملک بھی ہوتی ہے، لیکن آپ احناف مذکورہ تمام صورتوں میں نکاح کو بالکلیہ حرام قرار دیتے ہیں.....

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں جناب! احناف کے نزدیک افعال شرعی نہی وارد ہونے کے بعد وہاں مشروع رہتے ہیں جہاں ان کی مشروعیت کی بقاء کے ساتھ ساتھ نہی کی حرمت کو ثابت کرنا ممکن ہوتا ہے اور جہاں نہی کا حکم ثابت کرنا ممکن نہیں ہوتا وہاں ان افعال کی مشروعیت باقی نہیں رہتی ہے، اور مذکورہ نکاحوں میں بھی ایسا ہی ہے بایں طور کہ اگر ان نکاحوں کو مشروع قرار دیدیا جائے تو نکاح کا مشروع ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ عورت سے وطی اور دیگر تصرفات حلال ہو جائیں جبکہ نہی ان چیزوں کی حرمت کو ثابت کرتی ہے تو گویا یہاں نکاح کو مشروع رکھنے میں اجتماع ضدین لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے اس لئے ہم نے یہاں ان نکاحوں کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے اور نہی کو نفی کے معنی شمار کیا ہے، اور رہا آپ کا اس کو بیع فاسد پر قیاس کرنا تو یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ بیع فاسد میں بیع کی مشروعیت اور نہی کی حرمت کو

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

جمع کرنا ممکن ہے، بایں صورت کہ بیع کا مقتضی اس کا مفید ملک ہونا ہے اور نہی کا مقتضی تصرف کا حرام ہونا ہے اور یہ دونوں ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں مثال کے طور پر اگر مسلمان کی ملکیت میں انگور کا شیرہ شراب بن جائے تو ملکیت باقی رہتی ہے لیکن تصرف حرام ہو جاتا ہے، اس لئے یہاں ہم نہی کے باوجود بیع فاسد کی مشروعیت کے قائل ہیں۔

جواب (د)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

نہی اور نفی کے مابین کیا فرق ہے؟:

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نہی اور نفی کے مابین کیا فرق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے درمیان یہ فرق ہے کہ نہی میں منہی عنہ سے رکنا بندہ کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے اور وہ اس سے رکنے پر ثواب کا اور نہ رکنے پر عذاب کا مستحق ہوتا ہے، جبکہ نفی میں اس سے رکنے اور نہ رکنے کا اختیار بندہ کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۵۱﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۴۸﴾

وَلِهَذَا قُلْنَا لَو شرع فِی النَّفْل فِی هَذِهِ الْأَوْقَات لزمَه بِالشُّرُوعِ وارتكاب الْحَرَام لَيْسَ بِلَازِم لِلُزُوم الاتمام فانه لَو صَبر حَتَّى حلت الصلوة بارتفاع الشَّمْس وغروبها ودلوكها أمكنه اتمام بِدُونِ الْكَرَاهَة وَبِه فَارق صَوْم يَوْم الْعِيد۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) "هذا" اور "هذه الاوقات" کا مصداق متعین کرتے ہوئے مطلب تحریر کریں (ج) "وبه فارق صوم یوم العید" کی اچھی طرح وضاحت قلم بند کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی وجہ سے کہ (افعال شرعیہ کی مشروعیت نہی وارد ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے) ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے اوقات مکروہہ میں نفل نماز شروع کر دی تو یہ نفل نماز شروع کرنے وجہ سے اس پر لازم ہو جائے گی اور ان نوافل کو پورا کرنے کے لازم ہونے کی وجہ سے حرام کا ارتکاب لازم نہیں آئے گا، پس اگر وہ کچھ دیر صبر کر لے یہاں تک سورج کے بلند ہو جانے، غروب ہو جانے اور ڈھل جانے سے نماز جائز ہو جائے تو اس کیلئے بغیر کراہت ان نوافل کو مکمل کرنا ممکن ہو جائے گا اور اسی بیان سے نوافل اور یوم عید کے مابین فرق واضح ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

واضح رہے کہ عبارت مذکورہ میں "ھذا" کا مشار الیہ "ان النھی یوجب بقاء التصرف مشروعاً" ہے یعنی افعال شرعیہ سے نہی ان کی مشروعیت کے باقی رہنے کا تقاضا کرتی ہے، اور "ھذہ الاوقات" سے مراد اوقات مکروہہ طلوع شمس، غروب شمس اور زوال شمس کا وقت ہے۔

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے افعال شرعی کے متعلق احناف کے اصول پر متفرع ہونے والے ایک مسئلہ کو بیان کیا ہے، افعال شرعی چونکہ احناف کے نزدیک ورودِ نہی کے بعد بھی مشروع رہتے ہیں اس لئے صاحب کتابؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اوقات مکروہہ میں نوافل ادا کرنے کی نذر مان لی تو یہ نذر صحیح ہے کیونکہ نماز حسن لعینہ ہے رہا اس کا اوقات مکروہہ میں قبیح ہونا تو یہ لغیرہ ہے، پس اس شخص پر ضروری ہے کہ وہ ان اوقات میں نماز ادا نہ کرے بلکہ کراہت سے بچتے ہوئے ان اوقات کے بعد اپنی نذر کو پورا کرلے، لیکن اگر کسی شخص نے انہی اوقات میں اپنی نذر کو پورا کرنے کیلئے نماز شروع کر دی تو اب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ

Website:MadarseWale.blogspot.com

کے نزدیک اس پر اس نماز کو مکمل کرنا لازم ہے کیونکہ نماز ایک فعل مشروع ہے اور اس کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اب اگر یہاں کوئی یہ اعتراض کرے کہ نماز کو اوقات مکروہہ میں اداء کرنے سے حرام کا ارتکاب لازم آئے گا... تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب! اوقات مکروہہ میں نماز شروع کرنے سے حرام کا ارتکاب لازم نہیں آئے گا بایں وجہ کہ وقت نماز کیلئے ظرف ہے پس اس مصلی کو چاہئے کہ نماز شروع کرنے کے بعد توڑ دیا ور وقت مکروہ ختم ہونے تک صبر کرلے اور جب یہ ختم ہو جائے تو بلا کراہت اپنی نماز کو پورا کرلے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

"وبہ فارق صوم یوم العید" کی وضاحت:

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اوقات مکروہہ میں نفل نماز کی پڑھنے کی جو تفصیل ہم بیان کی ہے اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مکروہ اوقات میں نفل ادا کرنے کا اور عید کے دن روزہ رکھنے کا حکم الگ الگ ہے، پس اوقات مکروہہ میں نوافل شروع کرنے والے پر ان کو پوارا کرنا خواہ بعد ہی میں کیوں نہ ہو ضروری ہوتا ہے لیکن عید کے دن نفل روزہ رکھنے والے پر اس کو پورا کرنا یا فاسد کرنے کی صورت میں اس کی قضاء کرنا لازم نہیں ہے، واضح رہے کہ یہ حکم حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک ہے جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ اس کو نفل نماز پر قیاس کرتے ہیں اور پورا کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۵۲﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۴۹﴾

اِعْلَمْ ان لمعرِفَة المُرَاد بالنصوص طرقا مِنهاان اللّفظ اذا کَانَ حَقِیقَة

Website:MadarseWale.blogspot.com

لِمَعْنی ومجازا لآخر فالحقیقة أولی مِثاله ما قَالَ عُلَمَاؤُنا الْبِنْت المخلوقة من مَاء الزِّنَا یحرم علی الزَّانِی نِکَاحهاوَقَالَ الشَّافِعِی رحمه اللّٰه یحل وَالصَّحِیح مَاقُلْنَا لِأَنَّهَا بنته حَقِیقَة فتدخل تَحت قَوْله تَعَالَی حرمت عَلَیْکُم أُمَّهَاتکُم وبناتکم...وَیتَفَرَّع مِنهُ الْأَحْکَام علی المذهبین۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کرترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) نکاح کے صحیح ہونے اور نہ ہونے پرتفریعی مسائل تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

(اور) جان لو! کہ نصوص کی مراد جاننے کے لئے متعدد طریقے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ لفظ جب ایک معنی کیلئے حقیقت اور دوسرے معنی کیلئے مجاز ہوتو حقیقت اولیٰ ہوتی ہے اور اس کی مثال جیسا کہ ہمارے علماء نے بیان کی ہے یہ ہے کہ زنا کے پانی سے پیدا ہونے والی لڑکی کا نکاح زانی پر حرام ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نکاح حلال ہے اور صحیح بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے اس لئے کہ وہ زانی کی حقیقی بیٹی ہے پس یہ اللہ رب العزت کے ارشاد"حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم"کے تحت داخل ہے، اور اس سے دونوں مذاہب کے مطابق احکام متفرع ہوتے ہیں۔

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور حضور علیہ السلام کی احادیث شریفہ کی مراد پہچاننے کے طریقوں کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی لفظ کا ایک معنی حقیقی اور ایک معنی مجازی ہو اور لفظ کا مجازی معنی متعارف نہ ہو تو اس لفظ کو

Website:MadarseWale.blogspot.com

حقیقی معنی پر محمول کرنا اولیٰ ہے، اس اصول کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی لڑکی زنا کے پانی سے پیدا شدہ ہو تو علماء احناف کے نزدیک زانی کیلئے اس لڑکی سے نکاح کرنا حرام ہے، جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ زانی اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے، اس مسئلہ میں احناف اور شوافع کے مابین اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی آیت کریمہ "حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم" کی حرمت میں داخل نہیں ہے، اس لئے کہ اس آیت میں "بناتکم" سے وہ لڑکی مراد ہے جس کا نسب اس کے باپ سے ثابت ہوتا ہے اور زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی کا نسب کسی کے نزدیک بھی زانی سے ثابت نہیں ہے پس بایں وجہ یہ لڑکی اس آیت کے تحت داخل نہیں ہے اور جب ایسا ہے تو پھر زانی کیلئے اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اس کے برخلاف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ لڑکی آیت مذکورہ کے تحت داخل ہے اور زانی کیلئے اس لڑکی سے نکاح کرنا حرام ہے، آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے بنات سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے اور لفظ بنت کے دو معنی ہیں، اس کے ایک معنی حقیقی ہیں اور دوسرے مجازی ہیں، بنت کے حقیقی معنی ہیں کسی بھی انسان کے نطفہ سے پیدا ہونے والی لڑکی خواہ ثابت النسب ہو یا نہ ہو، اور مجازی معنی ہیں کسی بھی انسان کے نطفہ سے پیدا ہونے والی ثابت النسب لڑکی، اور یہ بات ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب کسی لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی ہوں تو حقیقی معنی کو مراد لینا زیادہ اولیٰ ہے، پس یہاں بھی حقیقی معنی کے اعتبار سے یہ زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی آیت مذکورہ کے تحت داخل ہے اور زانی کیلئے اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔

جواب (ج)

نکاح کے صحیح ہونے اور نہ ہونے پر تفریعی مسائل:

واضح رہے کہ مذکورہ فی السوال عبارت میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی کے اعتبار سے جو اصول

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

بیان کیا گیا ہے اس پر چند مسائل متفرع ہوتے ہیں چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک زانی کے نطفہ سے پیدا ہونے لڑکی سے زانی کیلئے نکاح کرنا حرام ہے اگر اس نے نکاح کرلیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا اور زانی کیلئے اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہوگا اور اسی لئے مہر اور نفقہ بھی واجب نہیں ہوگا اور اگر ان میں کوئی ایک انتقال کر گیا تو دوسرا اس کا وارث بھی نہیں ہوگا۔

اس کے برخلاف حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک زانی کیلئے اس لڑکی سے نہ صرف نکاح حلال ہے بلکہ وطی کرنا بھی جائز ہے اور اسی لئے زانی پر اس لڑکی کا مہر اور نفقہ بھی واجب ہے اور انتقال کی صورت میں یہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہیں۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۵۳﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۵۱﴾

وَمِنْهَا اَنّ التَّمَسُّک بِمَا رُوِیَ عَنِ النَّبِی صلی الله عَلَیْهِ وَسلم أَنه قاء فَلَم یَتَوَضَّأ لاثبات أَن الْقَیْءِ غیر نَاقض ضَعِیف لَان الْأَثر یدل علی ان الْقَیْء لَایُوجب الْوضُوء فِی الْحَال وَلَا خلاف فِیهِ وانما الْخلاف فِی کَونه نَاقضاوَکَذٰلِکَ التَّمَسُّک بقوله تَعَالَی حرمت عَلَیْکُم الْمیتَة لاثبات فَسَاد الْمَاء بِمَوْت الذُّبَاب ضَعِیف لَان النَّص یثبت حُرْمَة الْمیتَة وَلَا خلاف فِیهِ وانما الْخلاف فِی فَسَاد الْمَاء۔

عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) ”منھا“ کی ضمیر کا مرجع متعین کرتے ہوئے مذکورہ مسائل میں احناف اور شوافع کے اختلاف کی مکمل وضاحت تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور ان ضعیف استدلالات میں سے ایک حضور علیہ السلام کے متعلق مروی اس حدیث سے

Website:MadarseWale.blogspot.com

کہ آپ علیہ السلام کو قے آئی اور آپؐ نے وضو نہیں کیا یہ ثابت کرنا ہے کہ قے ناقض وضو نہیں ہے، اور یہ استدلال اس لئے ضعیف ہے کہ حدیث مذکورہ اس بات پر دلالت کرتی ہے قے فی الحال موجب وضو نہیں ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف تو قے کے ناقض وضو ہونے میں ہے، اور اسی طرح اللہ رب العزت کے ارشاد "حرمت علیکم المیتۃ" سے اس بات پر استدلال کرنا کہ پانی میں مکھی مرجانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے ضعیف ہے اس لئے کہ یہ نص مردار کی حرمت کو ثابت کرتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف پانی کے ناپاک ہونے میں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

"منھا" کی ضمیر کا مرجع کی تعیین اور مذکورہ مسائل میں احناف وشوافع کا اختلاف:

واضح رہے کہ عبارت میں مذکورہ میں "منھا" کی ضمیر کا مرجع "طرقاً من التمسکات الضعیفۃ" ہے، صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے اس عبارت میں ضعیف استدلالات کے دو طریقوں کو بیان کیا ہے.....

قولہ: ان التَّمَسُّک بِمَا رُوِیَ عَنِ النَّبِی صلی اللہ عَلَیْهِ وَسلم......

طریقۂ اولیٰ: یہاں سے صاحب کتابؒ نے پہلا طریقہ بیان کیا ہے، اس طریقہ کو سمجھنے سے پہلے مسئلہ سمجھ لیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک قے ناقض وضو ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک ناقض وضو نہیں ہے، امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے مسلک حدیث "انہ قاء فلم یتوضأ" سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ عمل مذکور ہے کہ آپؐ کو قے آئی لیکن آپؐ نے وضو نہیں کیا، پس اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قے ناقض وضو نہیں ہے اگر یہ ناقض وضو ہوتی تو آپ علیہ السلام وضو ضرور فرماتے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا اس حدیث سے اپنے مذکورہ مسلک پر استدلال کرنا ضعیف ہے بایں وجہ کہ یہ حدیث صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قے کے معاً بعد وضو کرنا واجب نہیں ہے اور اس میں ہمارے اور امام شافعیؒ کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف تو قے کے ناقض وضو ہونے نہ ہونے میں ہے اور اس پر یہ حدیث دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ اس کے علاوہ دیگر بہت سی صحیح احادیث سے قے کا ناقض وضو ہونا ثابت ہوتا ہے، چنانچہ ترمذی شریف کی ایک روایت میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ''ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قآء فتوضأ'' حضور علیہ السلام نے قے کی اور پھر وضو فرمایا، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قے ناقض وضو ہے، لہذا حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ حدیث اول سے اس مختلف فیہ مسئلہ پر استدلال کرنا ضعیف ہے۔

قولہ: وَكَذٰلِكَ التَّمَسُّكُ بقولہ تعالٰی حرمت عَلَيْكُم الْمیتَۃ.......

طریقۂ ثانیہ: یہاں سے صاحبِ کتاب نے دوسرا طریقہ بیان کیا ہے، اس طریقہ کو سمجھنے سے پہلے بھی مسئلہ سمجھ لیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اگر مکھی یا مچھر پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے، آپؒ نے اپنے اس مسلک پر قرآن کریم کی آیت ''حرمت عَلَيْكُم الْمیتَۃ'' سے استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان پر مردار کو حرام قرار دیا ہے اور مکھی، مچھر وغیرہ بھی مرنے کے بعد مردار شمار ہوتے ہیں اور مردار کی یہ حرمت اس کی نجاست کو ثابت کرتی ہے اور نجس چیز اگر پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے اس لئے ہم اس بات کے قائل ہیں مردہ مکھی یا مچھر اگر پانی میں گر جائیں تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

صاحبِ کتاب فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے اور ان کے مابین اصل اختلاف مکھی کے پانی میں گر جانے سے پانی کے ناپاک

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

ہونے میں ہے جبکہ یہ آیت صرف مردار کی حرمت کو ثابت کرتی ہے اور اس میں ہمارے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے ہم بھی ان کی طرح مردار کی حرمت کے قائل ہیں، پس حضرت امام شافعی کا مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے پانی میں مکھی وغیرہ گر جانے سے پانی کو ناپاک قرار دینا ضعیف ہے، اور اس کے برخلاف مکھی وغیرہ گر جانے کے بعد اس چیز کو استعمال کرنا بخاری ور مسلم کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۵۴﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۵۴﴾

اَلْفَاء لِلتعقیب مَعَ الْوَصل وَلِهٰذَا تستَعْمل فِي الأجزية لما أَنَّهَا تتعقب لشَّرط قَالَ أَصْحَابنَا إِذا قَالَ بِعْت مِنْک هٰذَا العَبْد بِأَلف فَقَالَ الآخر فَهُوَ حر کون ذٰلِک مَقْبُولًا لِلْبيع اقْتِضَاء وَيثبت الْعتق مِنْهُ عقيب البيع۔

عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلب واضح طور پر تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

فاء تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے اور اسی لئے اس کا استعمال جزاؤں میں کیا جاتا ہے کیونکہ جزائیں شرط کے بعد آتی ہیں، اور ہمارے اصحاب احناف فرماتے ہیں کہ جب بائع نے "بعت منک ھذا العبد بالف" کہا اور مشتری نے "فھو حر" کہدیا تو مشتری کا قول "فھو حر" اقتضاء بیع کو قبول کرنا ہوگا اور بیع کے بعد اس قول سے آزادگی ثابت ہوجائے گی۔

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے حروف معانی کے دوسرے حرف فاء کے معنی

Website:MadarseWale.blogspot.com

کی تفصیل بیان کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ فاء تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے، اس پر تمام مجتہدین اور ائمہ نحات کا اتفاق ہے، واضح رہے کہ تعقیب مع الوصل کا مطلب یہ ہے کہ فاء اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معطوف اپنے معطوف علیہ کے مابعد بغیر مہلت اور تاخیر کے واقع ہے ان کے مابین کوئی فاصلہ نہیں ہے جیسے "ضربت زیداً فعمرواً" اس مثال میں متکلم کی ضرب زید اور عمر دونوں پر یک بعد دیگرے ثابت ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

قوله: وَلِهٰذَا تستَعمل فِی الأجزیة....

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں چونکہ فاء تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے تو اسی لئے اس کو جزاء میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اس لئے کہ جزء بھی شرط کے مابعد واقع ہوتی ہے، مثال کے طور پر کسی نے اپنی بیوی کو "ان دخلت الدار فانت طالق" کہا تو اس میں "ان دخلت الدار" شرط.... اور "فانتِ طالق" جزاء ہے اور اس جزء پر فاء اس لئے داخل ہے کہ اس کا وقوع شرط کے مابعد بغیر کسی تاخیر اور مہلت کے ہوتا ہے۔

قوله: قَالَ أَصحَابنا إذا قَالَ بِعت مِنک هٰذَا العَبد......

صاحب کتابؒ فاء تعقیب مع الوصل کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر بائع مشتری کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہے "بعت منک هذا العبد بالف" "میں نے یہ غلام تمہیں ایک ہزار روپے میں فروخت کر دیا اور مشتری یہ سن کر "فهو حر" کہدے کہ میں نے یہ غلام آزاد کر دیا تو مشتری کا یہ قول اقتضاءً بیع کو قبول کرنا ہوگا اور بیع کے بعد اس کی جانب سے غلام کی آزادگی ثابت ہو جائے گی۔ واضح رہے کہ اس مثال میں بیع کا انعقاد اس لئے ہو رہا ہے کہ یہاں مشتری نے اپنے قول "فهو حر" میں فاء کو استعمال کیا ہے اور فاء تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے پس اس کا مطلب یہ ہے کہ مشتری نے "قبلته فهو حر" کہا ہے کہ میں نے اس بیع کو قبول کر لیا اور اس غلام کو خرید کر آزاد کر دیا۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۵۵﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۵۶﴾

ثُمَّ للتراخي لكنه عِند أبي حنيفة يُفِيد التَّرَاخِي فِي اللَّفظ وَالْحكم وَعِنْدَهُمَا يُفِيد التَّرَاخِي فِي الحكم وَبَيَانه فِيمَا إِذا قَالَ لغير الْمَدْخُول بهَا إِن دخلت الدَّار فَأَنت طَالِق ثمَّ طَالِق ثمَّ طَالِق فَعنده يتَعَلَّق الأولى بِالدُّخُولِ وَتَقع الثَّانِيَة فِي الْحَال ولغت الثَّالِثَة وَعِنْدَهُمَا يتَعَلَّق الْكل بِالدُّخُولِ۔

عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) "ثم" کے متعلق حضرت امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اختلاف کا ثمرہ مثال کے ساتھ تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

ثم تراخی کیلئے آتا ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک تکلم اور حکم دونوں میں فائدہ دیتا ہے اور حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک صرف حکم میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے اور اس اختلاف کی تفصیل اس صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ اگر شوہر نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے "ان دخلت الدار فانتِ طالق ثم طالق ثم طالق" کہا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک پہلی طلاق دخول دار پر معلق ہوگی اور دوسری طلاق فی الفور واقع ہو جائے گی اور تیسری لغوی ہو جائے گی، اور حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک تینوں طلاقیں دخول دار پر معلق ہوں گی اور پھر دخول کے وقت ترتیب ظاہر ہوگی اور ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے تیسرے حرف عطف "ثم" کے متعلق بحث

Website:MadarseWale.blogspot.com

کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''ثم'' تراخی کیلئے آتا ہے یعنی معطوف اور معطوف علیہ کو تاخیر اور مہلت کے ساتھ جمع کرنے کیلئے آتا ہے جیسے ''جانی زید ثم عمرو'' کہ میرے پاس پہلے زید اور پھر عمر آیا، اس مثال میں ''ثم'' نے زید اور عمرو دونوں کو آنے کے حکم میں مع التاخیر ایک ساتھ جمع کیا ہے۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''ثم'' تراخی کا فائدہ حکم اور تکلم دونوں میں دیتا ہے یا صرف حکم میں دیتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں فقہاء احناف کا اختلاف ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا فرمانا یہ ہے کہ ''ثم'' حکم اور تکلم دونوں میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے جبکہ حضرات صاحبینؒ کا کہنا یہ ہے کہ صرف حکم میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے۔

واضح رہے کہ ''تراخی فی اللفظ'' کا مطلب یہ ہے ''ثم'' تکلم میں تراخی کا فائدہ دے یعنی معطوف اور معطف علیہ کے مابین سکوت کا وقفہ نہ ہو لیکن وقفہ تسلیم کرلیا جائے اور یہ گمان کیا جائے کہ متکلم نے معطوف علیہ کا تکلم کر کے سکوت اختیار کیا ہے اور پھر معطوف کا تکلم کیا ہے، اور ''تراخی فی الحکم'' کا مطلب یہ ہے کہ معطوف کیلئے معطوف علیہ کا حکم متصلاً ثابت ہو ان کے درمیان کسی قسم کا وقفہ موجود نہ ہو۔

حضرت امام صاحبؒ نے اپنے قول پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ ''ثم'' کو مطلق تراخی کیلئے وضع کیا گیا ہے اور قاعدہ ہے ''المطلق یراد بہ الفرد الکامل'' مطلق سے اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے اور ''ثم'' کے فرد کامل تکلم اور حکم ہیں اس لئے اس قاعدہ کے اعتبار سے یہ بھی ان دونوں میں تراخی کا فائدہ دے گا۔

حضرات صاحبینؒ اپنے قول پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں ''ثم'' تراخی کے ساتھ ساتھ عطف کے معنی کی رعایت کیلئے استعمال ہوتا ہے اب اگر حکم کے اور تکلم دونوں میں تراخی مان لی جائے تو عطف کے معنی کی رعایت نہیں ہوگی بایں طور کہ حکم میں انفصال اور تراخی ہوگی اور تکلم میں نہیں ہوگی

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

اورانفصال کے ساتھ عطف صحیح نہیں ہوتا ہے اس لئے تکلم میں تراخی کوتسلیم کرنا صحیح نہیں ہے۔

جواب (ج)

''ثم'' کے متعلق حضرت امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اختلاف کا ثمرہ اور مثال:

واضح رہے کہ ''ثم'' کے متعلق حضرت امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے مذکورہ اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو ''ان دخلت الدار فانتِ طالق ثم طالق ثم طالق'' کہا تو حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس صورت میں پہلی طلاق دخول دار پر معلق ہوتی ہے اور دوسری فی الحال واقع ہو جاتی ہے اور تیسری لغو ہو جاتی ہے، بایں وجہ کہ متکلم نے اپنے کلام میں ''ثم'' کو استعمال کیا ہے اور یہ چونکہ تراخی فی التکلم اور تراخی فی الحکم دونوں کیلئے آتا ہے تو یہ گویا ایسا ہے کہ متکلم نے ''ان دخلت الدار فانت طالق'' کہہ کر سکوت کیا اور پھر ''ثم طالق ثم طالق'' کہا ہے لہذا پہلی طلاق دخول دار پر معلق ہو کر سکوت کی وجہ سے دوسری فی الفور واقع ہو جائے گی اور عورت کے غیر مدخول بہا ہونے کی وجہ سے تیسری طلاق لغو ہو جائے گی کیونکہ غیر مدخول بہا عورت ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے۔

اس کے برخلاف حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تینوں طلاقیں دخول دار کے ساتھ معلق ہوں گی اور پھر دخول دار متحقق ہونے کے وقت تینوں بالترتیب پائی جائیں گی لیکن عورت کے غیر مدخول بہا ہونے کی وجہ سے اس پر ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور دو باطل ہو جائیں گی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۵۶﴾
﴿اصول الشاشی صفحہ ۶۲﴾

إِلَى لانتِهاء الغَايَة ثُمَّ هُوَ فِي بعض الصُّور يُفِيد معنى امتداد الحكم وَفِي بعض الصُّور يُفِيد معنى الْإِسْقَاط فَإِن أَفَادَ الامتداد لَا تدخل الْغَايَة فِي الحكم وَإِن أَفَادَ الْإِسْقَاط تدخل نَظِير الأول اشْتريتُ هَذَا الْمَكَان إِلَى هَذَا الْحَائِط لَايدْخل الْحَائِط فِي البيع وَنَظِير الثَّانِي بَاعَ بِشَرْط الْخِيَار إِلَى ثَلَاثَة أَيَّام۔

عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلب واضح طور پر تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمة العبارة:

کلمۂ الیٰ مسافت کی انتہاء کو بیان کرنے کیلئے آتا ہے پھر یہ بعض صورتوں میں امتدادِ حکم کا اور بعض میں اسقاطِ حکم کا فائدہ دیتا ہے، پس اگر اس نے امتدادِ حکم کا فائدہ دیا تو غایت حکم میں داخل نہیں ہوگی اور اگر اسقاطِ حکم کا فائدہ دیا تو غایت حکم میں داخل ہوگی، پہلے معنی کی نظیر ”اشتریت هذا المكان الى هذا الحائط“ ہے، یعنی میں نے یہ مکان اس دیوار تک خریدا ہے، پس یہاں دیوار بیع میں داخل نہیں ہوگی، اور دوسرے معنی کی نظیر ”باع بشرط الخيار الىٰ ثلثة ايام“ ہے، یعنی میں نے تین دن کے خیار کی شرط کے ساتھ فروخت کیا ہے۔

جواب (ب)

مطلب العبارة:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے کلمۂ الیٰ کے متعلق تفصیل بیان کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کلمۂ الیٰ مسافت کی انتہاء کو بیان کرنے کیلئے آتا ہے، واضح رہے کہ مصنفؒ کی عبارت میں لفظ مسافت غایت کے معنی میں ہے جیسے ”سرت من البصرة الى الكوفة“ اس مثال میں

Website:MadarseWale.blogspot.com

الٰی نے چلنے کی انتہاء کو بیان کیا ہے کہ میرے چلنے انتہاء کوفہ تک ہے، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کلمۂ الٰی بعض صورتوں میں امتدادِ حکم کا اور بعض میں اسقاطِ حکم کا فائدہ دیتا ہے، امتدادِ حکم کا مطلب یہ ہے کہ الٰی اپنے ماقبل کے حکم کو اپنے مابعد تک طویل کر دیتا ہے لیکن اس میں غایت مغیا کے تحت داخل نہیں ہوتی ہے، اور اسقاطِ حکم کا مطلب یہ ہے کہ الٰی حکم کو صرف غایت تک محدود رکھتا ہے اور غایت کے علاوہ کو حکم سے ساقط کر دیتا ہے، اس میں غایت مغیا کے تحت داخل ہوتی ہے۔

مصنفؒ امتدادِ حکم کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امتدادِ حکم کی مثال ''اشتریت هذا المكان الىٰ هذا الحائط'' ہے، اس مثال میں الٰی نے اپنے ماقبل مکان کی بیع کے حکم کو کھینچ کر اپنے مابعد حائط تک پہنچایا ہے لیکن حائط بیع میں داخل نہیں ہے۔

اسقاطِ حکم کی مثال ''بعت بشرط الخيار ثلثة ايام'' ہے، یعنی میں نے یہ چیز تین کے خیار کے ساتھ فرخت کی ہے، اس مثال میں الٰی کا مابعد غایت الٰی کے ماقبل مغیا کے حکم میں داخل ہے لیکن اس غایت یعنی ''ثلثة ايام'' نے اپنے علاوہ دونوں کو اس حکم سے خارج کر دیا ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملك الوهاب﴾

﴿سوال ۵۷﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۶۸﴾

وَإِمَّا بَيَانُ التَّغْيِيرِ فَهُوَ أَنْ يَتَغَيَّرَ بِبَيَانِهِ مَعْنَى كَلَامِهِ وَنَظِيرُهُ التَّعْلِيقُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ وَقَدِ اخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ فِي الْفَصْلَيْنِ فَقَالَ أَصْحَابُنَا الْمُعَلَّقُ بِالشَّرْطِ سَبَبٌ عِنْدَ وُجُودِ الشَّرْطِ لَا قَبْلَهُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ التَّعْلِيقُ سَبَبٌ فِي الْحَالِ إِلَّا أَنَّ عَدَمَ الشَّرْطِ مَانِعٌ مِنْ حُكْمِهِ۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) بیان تغییر کی تعریف تحریر کریں اور بتائیں کہ تعلیق اور استثناء اس کی نظیر کس طرح ہیں؟ (ج) عبارت کا مطلب تحریر کرتے ہوئے

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

احناف اور شوافع کا اختلاف مع مثال تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور بہر حال بیان تغییر تو وہ یہ ہے کہ متکلم اپنے بیان کے ذریعے اپنے کلام کے معنی کو تبدیل کردے اور بیان تغییر کی نظیر تعلیق اور استثناء ہے اور فقہاء کرام نے دونوں صورتوں میں اختلاف کیا ہے پس ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ معلق بالشرط شرط کے پائے جانے کے وقت سبب بنتا ہے شرط سے پہلے نہیں بنتا اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تعلیق فی الحال سبب بنتا ہے اور شرط کا نہ پایا جانا حکم سے مانع ہوتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

بیان تغییر کی تعریف:

بیان تغییر اس بیان کو کہتے ہیں کہ جس میں متکلم اپنے بیان سے کلام کے معنی کو تبدیل کر دیتا ہے، یعنی کلام کے ظاہری الفاظ سے جو معنی سمجھ میں آتے ہیں متکلم اپنے بیان سے ان کے علاوہ معنی متعین کرتا ہے۔

تعلیق اور استثناء بیان تغییر کی نظیر کس طرح ہیں؟:

واضح رہے کہ صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے بیان تغییر کی مثال میں تعلیق اور استثناء کو بیان کیا ہے، تعلیق کی مثال ''انت حر ان ضربت فلانا'' ہے، اس میں ''ان ضربت فلانا'' بیان تغییر ہے بایں طور کہ ''انت حر'' اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے فوراً غلام کی آزادگی کا تقاضا کرتا ہے لیکن جب متکلم نے متصلاً ''ان ضربت فلانا'' کہہ دیا تو متکلم کا یہ کلام ''انت حر'' کیلئے بیان تغییر بن گیا اور معلوم ہو گیا کہ غلام فی الفور آزاد نہیں ہے بلکہ اس کی آزادگی فلاں کی ضرب پر معلق ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

استثناء کی مثال "لفلان علی الف الا مائة" ہے، اس میں "الامائة" بیان تغییر ہے بایں طور کہ متکلم کے کلام "لفلان علی الف" سے بظاہر مقر پر ایک ہزار روپیہ لازم ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن "الامائة" نے اس کے اس حقیقی معنی کو تبدیل کر دیا اور واضح کر دیا کہ ایک ہزار میں سے صرف نوسو روپے مقر پر لازم ہیں۔

جواب (ج)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

واضح رہے کہ تعلیق اور استثناء دونوں کے سلسلے میں فقہاء کرام کے مابین اختلاف ہے، صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے مذکورہ فی السوال عبارت میں تعلیق کے اختلاف کو بیان کیا ہے، اس اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک معلق بالشرط وجود شرط کے وقت حکم کا سبب بنتا ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک فی الحال سبب بنتا ہے شرط کا نہ پایا جانا صرف حکم سے مانع ہوتا ہے، مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے اجنبیہ عورت سے یہ کہدیا "ان تزوجتکِ فانت طالق" اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھے طلاق ہے تو حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ کے تعلیق باقی رہے گی اور جب بھی یہ شخص اس عورت سے نکاح کرے گا طلاق واقع ہو جائے گی لیکن حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس صورت میں تعلیق باقی نہیں رہے گی اور متکلم کے اس اجنبیہ سے نکاح کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ متکلم کا کلام لغو ہو جائے گا، حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ اپنے مذکورہ مسلک پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تعلیق بالشرط فی الحال حکم کا سبب بنتی ہے اور یہاں جس اجنبیہ عورت کی طلاق کو معلق بالشرط کیا جا رہا ہے یہ عورت طلاق کا محل نہیں ہے پس یہاں یہ تعلیق فی الحال حکم کا سبب نہیں ہے اور جب یہ حکم کا سبب نہیں ہے تو باطل ہے اور باطل شئی کا کوئی وجود نہیں ہوتا ہے اس لئے اس تعلیق کا بھی کوئی وجود نہیں ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۵۸﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۷۱﴾

وَلَو طلق أحدی امرأتیه ثمَّ وطیء إِحْدَاهمَا كَانَ ذَلِک بَیانا للطَّلَاق فِی الْأُخْرَی بِخِلَاف الْوَطْء فِی الْعتق الْمُبْهم عِنْد أبی حنیفَة لِأَن حل الْوَطْی فِی الْإِمَاء یثبت بطریقین فَلَا یتَعَیَّن جِهَة الْملک باعْتِبَار حل الْوَطْی۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) ''بخلاف الوطی فی العتق المبھم.... الخ....'' سے مصنف کیا بیان کرنا چاہتے ہیں؟ تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور اگر اپنی دو بیویوں میں سے ایک طلاق دی اور پھر ان دونوں میں سے ایک سے وطی کر لی تو یہ وطی دوسری بیوی کی طلاق کیلئے بیان ہے اس کے برخلاف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک عتق مبہم میں وطی کرنا ہے کیونکہ باندیوں سے وطی کا حلال ہونا دو طریقوں سے ثابت ہوتا ہے پس وطی کے حلال ہونے کے اعتبار سے ملک کی جہت متعین نہیں ہوگی۔

جواب (ب)

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے بیان کی چوتھی قسم بیان ضرورت پر متفرع ہونے والے ایک مسئلہ کا بیان کیا ہے، حاصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی دو بیویوں میں سے بغیر تعیین کسی ایک کو طلاق بائن دیدی اور پھر ایک سے وطی کر لی تو یہ وطی کرنا دوسری عورت کیلئے بیان ہوگا کہ شوہر نے موطوہ کو طلاق نہیں دی ہے بلکہ دوسری کو دی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ج)

"بخلاف الوطی فی العتق المبہم... الخ.." سے مصنفؒ کے بیان کا مقصد:

واضح رہے کہ "بخلاف الوطی فی العتق المبہم.... الخ....." سے صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے یہ بیان کیا ہے کہ عتق مبہم میں آقا کا ایک باندی سے وطی کرنا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک دوسری باندی کی آزادی کو مستلزم نہیں ہے، مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے اپنی دو باندیوں کو لاعلی التعیین "احدکما حرۃ" کہدیا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اور پھر ان میں سے ایک باندی سے وطی کرلی تو حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک یہ وطی دوسری باندی کی آزادی کیلئے بیان نہیں ہے بایں وجہ کہ باندیوں سے وطی کرنا دو طرح سے حلال ہے (۱) باندی ہونے وجہ سے (۲) باندی کو آزاد کرکے اس سے نکاح کرنے کی وجہ سے اور یہاں یہ دونوں احتمال موجود ہیں پس بایں وجہ یہاں ایک باندی سے وطی کرنا دوسری کی آزادی کیلئے بیان نہیں ہے اور آقا پر آزاد ہونے والی باندی کو متعین کرنا ضروری ہے۔

واضح رہے کہ اس مسئلہ میں حضرات صاحبین علیہما الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ آقا کا ایک باندی سے وطی کرلینا دوسری باندی کی آزادگی کیلئے بیان ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۵۹﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۷۴﴾

وَلِهٰذَا الْمَعْنٰی صَارَ الْخَبَر علی ثَلَاثَة أَقْسَام قسم صَحَّ من رَسُول اللّٰه صلی اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم وَثَبت مِنْهُ بِلَا شُبْهَة وَهُوَ الْمُتَوَاتر وَقسم فِيهِ ضرب الشُّبْهَة وَهُوَ الْمَشْهُور وَقسم فِيهِ احْتِمَال وشبهة وَهُوَ الْآحَاد۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) خبر متواتر،

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

خبر مشہور اور خبر واحد کی تعریفات تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی لئے خبر کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ خبر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر کسی شبہ کے صحیح طور پر ثابت ہوتی ہے اور یہ خبر متواتر ہے (۲) وہ خبر جس میں ایک قسم کا شبہ ہوتا ہے اور یہ خبر مشہور ہے (۳) وہ خبر جس میں احتمال اور شبہ موجود ہوتا ہے اور یہ خبر واحد ہے۔

جواب (ب)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلب العبارۃ:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے خبر یعنی حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اقسام بیان کی ہیں، واضح رہے کہ خبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعتقاد و یقین اور عمل میں کتاب اللہ کے ہم مرتبہ ہے یعنی جس طرح کتاب اللہ کے احکام پر اعتقاد اور یقین رکھنا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح سے جو احکام حدیث نبوی ؐ سے ثابت ہوتے ہیں ان پر اعتقاد و یقین رکھنا اور عمل کرنا واجب ہے، اور اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت ''ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ'' ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول علیہ السلام کی اطاعت کا کرتا ہے وہ باری تعالیٰ کی ذات عالی مقام کی اطاعت کرتا ہے، پس اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ احادیث میں مذکور احکام پر اعتقاد و یقین رکھنا اور ان پر بلا چون و چرا عمل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

جواب (ب)

خبر متواتر کی تعریف:

واضح رہی کہ خبرِ متواتر اس خبر کو کہتے ہیں جس کے روایت کرنے والے اتنے افراد ہوں جن کا

Website:MadarseWale.blogspot.com

بیک وقت جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقلاً ناممکن اور محال ہو۔

خبر متواتر کی مثال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد" من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" ہے، اس روایت کو حضور علیہ السلام سے تقریباً ستر صحابہ نے روایت کیا ہے۔

خبر متواتر کو حکم یہ ہے کہ یہ علم یقینی کو فائدہ دیتی ہے اور اس میں کذب کا احتمال نہ ہونے کی وجہ سے اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

خبر مشہور کی تعریف:

خبر مشہور اس خبر کہتے ہیں جو ابتداء زمانہ میں خبر آحاد میں سے ہو لیکن بعد میں اس کو روایت کرنے والے خبر متواتر کی طرح بہت زیادہ ہو گئے ہوں پس یہ خبر مرتبہ میں خبر متواتر کے قریب قریب ہو گی لیکن اس سے علم یقینی حاصل نہیں ہو گا، اسی لئے متواتر اور اس کے درمیان فرق کرنے کیلیئے علماء نے اس کا نام خبر مشہور رکھا ہے، لیکن فقہاء احناف کے نزدیک مسائل کے باب میں خبر مشہور سے ثابت شدہ حکم عمل کرنا واجب اور اس کا انکار کرنا بدعت ہے۔

خبر مشہور کی مثال حضور علیہ السلام کا ارشاد" ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاً ......" ہے، یہ حدیث اپنے ابتدائی دور میں خبر واحد کی مانند تھی لیکن بعد میں اس کے روایت کرنے والے خبر متواتر ہی طرح کثیر ہو گئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

خبر واحد کی تعریف:

خبر واحد اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں تواتر کی شرائط مذکور نہیں ہوتی، یا باالفاظ دیگر وہ حدیث جس کو ایک روای ایک سے یا ایک روای جماعت سے یا جماعت ایک راوی سے روایت کرتی ہے خبر واحد کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ جمہور فقہاء کرام کے نزدیک اگر خبر واحد کا راوی عادل، ضابط، عاقل ہو اور حدیث متصل السند ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے لیکن احناف کے نزدیک اگر اس کا تعارض

Website:MadarseWale.blogspot.com

کتاب اللہ سے ہوتا ہے اور دونوں ایک ساتھ جمع کرنا ممکن نہیں ہے تو پھر اس کو ترک کرکے کتاب اللہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۶۰﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۶۷﴾

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَام تكثر لكم الْأَحَادِيث بعدِى فَإِذا رُوِىَ لكم عنى حَدِيث فاعرضوه على كتاب الله فَمَا وَافق فاقبلوه وَمَا خَالف فردُّوهُ.....وَنَظِير الْعرض على الْكتاب فِي حَدِيث مس الذّكر فِيمَا يرْوى عَنهُ من مس ذكره فَلْيَتَوَضَّأ فعرضناه على الْكتاب فَخرج مُخَالفا لقَوْله تَعَالَى: فِيهِ رجال يحبونَ أَن يَتَطَهَّرُوا۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) "عرض خبر الواحد على الكتاب" کا اصول مثال کے ساتھ قلم بند کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے میرے بعد تمہارے پاس بہت زیادہ احادیث آئیں گی، پس جب تمہارے سامنے میری کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرنا جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اس پر عمل کرنا اور جو کتاب اللہ کے مخالف ہو اس کو ترک کر دینا.....خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال مس ذکر کی حدیث ہے اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص اپنے ذکر کو چھولے اسے چاہئے کہ وضو کرے، پس ہم نے اس حدیث کو جب کتاب اللہ پر پیش کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث اللہ رب العزت کے ارشاد

Website:MadarseWale.blogspot.com

"فیه رجال یحبون ان یتطهروا" کے مخالف ہے۔

جواب (ب)

"عرض خبر الواحد علی الکتاب" کا اصول اور اس کی مثال:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے عرض خبر الواحد علی کتاب اللہ کا اصول بیان کیا ہے، واضح رہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد میرے حوالہ سے تمہارے سامنے بہت سی احادیث بیان کی جائیں گی، پس جب ایسا ہو تو تم ان احادیث کو کتاب اللہ پر پیش کرنا اور جو حدیث کتاب کے حکم موافق ہو اس پر عمل کرنا اور جو مخالف ہو اس کو ترک کر دینا۔

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے عرض خبر الواحد علی کتاب اللہ کے اس اصول پر یہ مثال بیان کی ہے کہ مس ذکر کے ناقض وضو ہونے کے متعلق ذخیرۂ احادیث میں حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ملتی ہے، حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے "من مس ذکرہ فلیتوضاء" جو اپنی شرم گاہ کو چھو لے اسے چاہئے کہ وضو کرے، پس اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مس ذکر ناقض وضو ہے یہی حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مسلک ہے لیکن جب ہم اس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں کہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اللہ رب العزت کے ارشاد "فیہ رجال یحبون ان یتطہروا" کے مخالف ہے، بایں طور کہ اس آیت میں اللہ رب العزت نے اہل قباء کی تعریف کی ہے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے ان سے معلوم کیا کہ تمہارے اندر ایسی کونسی خوبی ہے جس کی وجہ سے اللہ رب العزت نے تمہاری تعریف کی ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم ڈھیلے اور پتھروں سے استنجاء کرنے کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی سے استنجاء کرنا اللہ رب العزت کے نزدیک پسندیدہ ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ پانی سے استنجاء کرنا مس ذکر کے بغیر ممکن نہیں ہے لہذا مس ذکر اگر حدث ہوتا تو پانی سے استنجاء کرنا اپنے آپ کو ناپاک کرنا ہوتا

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

حالانکہ اس سے پاکی حاصل ہوتی ہے، پس اس اعتبار سے حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث کتاب کی مذکورہ آیت کے خلاف ہے اس لئے علماء کرام نے حدیث کو ترک کر کے آیت پر عمل کیا ہے اور مس ذکر غیر ناقض وضو قرار دیا ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۶۱﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۷۹﴾

ثُمَّ بعد ذٰلِک الْاِجْمَاع علی نَوْعَیْنِ مرکب وَغیر مرکب فالمرکب مَااجْتَمع عَلَیْهِ الآراء فِی حکم الْحَادِثَة مَعَ وجود الِاخْتِلَاف فِی الْعلَّة ومثاله الْاِجْمَاع علی وجود الانتقاض عِنْد الْقَیْء وَمَسّ الْمَرْأَة أما عندنَا فبناء علی الْقَیْء وَأما عِنْده فبناء علی الْمس ثمَّ هَذَا النَّوْع من الْاِجْمَاع لَا یبْقى حجَّة بعد ظُهُور الْفساد فِی أحد المأخذین۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) اجماع کی دونوں قسمیں اجماع مرکب اور اجماع غیر مرکب کی تعریف مع مثال تحریر کریں (ج) مآخذین کی مراد اور ان میں فساد کے ظہور کی وضاحت قلم بند کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
جواب (الف)
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

پھر اس کے بعد اجماع کی دو قسمیں ہیں مرکب اور غیر مرکب پس اجماع مرکب وہ اجماع ہے جس میں کسی حادثہ کے حکم پر اس حکم کی علت میں اختلاف کے پائے جانے کے ساتھ ساتھ آراء جمع ہو جاتیں ہیں، اس کی مثال قے اور مس مراۃ کے وقت وضو کے ٹوٹنے پر اجماع ہے، یہ اجماع ہمارے یہاں تو قے کی بنا پر ہے اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے یہاں مس مراۃ کی بنا پر ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

اور اجماع کی یہ قسم اس کے دونوں ماخذوں میں سے کسی ایک ماخذ میں فاسد کے ظاہر ہونے کے بعد حجت بن کر باقی نہیں رہتی ہے۔

جواب (ب)

اجماع مرکب اور اجماع غیر مرکب کی تعریف اور مثال:

واضح رہے کہ اجماع کی دوسری قسم اجماع مذہبی کی دو قسمیں ہیں (۱) اجماع مرکب (۲) اجماع غیر مرکب۔

اجماع مرکب: اس اجماع کو کہتے ہیں جس میں مجتہدین آراء کسی ایک حکم پر متفق ہو جاتیں ہیں لیکن اس حکم کی علت میں مجتہدین کا اختلاف باقی رہتا ہے۔

مثال کے طور پر کسی باوضو آدمی کو قے ہو جائے اور اس کے بعد وہ کسی عورت کو چھولے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اس حکم پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی علیہما الرحمۃ کا اتفاق ہے لیکن اس حکم کی علت کیا ہے اس میں ان دونوں کے مابین اختلاف ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس حکم کی علت قے ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حکم علت مس مرأۃ ہے، پس یہاں حکم میں مجتہدین کا اتفاق ہے لیکن علت میں اختلاف ہے اور یہی اجماع مرکب ہے۔

اجماع غیر مرکب: اس اجماع کو کہتے ہیں جس میں مجتہدین کی آراء کسی حکم پر متفق ہو جاتیں ہیں اور اس حکم علت میں بھی مجتہدین کا اتفاق ہو جاتا ہے۔

مثال کے طور پر ما خرج من السبیلین سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس حکم پر اور اس کی علت یعنی خروج نجاست پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کا اتفاق ہے۔

جواب (ج)

مأخذین کی مراد اور ان میں فساد کے ظہور کی وضاحت:

واضح رہے کہ یہاں مأخذین سے مراد اجماع مرکب کی وہ دو علتیں ہیں جن میں مجتہدین کا

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

اختلاف ہوتا ہے، صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر اجماع مرکب کی ان دو علتوں میں سے کسی ایک علت میں فساد ظاہر ہو جائے تو پھر اجماع کی یہ قسم حجت شرعی بن کر باقی نہیں رہتی، مثلاً اگر کسی دلیل شرعی سے یہ بات واضح ہو جائے کہ قے یا مس مرأۃ ناقض وضو نہیں ہے تو وہ علت جس کی وجہ سے مجتہدین نے نقض وضو کا حکم لگایا تھا فاسد ہو جائے گی اور جب علت فاسد ہو جائے گی تو اجماع بھی ختم ہو جائے گا پھر یہ اجماع شرعی حجت بن کر باقی نہیں رہے گا۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ۶۲﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۸۲﴾

وعلى اعتِبَار أن العَمَل بِالرَّأي دون العَمَل بِالنَّصِّ قُلنَا أن الشُّبهَة بِالمحل أقوى من الشُّبهَة فِي الظَّن حَتَّى سقط اعتِبَار ظن العَبد فِي الفَصل الأول ومثاله فِي مَا إذا وطئ جَارِيَة ابنه لَا يحد وان قَالَ علمت أنَّهَا عَليّ حرَام وَيثبت نسب الوَلَد مِنهُ لَان شُبهَة المِلك لَا تثبت بِالنَّصِّ فِي مَال الإبن قَالَ عَلَيهِ الصلوة وَالسَّلَام أَنت وَمَالك لأَبِيك۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) شبہ کی دونوں اقسام شبہ فی المحل اور شبہ فی الظن کی تعریف تحریر کریں (ج) مطلب تحریر کریں (د) بیٹا اگر اپنے باپ کی باندی سے وطی کر لے تو کیا حکم ہے؟ تحریر کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمۃ العبارۃ:

اور اسی اعتبار سے کہ رائے پر عمل کرنا نص پر عمل کرنے سے کمتر ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ محل میں شبہ ظن کے شبہ سے زیادہ قوی ہوتا ہے یہاں تک کے پہلی صورت میں بندے کے ظن کا اعتبار ساقط

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہوجاتا ہے اوراس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کر لے تو اگر چہ وہ اس بات کا قائل ہو کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ باندی مجھ پر حرام ہے تب بھی اس پر حدی جاری نہیں کی جائے گی اور بچہ کا نسب اس شخص سے ثابت ہو جائے گا،اس لئے کہ باپ کیلئے بیٹے کے مال میں ملکیت کا شبہ نص سے ثابت ہوا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تو اور تیرا مال تیرے باپ کیلئے ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

شبہ کی اقسام اوران کی تعریفات:

واضح رہے کہ شبہ کی دو قسمیں ہیں (۱) شبہ فی المحل (۲) شبہ فی الظن .....

شبہ فی المحل: اس شبہ کو کہتے ہیں جو نص شرعی کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے، مثال کے طور پر کسی چیز کی حلت یا حرمت کسی دلیل سے ثابت ہو لیکن مانع کی وجہ سے اس دلیل کا اثر ظاہر نہ ہو اور شرعی دلیل اس چیز کے حلال یا حرام ہونے میں شبہ پیدا کر دے تو یہ شبہ فی المحل کہلاتا ہے۔

شبہ فی الظن: اس شبہ کو کہتے ہیں جو آدمی کے اپنے ظن اور خیال سے پیدا ہوتا ہے، مثال کے طور پر آدمی کسی ایسی دلیل کو جو نفس الامر میں دلیل نہیں ہوتی کسی چیز کی حلت یا حرمت کی دلیل سمجھ لیتا ہے،اس کو شبہۃ الفعل اور شبہۃ الاشتباہ بھی کہتے ہیں۔

جواب (ج)

مطلب العبارۃ:

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جب قیاس اور رائے پر عمل کرنا نص شرعی پر عمل کرنے سے کمتر ہے تو اسی لئے ہم اس بات کے قائل ہیں کہ شبہ فی المحل شبہ فی الظن سے زیادہ قوی ہوتا ہے، چنانچہ اگر کسی باپ نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کر لی اور وہ اس بات کا قائل بھی تھا کہ یہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

باندی میرے لئے حرام ہے تب بھی باپ پر زنا کی حد جاری نہیں کی جائے گی اور اس وطی کے نتیجہ میں باندی سے پیدا ہونے والے بچہ کا نسب باپ سے ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ یہاں شبہ موجود ہے بایں طور کہ حضور علیہ السلام نے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے ''انت ومالک لابیک ''تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کیلئے ہے، اس حدیث سے اس بات کا شبہ ہو گیا کہ باپ کیلئے بیٹے کے مال میں ملکیت ثابت ہوتی ہے اور جب بیٹے کے مال پر باپ کی ملکیت ہوتی ہے تو اس کا بیٹے کی باندی سے وطی کرنا گویا اپنی مملوکہ باندی سے وطی کرنا ہے اور مملوکہ باندی سے وطی کرنے کی صورت میں مالک پر حد جاری نہیں ہوتی ہے۔

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جناب! باپ تو اس بات کا قائل ہے کہ مجھے معلوم تھا یہ باندی میرے لئے حلال نہیں ہے پھر بھی میں نے اس سے وطی کی ہے تو اب کیا حکم ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باپ کا اپنا خیال ہے اور شبہ فی المحل کے ہوتے ہوئے بندے کے خیال کو ساقط مانا جاتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (د)

بیٹا اگر اپنے باپ کی باندی سے وطی کرلے تو کیا حکم ہے؟:

واضح رہے کہ اگر بیٹا اس بات کا قائل ہوتے ہوئے کہ باپ کی باندی اس کیلئے حرام ہے اپنے باپ کی مملوکہ باندی سے وطی کر لیتا ہے تو اس پر حد جاری ہونے کے سلسلے میں بیٹے کے ظن کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ بیٹے کیلئے باپ کے مال میں ملکیت کا شبہ کسی نص شرعی سے ثابت نہیں ہے، پس یہاں شبہ فی المحل اور شبہ فی الظن نہ ہونے کی وجہ سے بیٹے پر حد زنا جاری کی جائے گی۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۶۳﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۸۵﴾

شُرُوط صِحَة الْقِيَاس خَمْسَة أَحدهَا أَن لَا يكون فِي مُقَابلَة النَّص وَالثَّانِي أَن لَا يتَضَمَّن تَغْيِير حكم من أَحْكَام النَّص وَالثَّالِث أَن لَايكون المعدى حكما لَا يعقل مَعْنَاهُ وَالرَّابِع أَن يَقع التَّعْلِيل لحكم شَرْعِي لَالأمر لغَوِيّ وَالْخَامِس أَن لَا يكون الْفَرْع مَنْصُوصا عَلَيْهِ۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) قیاس کے متعلق مذکورہ شرائط کی وضاحت تحریر کریں (ج) شرط رابع کی جو مثال صاحب کتابؒ نے بیان کی ہے وہ قلم بند کریں۔

جواب (الف)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ترجمة العبارة:

قیاس کے صحیح ہونے کی پانچ شرطیں ہیں، ان میں سے پہلی یہ ہے کہ قیاس نص کے مقابلہ میں نہ ہو، دوسری یہ ہے کہ قیاس نص کے احکام میں سے کسی حکم کی تبدیلی کو متضمن نہ ہو، تیسری یہ ہے کہ متعدی ہونے کا والا حکم ایسا نہ ہو جس کی علت عقل میں آنے والی نہ ہو، چوتھی یہ ہے کہ علت کا بیان کرنا شرعی حکم کیلئے ہو لغوی حکم کیلئے نہ ہو، پانچویں یہ ہے کہ فرع کے متعلق کوئی نص موجود نہ ہو۔

جواب (ب)

قیاس کے متعلق مذکورہ شرائط کی وضاحت:

مذکورہ عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے قیاس کے صحیح ہونے کی درج ذیل پانچ شرائط بیان کی ہیں.........

شرط اوّل:

پہلی شرط یہ بیان کی ہے کہ قیاس نص کے مقابلہ میں نہ ہو، پس اگر قیاس کسی بھی نص کے

Website:MadarseWale.blogspot.com

مقابلہ میں ہوگا تو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ ادلہ اربعہ میں سب سے کمزور دلیل ہے اور اس پر عمل نص کے موجود نہ ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے اگر یہ کسی نص کے معارض ہوتا ہے تو اس کو ترک کر کے نص پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

شرط ثانی:

دوسری شرط یہ بیان کی ہے کہ قیاس کرنے سے نص کے احکام میں سے کوئی حکم تبدیل نہ ہو اگر قیاس سے نص کا حکم تبدیل ہو جائے تو قیاس صحیح نہیں ہے۔

واضح رہے کہ نص کے حکم کی تبدیلی سے مراد یہ ہے قیاس کے بعد نص اپنے اطلاق پر باقی رہے اگر نص مقید ہو جاتی ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

شرط ثالث:

تیسری شرط یہ بیان کی ہے کہ قیاس کے ذریعہ جس حکم کو اصل سے فرع کی جانب متعدی کیا جاتا ہے وہ غیر معقول المعنی نہ ہو بلکہ اس کی علت عقل میں آنے والی ہو، پس اگر نص سے ثابت ہونے والا کوئی حکم ایسا ہے کہ اس کی علت عقل میں نہیں آتی ہے تو اس پر کسی دوسرے حکم کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

شرط رابع:

چوتھی شرط یہ بیان کی ہے کہ علت بیان کرنا حکم شرعی کیلئے ہو حکم لغوی کیلئے نہ ہو، یعنی نص کی علت بیان کرنے کا مقصد حکم شرعی کو ثابت کرنا ہو حکم لغوی کو ثابت کرنا نہ ہو کیونکہ لغت کے احکام اور مسائل قیاس سے ثابت نہیں ہوتے۔

شرط خامس:

پانچویں شرط یہ بیان کی ہے کہ فرع منصوص علیہ نہ ہو، یعنی جس حکم ثابت کرنے کیلئے قیاس کر رہے ہیں اس حکم پر کوئی نص وارد نہ ہوا گر اس حکم پر نص وارد ہوگی تو قیاس کر صحیح نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ج)

صاحب کتاب کی بیان کردہ شرط رابع کی مثال:

واضح رہے کہ صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے شرط رابع کی یہ مثال بیان کی ہے، عند الاحناف خمر لغت میں انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جس میں جوش پیدا ہوا کر جھاگ اُٹھ جاتے ہیں اور نشہ پیدا ہو جاتا ہے، شریعت میں اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہے اور اس کا ایک قطرہ بھی خواہ اس کے پینے سے نشہ طاری ہو یا نہ ہو حرام اور موجب حد ہے، لیکن اس کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیاء کا یہ حکم نہیں ہے اور نہ ان کی غیر مسکر مقدار پینے سے حد جاری ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف حضرات شوافع فرماتے ہیں کہ انگور کا وہ شیرہ جس کو آگ پر پکایا جائے اور وہ پکتے پکتے آدھارہ جائے اور اس میں نشہ پیدا ہو جائے وہ بھی خمر ہے کیونکہ خمر کے لغوی معنی چھپانے آتے ہیں اور خمر کو خمر اسی لئے کہتے ہیں یہ عقل کو مستور کر دیتا ہے، پس جس طرح انگور کے کچے شیرہ سے تیار کردہ چیز عقل کو چھپا دیتی ہے اور اسی چھپانے کی وجہ سے اس کو خمر کہا جاتا ہے اسی طرح آگ پر پکا ہوا انگور کا شیرہ بھی عقل کو چھپا دیتا ہے لہذا پہلے پر قیاس کرتے ہوئے اس کو بھی خمر کہا جائے گا اور جو حکم انگور کے کچے شیرہ کا ہے وہی حکم اس کا بھی ہوگا۔

واضح رہے کہ احناف شوافع کے مذکورہ قیاس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جناب! آگ پر پکے ہوئے انگور کے شیرہ کو انگور کے کچے شیرہ پر قیاس کر کے خمر کہنا اور ان دونوں کیلئے ایک ہی حکم ثابت کرنا قیاس فی اللغۃ ہے اور یہاں علت یعنی عقل کو چھپا دینا بیان کرنا امر لغوی کیلئے ہے حکم شرعی کیلئے نہیں ہے جبکہ قیاس کے صحیح ہونے کیلئے علت کا بیان حکم شرعی کیلئے ہونا ضروری ہے۔

(اجمل الحواشی: ۳۴۲)

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ۶۴﴾
﴿اصول الشاشی صفحہ ۸۷﴾

اَلْقِيَاس الشَّرْعِيّ هُوَ تَرَتّب الحكم فِي غير الْمَنْصُوص عَلَيْهِ على معنى هُوَعِلّة لِذٰلِك الحكم فِي الْمَنْصُوص عَلَيْهِ ثُمَّ انما يعرف كَون الْمَعْنى عِلّة بِالْكِتَاب وبالسنة وبالإجماع وبالإجتهاد والإستنباط بحث الْعِلَّة الْمَعْلُومَة بِالْكِتَاب فمثال الْعِلَّة الْمَعْلُومَة بِالْكِتاب كَثْرَة الطّواف فانها جعلت عِلّة لِسُقُوط الْحَرج فِي الإستئذان فِي قَوْله تَعَالَى لَيْسَ عَلَيْكُم وَلَا عَلَيْهِم جنَاح بعدهن طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُم على بعض۔

(الف)عبارت بااعراب لکھ کرترجمہ کریں(ب)علت اور قیاس شرعی کی تعریف تحریر کریں(ج)علت معلومہ بالکتاب اورعلت معلومہ بالسنۃ اورعلت معلومہ بالاجماع کی مثالیں تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب(الف)

ترجمۃ العبارۃ:

قیاس شرعی غیر منصوص علیہ میں اس معنی کی وجہ سے حکم کے مرتب ہونے کو کہتے ہیں جو معنی منصوص علیہ میں حکم کی علت ہوتے ہیں، پھر اس معنی کا علت ہونا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور اجتہاد سے معلوم ہوگا، پس اس علت کی مثال جو کتاب اللہ سے معلوم ہو کثرت طواف ہے اس لئے کہ کثرت کے ساتھ آنے جانے کو اجازت لینے میں تنگی کو ساقط کرنے کیلئے علت بنایا گیا ہے جیسے کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے"لیس علیکم و لا علیهم جناح بعدهن طوافون علیکم بعض علی بعض "تم پر ان تین اوقات کے بعد تمہارے بعض پر بعض کے پاس بکثرت آنے جانے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب (ب)

علت اور قیاس شرعی کی تعریف:

واضح رہے کہ علت اس چیز کو کہتے ہیں جو بغیر کسی واسطے کے حکم کو ثابت کر دیتی ہے۔

اور قیاس شرعی غیر منصوص علیہ میں اس معنی کی وجہ سے حکم کے مرتب ہونے کو کہتے ہیں جو معنی منصوص علیہ میں حکم کی علت ہوتے ہیں، مثال کے طور پر شراب نشہ کی وجہ سے حرام ہے پس اسی علت کی بنیاد پر غیر شراب میں حرمت کا حکم لگانا قیاس شرعی ہے۔

واضح رہے کہ قیاس شرعی کیلئے علت کا علم کتاب اللہ، سنت رسول اللہؐ، اجماع اور اجتہاد سے ہوتا ہے، اول کو علت معلومہ بالکتاب ثانی کو علت معلومہ بالسنۃ اور ثالث کو علت معلومہ بالاستنباط کہتے ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ج)

علت معلومہ بالکتاب کی مثال:

علت معلومہ بالکتاب کی مثال یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں غلاموں اور کام کرنے والے نوکروں کو اوقات ثلٰثہ (فجر سے پہلے، عین دوپہر میں اور عشاء کے بعد) کے علاوہ اپنے مالکوں کے پاس بغیر استیذان آنے جانے کی اجازت دی ہے اور اس حکم کی علت "طوافون علیکم بعضکم علی بعض" کو قرار دیا ہے، یعنی ان لوگوں کو اوقات ثلٰثہ کے علاوہ میں اپنے مالکوں کے پاس بغیر اجازت طلب کئے آنے جانے کا حق اس لئے ہے کہ لوگ ضرورت کی وجہ سے ایک دوسرے کے پاس بکثرت آتے جاتے ہیں اگر ہر وقت استیذان کو ضروری قرار دیدیا جائے تو حرج لازم آجائے گا پس اس حرج کو ساقط کرنے کیلئے اللہ رب العزت نے اوقات ثلٰثہ کے علاوہ میں استیذان کو ساقط کر دیا ہے، پھر اسی علت یعنی کثرت طواف کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے سور ہرۃ کو ناپاک قرار نہیں دیا چنانچہ ارشاد فرمایا "الھرۃ لیست بنجس فانھا من الطوافین علیکم والطوافات" بلی (یعنی اس کا

Website:MadarseWale.blogspot.com

جھوٹا) ناپاک نہیں ہے اس لئے وہ تمہارے پاس بکثرت آنے جانے والی ہے، پس اگر اس کے جھوٹے کو ناپاک قرار دیا جاتا تو لوگوں کو حرج لازم آجاتا اور شریعت نے حرج کو دور کیا ہے۔ پھر فقہاء کرام نے اسی علت طواف کی وجہ سے گھروں میں رہنے والے جانوروں کو بلی پر قیاس کیا ہے، چنانچہ چوہے اور سانپ وغیرہ کے جھوٹے پر انہوں نے یہ حکم لگایا ہے یہ ناپاک نہیں ہے کیونکہ چوہے اور سانپ وغیرہ عموماً گھروں میں رہتے ہیں اگر ان کے جھوٹے کو ناپاک قرار دیدیا جائے گا تو حرج لازم آجائے گا اور حرج ہی کو دور کرنے کیلئے حضور علیہ السلام نے بلی کے جھوٹے کو پاک قرار دیا ہے، پس ان تمام مسائل کے حکم میں علت یعنی کثرت طواف ایک ہے اور اس علت کا علم کتاب اللہ سے ہوا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

علت معلومہ بالسنۃ کی مثال:

علت معلومہ بالسنۃ کی مثال حضور علیہ السلام کا ارشاد "الوضو علی من نام مضطجعاً فانه اذا نام مضطجعاً استرخت مفاصله" ہے، اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے چت لیٹ کر سونے کو ناقض وضو قرار دیا ہے اور اس حکم کی علت استرخاء مفاصل بیان کی ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء کرام نے بیہوش ہوجانے یا نشہ میں مبتلا ہوجانے کو ناقض وضو قرار دیا ہے کیونکہ حدیث مذکورہ میں بیان کردہ علت استرخاء مفاصل یہاں بھی موجود ہے، پس اس مسئلہ میں علت مذکورہ یعنی استرخاء مفاصل کا علم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہے۔

علت معلومہ بالاجماع کی مثال:

علت معلومہ بالاجماع کی مثال یہ ہے کہ باپ کو اپنے نابالغ بیٹے پر ولایت اجبار حاصل ہوتی ہے، ولایت اجبار حاصل ہونے کے اس حکم کی علت بالاجماع صغر ہے، فقہاء کرام نے اسی علت پر قیاس کرتے ہوئے باپ کو نابالغ بیٹی پر بھی ولایت اجبار کا حق دیا ہے، پس یہاں اس علت کا علم اجماع کے ذریعہ ہوا ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿سوال ٦٥﴾
﴿اصول الشاشی صفحہ ٩٦﴾

الحكم يتعلق بِسَبَبِهِ وَيثبت بعلته وَيُوجد عِنْد شرطه فالسبب مَا يكون طَرِيقا إِلَى الشَّيْء بوَاسِطَة كالطريق فَإِنَّهُ سَبَب للوصول إِلَى الْمَقْصد بوَاسِطَة الْمَشْي وَالْحَبل فَإِنَّهُ سَبَب للوصول إِلَى المَاء بالإدلاء فعلى هَذَا كل مَا كَانَ طَرِيقا إِلَى الحكم بوَاسِطَة يُسمى سَببا لَهُ شرعا وَيُسمى الْوَاسِطَة عِلّة مِثَاله فتح بَاب الإصطبل والقفص۔

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (الف)

ترجمة العبارة:

حکم اپنے سبب کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور اپنی علت سے ثابت ہوتا ہے اور اپنی شرط کے متحقق ہونے پر پایا جاتا ہے، پس سبب وہ ہے جو کسی وسطہ کے ساتھ شئی تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے جیسے راستہ کہ یہ چلنے کے واسطہ سے مقصد تک پہنچنے کا سبب ہے اور رسی ڈول ڈالنے کے واسطہ سے پانی تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، پس مذکورہ تفصیل کے اعتبار سے ہر وہ چیز جو کسی واسطہ سے حکم تک پہنچنے کا ذریعہ ہو شریعت میں اس کو سبب اور واسطہ کو علت کہتے ہیں، سبب کی مثال اصطبل اور پنجرہ کا دروازہ کھولنا ہے۔

جواب (ب)

مطلب العبارة:

اس عبارت میں صاحب کتاب علیہ الرحمۃ نے ادلۂ اربعہ سے ثابت ہونے والے حکم کے

Website:MadarseWale.blogspot.com

متعلقات کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ حکم اپنے سبب کے ساتھ وابستہ ہو کر اپنی علت کے ذریعہ ثابت ہوتا ہے اور شرط کے متحقق ہونے پر پایا جاتا ہے، گویا حکم کا تعلق سبب، علت اور شرط سے ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ سبب اس امر کو کہتے ہیں جو واسطے کے ساتھ حکم تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اور علت اس امر کو کہتے ہیں جو بغیر کسی واسطے سے حکم تک پہنچتی ہے اور شرط اس امر کو کہتے ہیں جس پر حکم کا وجود موقوف ہوتا ہے، مثال کے طور پر راستہ چلنے کے واسطے سے منزل تک پہنچنے کا ذریعہ ہے پس راستہ سبب، چلنا علت اور منزل تک پہنچنا حکم ہے، اسی طرح رسی ڈول کے واسطے سے پانی تک پہنچنے کا سبب ہے پس رسی سبب اور اس میں ڈول باندھ کر کنویں میں ڈلنا علت اور پانی حاصل کرنا حکم ہے۔

قولہ: فعلی هَذَا کل مَا کَانَ طَرِيقا إِلَى الحكم....

صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سبب، علت اور شرط کی جو تفصیل ہم نے بیان کی ہے اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ شریعت میں ہر وہ چیز جو کسی واسطہ سے حکم تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتی ہے اس کو سبب کہتے ہیں اور واسطے کو علت کہتے ہیں، مثال کے طور پر کسی نے اصطبل کا یا پنجرہ کا دروازہ کھول دیا اور جانور یا پرندہ نکل کر ضائع ہو گیا تو یہاں دروازہ کھولنا سبب جانور یا پرندہ کا نکل جانا علت اور ضائع ہو جانا حکم ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

﴿سوال ٦٦﴾

﴿اصول الشاشی صفحہ ۹۸﴾

وَكَذلِکَ تَعلِيق الحكم بِالشَّرطِ كَالطَّلَاقِ وَالْعتاق يُسمى سَببا مجَازًا وَأنه لَيسَ بِسَبَب فِي الْحَقِيقَةِ لِأن الحكم إِنَّمَا يثبت عِندَ الشَّرطِ وَالتَّعلِيق يَنتَهِي

Website:MadarseWale.blogspot.com

بِوُجُودِ الشَّرْطِ فَلَا يكون سَبَبا مَعَ وجودِ التَّنَافِي بَينهمَا۔

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) سبب اور شرط کی تعریف تحریر کریں (ج) ''کذالک'' کا مشار الیہ متعین کرتے ہوئے عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب (الف)

ترجمۃ العبارۃ:

اور سی طرح حکم کو شرط کے ساتھ معلق کرنا ہے جیسا کہ طلاق اور عتاق کو بطور مجاز کے سبب کا نام دیا جاتا ہے حالانکہ تعلیق حقیقت میں سبب نہیں ہے اس لئے کہ حکم شرط کے وقت ثابت ہوتا ہے اور تعلیق شرط کے پائے جانے سے ختم ہو جاتی ہے پس تعلیق اور حکم کے مابین منافات کے پائے جانے کی وجہ سے تعلیق حکم کا سبب نہیں ہو سکتی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب (ب)

سبب اور شرط کی تعریف:

واضح رہے کہ سبب اس امر کو کہتے ہیں جو واسطے کے ساتھ کسی شئی تک حکم پہنچانے کا ذریعہ ہوتا ہے، اور شرط اس امر کو کہتے ہیں جس کے وجود پر حکم کا وجود موقوف ہوتا ہے۔

جواب (ج)

''کذالک'' کے مشار الیہ کی تعیین اور مطلب العبارۃ:

واضح رہے کہ ''کذالک'' کا مشار الیہ ''مثل الیمین'' ہے، صاحب کتاب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس طرح یمین کو کفارہ کا سبب قرار دیا گیا ہے حالانکہ یہ کفارہ کا سبب نہیں ہے بایں وجہ کہ سبب حکم تک پہنچانے والے امر کو کہتے ہیں اور سبب اور حکم کے مابین منافات نہیں ہوتی ہے جبکہ یہاں یمین اور کفارہ کے مابین منافات موجود ہے کہ یمین کفارہ ادا کرنے سے ساقط ہو جاتی ہے اور جب تک یمین باقی رہتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یمین

Website:MadarseWale.blogspot.com

کفارہ کے وجوب کا سبب نہیں ہے اسی کسی حکم کو شرط پر معلق کرنا ہے مثال کے طور پر طلاق یا عتاق کو شرط پر معلق کرنا اور عورت سے یہ کہنا ''ان دخلتِ الدار فانتِ طالق '' یا غلام سے یہ کہنا ''ان دخلتَ الدار فانتَ حر ''تو ان دونوں صورتوں میں تعلیق کے پائے جانے تک طلاق اور عتاق کا تحقق نہیں ہوگا اور جب دخول دار کی شرط پائے جانے پر طلاق اور عتاق کا تحقق ہوگا تو تعلیق ختم ہوجائے گی، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیق اور حکم کے مابین منافات ہے جبکہ یہ بات گذر چکی ہے کہ سبب اور حکم کے مابین منافات نہیں ہوتی ہے لہذا اس منافات کے ہوتے ہوئے تعلیق کو حکم کا سبب قرار دینا حقیقتاً نہیں ہے بلکہ مجازاً ہے۔

﴿تم الجواب بعون الملک الوہاب﴾

NEW MADARSA

Telegram channel : New Madarsa

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

NEW MADARSA

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

DARUL KITAB

DEOBAND, DIST. SAHARANPUR, U.P. (INDIA) PIN-247554

Mobile: 9412557658, 9997520332 Phone: 01336-222558

Email : nadimulwajidi@gmail.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com